https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرح اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینکڑوں اسمائے کریمہ کی تشریح پر مشتمل

محققانہ تصنیف

الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ کا خوبصورت اردو ترجمہ

مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفتی شیخ فرید دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

شرح اسماء النبی ﷺ

ناشر: ملک شبیر حسین

سن اشاعت: مارچ 2010ء / ربیع النور 1431ھ

طابع: اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ: ورڈز میکر

سرورق: اے ایف ایس ایڈورٹائزر
0345-4653373

قیمت: -/250 روپے

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تا کہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف مؤلف

اس کتاب کے مؤلف حضرت حافظ امام ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمان بن ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ ابن الاسیوطی سے معروف ہیں۔ آپ کی ولادت ماہ رجب ۸۴۹ھ میں ہوئی۔ زمانہ طفولت میں ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آٹھ سال سے کم عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا اور حصول علم میں مشغول ہو گئے۔

آپ کے اساتذہ

آپ کے اساتذہ کی تعداد ۱۵۰ تک ہے۔ ان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

بلقینی شافعی

جلال الدین محلی

شرف مناوی شافعی

تقی الدین شمنی حنفی

ابن قطلوبغا حنفی

مناصب

آپ مدرسہ شیخونیہ میں منصب تدریس سے وابستہ رہے اور مدرسہ بیبرسیہ میں شیخ الجامعہ کے منصب پر فائز رہے۔

تالیفات

ابن اُیاس نے تاریخ مصر میں امام جلال الدین سیوطی کی تصانیف و تالیفات کی

تعداد ۶۰۰ (چھ صد) تک بتائی ہے اور مشہور مستشرق فلوغل نے ان کی تصانیف کی ایک فہرست مرتب کی ہے جو پانچ سو اکاسٹھ کتب پر مشتمل ہے۔

شیخ عمر بن احمد شماع حلوی شافعی نے بھی ان کی تصانیف کی فہرست مرتب کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کا اپنا ایک رسالہ ہندوستان میں طبع ہو چکا ہے۔ جو ان کی اپنی تصانیف کے اسماء پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض کتب درج ذیل ہیں۔

اسعاف المبطافي رجال المؤطا

الاشباہ والنظائر فی العربیه

الاشباہ والنظائر فی فروع الشافعیه

الألفية في مصطلح الحديث

الألفية في النحو

بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة

تاريخ الخلفاء

جمع الجوامع (الجامع الكبير)

حسن المحاضرة في اخبار مصر والقاهرة

الدر المنشور في التفسير والماثور

شرح شواهد المغنيي

الرد على من أخلد الى الأرض

عقود الزبر جد على مسند الامام احمد

اللألي المصنوعة في الاحاديث الموضوعة

مناهل الصفا في تخريج احاديث الشفاء

همع الهوامع في النحو

الوسائل الى معرفة الاوائل وغيره

آپ کا وصال

مدرسہ پیرسید کے منصب شیخ الجامعہ سے معزول ہونے کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرمالی اور روضہ کے مقام پر واقع اپنے گھر میں لوگوں سے الگ تھلگ زندگی بسر کرنے لگے۔ آپ کی عزلت نشینی مرض وفات تک جاری رہی۔ سات ایام بیمار رہنے کے بعد جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔

مزار مبارک

استاذ احمد تیمور نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے امام جلال الدین سیوطی کے مزار پر تحقیق فرمائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان کی تدفین قوصون کے قبرستان میں ہوئی ہے اور اس علاقے کے لوگ آپ کے مزار کی زیارت کے لئے حاضری دیتے ہیں اور آپ کو سیدی جلال کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه وحدهٗ مستحق الحمد ووليه وصلواته على خيرته من خلقه وصفيه نبينا محمد خاتم الرسل المبعوث بأفضل الاديان والملل وعلى مجيبي دعوته ومصدقي كلمته المتبعين بشريعتهٖ والمتمسكين بسنتهٖ وعليه وعليهم أفضل السلام ومتتابع الرحمة والتحية والاكرام۔ امام بعد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے بھائی استاذ محمد علی بیضون مالک دارالکتب العلمیہ بیروت کو حضرت امام جلال الدین سیوطی کی کتاب الریاض الانیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ کے نسخہ کو حاصل کرنے کی توفیق سے نوازا۔ یہ نسخہ مصریہ لائبریری میں نمبر ۲۳۳۱۶ کے تحت موجود ہے۔ یہ کتاب نہایت عمدہ اور بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ جس میں سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مقدسہ کو جمع ومحفوظ کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے مخطوطہ میں بکثرت تصحیفات وغلطیاں موجود تھیں۔ بعض مقامات میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن احادیث کو بطور استشہاد پیش کیا تھا ان میں سے بعض کلمات ساقط تھے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے ہم نے ان کلمات کو ان کے اصل مراجع سے حاصل کر کے درج کر دیا ہے جن کا امام سیوطی نے حوالہ دیا تھا۔

اسی لئے قوسین کے درمیان کی عبارت مخطوطہ کی وہی ساقط شدہ عبارت ہے جس کو مراجع سے لے کر مکمل کر دیا گیا ہے۔ قوسین کا مقصد یہ ہے کہ مخطوطہ کی تخریج میں امانت بغیر کسی زیادتی کے اسی طرح باقی ہے جس طرح تھی اور کبھی مخطوطہ سے ساقط کلمات کو قوسین کی بجائے حاشیے پر درج کر دیا گیا ہے مثلاً حدیث ۳۷ میں امام سیوطی نے کہا (کما روی عن أنس) اور آگے حدیث مذکور نہ تھی۔ ہم نے صحیح مسلم سے پوری حدیث

نقل کر دی تا کہ فائدہ تام ہو۔ اسی طرح حدیث ۱۲ میں حدیث کا پہلا حصہ ساقط تھا۔ ہم نے مکمل حدیث مجمع الزوائد سے لے کر درج کر دی۔

یہاں پر میں مکتبہ مسجد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واقع ۱۷ اشارع وحدۃ الدمرداش کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہوں گا۔

جو میرے والد بزرگوار اور ہمارے شیخ حضرت حامد ابراہیم کی نجی ملکیت ہے جنہوں نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق بخشی کہ انہوں نے ہمارے لئے کتب سے معمور مکتبہ قائم فرمایا۔ جو تمام انواع علوم کی کتب پر مشتمل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والد مکرم کے طفیل ہمیں برکات سے نوازے۔ انہیں عمر طویل اور صحت و عافیت عطا فرمائے تا کہ ہم ان کے علم کثیر اور طویل تجربہ سے مستفید ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پسند و رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عمل کو اپنی ذات کریم کے لئے خالص فرمادے۔

انه نعم المولى ونعم النصير والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

ابو هاجر محمد السعيد بن بسيوني زغلول

بروز اتوار ۱۶ شوال ۱۴۰۴ھ ۱۵ جولائی ۱۹۸۴ء

الحمد للّٰہ رب العٰلمین

یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے محتاج بندے محمد بن ارکماس حنفی کی کتب میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ باالخیر فرمائے اور اللہ اس کو اپنے دین پر تقویٰ، علم، حلم کے ساتھ استقامت نصیب فرمائے اور اسے اور اس کے تمام احباب ومشائخ اور ان لوگوں کو جوان کے لئے دعائے مغفرت کریں، سب کو بخش دے۔

والحمد للّٰه وحده اللهم صل على نبي الرحمة وشفيع الامة محمد وآله وصحبه وسلم الى يوم

اس کو محمد بن ارکماس الحنفی نے تحریر کیا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وصلى الله على سيد العرب والعجم محمد صلى الله عليه وسلم، الحمد لله الذى أذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شكور، ووهب لنا من المنن ومالا يحصيه عدعاد ولا حصر حصور واشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك له شهادة أرجوها عند الله تجارة لاتبور واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ المخصوص بشرح الصدور ووضع الوزر ورفع الذكر على العلم المشهور صلى الله وسلم عليه وعلى آله ذوى المجد المأثور والفضل المأثور وبعد

اسماءِ نبویہ کی یہ شرح میری اس شرح کے بعد جس کو میں نے اس سے قبل تالیف کیا تھا۔ اس کتاب میں میں نے تحریر و تفصیل اور اصل مراجع کے حوالہ جات کے اضافے کے ساتھ کچھ فوائد بھی زیادہ کئے ہیں جنہیں دانش مند لوگ پسند کریں گے اور اسانید غالبا حذف کر دی گئی ہیں کیونکہ وہ بسا اوقات تطویل کا باعث بن جاتی ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ وہ اس کتاب کو مقبول عام بنا دے گا اور میں اس کتاب کے سبب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تک وصولیابی کا امیدوار ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ اس کتاب کو میرے عمل کا اختتام بنا دے۔

اور مجھے اس چیز تک رسائی نصیب فرمائے جس کی میں اس کی بارگاہ سے سوال کرتا ہوں۔

میں نے اس کتاب کا نام: الرياض الانيقة فی شرح الاسماء خير الخليفة رکھا ہے۔

مقدمہ کتاب

یہ مقدمہ چند فصول پر مشتمل ہے۔

الفصل الاول:

علماء نے بیان کیا ہے کہ اسماء کی کثرت مسمّٰی کی عظمت ورفعت کی دلیل ہے کیونکہ ایسا مسمّٰی کی ذات اور اس کی شان کی اہمیت کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اسی لئے کلام عرب میں تم زیادہ اسماء والے مسمیات کی اہل عرب کے ہاں زیادہ طلب واہمیت پاؤ گے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی تعداد اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی کی تعداد کے برابر ننانوے بتائی ہے۔ علامہ ابن دحیۃ رحمۃ اللہ علیہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی تعداد تین سو تک بتائی ہے۔ امام ابوبکر ابن عربی نے ترمذی کی شرح میں بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار اسماء گرامی ہیں جن میں سے بعض قرآن وحدیث میں وارد ہیں اور بعض کتب قدیمہ میں پائے جاتے تھے۔

[(حوالہ) [۱] ابن عربی رحمہ اللہ نے عارضۃ الاحوذی، ۱۰/۲۸۱ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے اور ان کے اسماء کی تعداد اپنے اسماء کی تعداد کے برابر رکھی جب شے عظیم ہوتی ہے تو اس کے اسماء بھی عظیم بن جاتے ہیں۔ بعض صوفیا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک ہزار نام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے اسماء کی یہ تعداد بہت ہی قلیل ہے اگر تمام سمندر اللہ تعالیٰ کے اسماء کے لئے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے۔ میرے رب کے اسماء کے لکھنے سے پہلے اور اگر ان کی مثل سات سمندر اور بھی لائے جائیں تب بھی اللہ کے اسماء شمار نہ ہوسکیں گے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسماء مبارکہ کو شمار کیا ہے جو واضح طور پر اسم کے صیغے کے ساتھ وارد ہیں تو وہ ستانوے اسماء مبارکہ:

الرسول، النبی، الامی، الشھید ...... الیٰ آخرہ ہیں۔ انتہیٰ]

(امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسماء مقدسہ میں سے بعض لفظ اسم کے ساتھ وارد نہیں بلکہ صیغہ فعل اور مصدر کے ساتھ وارد ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے ان کا بھی اعتبار کیا ہے۔ ان علماء میں قاضی عیاض وابن دحیۃ رحمہما اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

جمہور بالخصوص علماء حدیث نے اللہ تعالیٰ کے اسماء کریمہ میں بھی اس بات کا اعتبار کیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لی خمسة اسماء [۲] میرے پانچ اسماء ہیں۔

جواب

اس اشکال کا جواب حافظ ابوالعباس العزفی نے یہ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے آپ کو بقیہ اسماء پر مطلع فرمانے سے قبل کا ہے اور ان کے شیخ حضرت قاضی عیاض نے شفاءً میں فرمایا کہ حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے یہ پانچ اسماء وہ ہیں جو سابقہ کتب میں موجود تھے اور اُمم سابقہ کے اہل علم کے ہاں معروف تھے۔ اس جواب کی بعض لوگوں نے تردید فرمائی ہے۔ سابقہ کتب میں موجود اسماء کی تعداد پانچ سے زائد ہے۔

(مصنف اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں) لی خمسة والی حدیث پانچ سے زائد اسماء کے ثبوت کی منافی نہیں کیونکہ یہ ضابطہ ہے کہ عدد تخصیص پیدا نہیں

[(حوالہ) ۲ اس حدیث کو امام بخاری نے جلد ۴ ص ۲۲۵ میں، امام ترمذی نے سنن ترمذی میں روایت کیا ہے۔ عارضۃ الاحوزی ۱۰/۲۸۰

اور ابن عربی فرماتے ہیں: یونس نے ابن شہاب سے ان الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے۔ وقد سماہ اللہ رؤفا رحیما (بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رؤف اور رحیم رکھا ہے) امام مسلم نے ابوموسیٰ سے ان الفاظ کی زیادتی روایت کی ہے۔ المقفی ونبی الرحمة ونبی التوبة اور ایک روایت میں نبی الملحمۃ ہے۔ اھ]

کرتا۔ کئی احادیث میں اعداد کا ذکر موجود ہے لیکن ان میں حصر مراد نہیں مثلاً حدیث سبعۃ یظلھم اللہ فی عرشہ [۳] (قیامت کے دن سات افراد ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا فرمائے گا)

حالانکہ بہت ساری احادیث میں سات سے زائد کا ذکر بھی وارد ہے۔ اس وقت مجھے ان میں سے تقریباً ستر احادیث مستحضر ہیں اور مشہور احادیث ان کے علاوہ ہیں۔

۲: میرے نزدیک خمسۃ کے لفظ کا ثبوت قابل غور ہے اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو ممکن ہے کہ یہ قریب ترین راوی کے کلام میں سے ہو کیونکہ اکثر روایات میں ان لی اسماء کے الفاظ ہیں اور بعض طرق حدیث میں ان کی تعداد چھ تک بتائی گئی ہے۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں چھ سے بھی زائد کی تعداد بیان ہے۔ اس اشکال کے ان دو جوابات کے بعد میں نے ابن عساکر کی کتاب مبہمات القرآن میں بعینہ یہی دو جواب دیکھے۔ وہ فرماتے ہیں حدیث میں عدد کا جو ذکر ہے اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ لفظ آپ صلی اللہ علیہ

[(حوالہ) [۳] اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور صحیح مسلم میں ابوالیسر سے مرفوعاً وارد ہے۔ من أنظر معسراً أو وضعہ اظلہ اللہ فی ظلہ یوم لاظل الاظلہ (جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ رحمت میں لے گا جس دن سوائے اس کے سایہ رحمت کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔) ابن حجر نے فتح الباری جلد ۲/۱۴۴ میں فرمایا کہ حدیث میں مذکور یہ دونوں خصلتیں ان سابقہ سات خصلتوں کے علاوہ ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عدد حصر کے لئے نہیں ہوتا۔ ابن حجر فرماتے ہیں میں نے ان احادیث کی جستجو کی جو اس بارے میں وارد ہیں تو مزید دس خصلتوں کا اضافہ معلوم ہوا۔ میں نے ان خصلتوں میں سے ایسی سات خصلتوں کو جو جید اسانید سے وارد تھیں کو منتخب کیا اور انہیں ابوشامۃ کے اشعار کی تذییل کے طور پر دو شعروں میں منظوم کیا ہے۔ جو یہ ہیں۔ وزد سبعۃ اظلال غازوعونہ وانظار ذی عسر وتخفیف حملہ وار فاد ذی غرم وعون مکاتب وتاجر صدق فی المقال وفعلہ (اور ان سات پر مجاہد اور اس کے مدد کرنے والے کا اضافہ کر اور تنگ دست کو مہلت دینے والا اور اس کے بوجھ کو ہلکا کرنے والا اور قرض دار کو عطیہ دینے والا اور مکاتب کی مدد کرنے والا اور قول و فعل میں سچ کرنے والے تاجر کا)

ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ایک جزو میں نقل کیا ہے اور اس جزء کا نام معرفۃ الخصال الموصلۃ الی الظلال رکھا ہے۔]

85185

وسلم ہی کا ہو۔ اور عدد حصر کا مقتضی نہیں اور ان پانچ اسماء کے ذکر کی تخصیص یا تو اس لئے ہے کہ سامع کو دیگر اسماء کا علم تھا۔ گویا آپ نے فرمایا میرے پانچ فضیلت وعظمت والے اسماء ہیں یا تخصیص کی وجہ ان اسماء کی شہرت ہے۔ گویا آپ نے فرمایا میرے پانچ اسماء مشہورہ ہیں۔ اب ہم ان احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی تعداد میں وارد ہیں اور یہ تعداد ہمیں حضرت جبیر ابن مطعم، جابر بن عبداللہ، ابوموسیٰ اشعری حزیفہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابوالطفیل اور عوف ابن مالک کی مروی احادیث کے ذریعے پہنچی ہے۔

حدیث جبیر

حضرت جبیر سے ان کے بیٹے محمد اور نافع نے روایت کی۔ محمد سے زھری نے، زھری سے بہت ساری مخلوق نے روایت کی ہے۔ ان میں سفیان، شعیب، معمر، مالک، محمد بن میسرہ وغیرہ شامل ہیں۔

سفیان کی روایت کا ذکر

أخبرنی ابوالفرج محمد بن ابی بکر بن الحسین العثمانی بقرأتی علیه بطیبه، أخبرنا والدی، أخبرنا عبدالله بن الحسین المقدسی فی کتابه أن المکی ابن علان أخبره ...... أخبرنا علی ابن خلدون، أخبرنا علی ابن الحسینی الموازی، أخبرنا محمد ابن عبدالرحمان بن أبی نصر، أخبرنا یوسف بن القاسم المیانحی، أخبرنا ابوالعباس محمد بن یعقوب الهاشمی، حدثنا اسحاق ابن ابراهیم، أخبرنا سفیان ح واخبر فیه عالیا ام الفضل بنت محمد المقدسی، أخبرنا ابواسحاق ابراهیم بن احمد الشامی عن اسماعیل بن یوسف، أخبرنا عبدالله بن عمر البغدادی، أخبرنا أبو الوقت الهروی، أخبرنا ابوعاصم الفضیلی، حدثنا عبدالرحمن بن أبی الشریح الأنصاری، حدثنا محمد ابن عقیل، حدثنا علی ابن خشر، حدثنا سفیان عن الزهری، عن محمد ابن جبیر ابن مطعم عن أبیه عن رسو

اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال ان لی اسماء أنا محمد وانا احمد، وأنا الماحي الذی یمحییٰ بی الکفر وأنا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی، وأنا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کئی اسماء ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں وہ ماحی ہوں، جس کے سبب کفر مٹایا جائے گا۔ میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں سفیان سے اور امام مسلم نے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی اور زہیر بن حرب اور ابن عمر سے روایت کیا ہے اور ان تینوں نے سفیان سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے جامع اور شمائل میں سعید ابن عبدالرحمٰن وغیرہ سے اور ان سب نے سفیان سے روایت کیا ہے۔

روایۃ شعیب

اخبرنی ابو الطیب احمد ین محمد الانصاری الادیب بقرأتي علیه اخبرنا ابوالفرانی ابراهیم الکنانی، اخبرنا الحسن بن محمد الدیلمی اخبرنا ابو حفص عمر بن محمد الکرمانی ، اخبرنا ابوبکر القاسم بن عبدالله اخبرنا ابومنصور ابن زاهرخ اخبرنا ابوالشم بن الحسین اخبرنا القاضی ابوبکر الجری، اخبرنا ابوسهیل القطان، حدثنا ابویحییٰ بن الهیشم حدثنا ابوالیمان الحکم بن نافع ح قرآته عالیاً علی ابی العباس احمد بن عبدالقادر الجمالی عن ابراهیم بن احمد، اخبرنا احمد بن ابی طالب اخبرنا عمر بن عبداللّٰه الخزیمی، اخبرنا عبد الاوّل بن عیسی اخبرنا ابوالحسن الداودی، اخبرنا ابومحمد السرخسی، اخبرنا عیسی بن عمر السمرقندی، اخبرنا ابومحمد الدارمی، اخبرنا الحکم بن

[(حوالہ) ۲۴ اس حدیث کو امام احمد نے مسند ۴/۸۰ میں، امام ترمذی نے ترمذی ص ۱۸۳ میں اور جامع میں روایت کیا ہے...... عارضۃ الاحوذی ۱۰/۲۸۰

نافع اخبرنا شعیب بن ابی حمزۃ عن الزھری قال اخبرنی محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول۔"ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر وانا العاقب الذی لیس بعدہٗ احد (۵)اس کا حاشیہ نہیں ہے۔

جبیر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے اسماء ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں۔جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی (نبی) نہ ہو۔

روایۃ معمر

اخبرنی ابوالطیب الانصاری سماعاً اخبرنا اسماعیل بن ابراھیم الحنفی اخبرنا ابوالفتح البیدوی، اخبرنا ابوالفرج بن عبدالمنعم، اخبرنا ابوالفرج بن عبدالوھاب، حدثنا اسماعیل بن محمد الاصبانی املًا اخبرنا محمد بن عبداللہ التاجر، اخبرنا ابوالقاسم الطبرانی، حدثنا اسحاق الدبری، اخبرنا عبدالرزاق، اخبرنا معمر عن الزھری عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول

ان لی اسماء انی انا احمد وانا محمد وانا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بہ الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا

[(حوالہ) شعیب کی روایت کو امام دارمی نے کتاب الرقائق ۲/۳۱۸ میں باب اسما النبی صلی اللہ کے تحت روایت کیا ہے اور الفاظ یہ ہیں:

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ احدہ]

العاقب (٦)

حضرت جبیر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے اسماء ہیں میں احمد ہوں اور میں محمد ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں میرے سامنے لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور میں عاقب ہوں۔

معمر کہتے ہیں میں نے زہری سے دریافت کیا کہ عاقب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

اس حدیث کو امام بخاری نے محمود بن غیلان سے اور امام مسلم نے یونس بن یزید سے اور انہوں نے زہری سے اور امام مسلم نے بھی عقیل بن خالد سے اور انہوں نے زہری سے روایت کیا ہے اور ان سب نے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان لی اسماء اور خمسۃ کے لفظ کا ذکر کسی نے بھی نہیں کیا۔ البتہ یہ لفظ مالک اور محمد بن میسرۃ کی روایت میں موجود ہے۔

مالک کی روایت

اخبرنی قاسم بن عبدالرحمن اجازۃ اخبرنا ابراھیم بن احمد البعلی، اخبرنا مکرم بن محمد، اخبرنا محمد، اخبرنا حمزۃ بن احمد اخبرنا الحسن بن الفرج، اخبرنا یحییٰ بن

[(حوالہ ٦) معمر کی مروی حدیث کو امام عبدالرزاق نے المصنف میں کتاب الجامع باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت روایت فرمایا ہے۔ حدیث ۱۹۶۵۷-۱۰/۴۴۶۔

اور اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵ میں روایت کیا ہے اور امام بخاری نے دو جگہ نقل فرمایا ہے۔ ۱- ج ۴/۲۲۵ میں ابراہیم بن المنذر سے اور ۲ ج ۶ ص ۱۸۸ میں ابوالیمان سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں محمود بن غیلان سے مروی ہیں ملی جیسا کہ امام سیوطی نے فرمایا ہے اور اسی حدیث کو امام مسلم نے یونس کی سند کے ساتھ (جیسا کہ امام سیوطی نے فرمایا ہے) کتاب الفضائل باب فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت روایت کیا ہے۔ ج ۴/ ۱۸۲۸]

بكير، اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن مطعم ان النبي صلى الله عليه وسلم قال "لي خمسة اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحي الذي يمحو الله بي الكفر وانا الحاشره الذي يحشر الناس على عقبي وانا العاقب (۷)

جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے اسماء ہیں میں محمد ہوں میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے بعد اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔

امام مالک نے یونہی اسکو موطا میں روایت فرمایا ہے ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یحییٰ کی روایت میں مرسل ہے اور معین بن عیسیٰ وغیرہ نے اس کو امام مالک سے موصولاً روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے اس حدیث کو اوہام مالک میں شمار کیا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے (۸) اس حدیث کو مالک کی سند سے موصولاً روایت کیا ہے۔

روایت محمد بن میسرة

اخبرني شيخنا قاضي القضاة شيخ الاسلام علم الدين ابن شيخ الاسلام سراج الدين عمر بن رسلان البلقيني مشافهه عن والده ان الحافظ ان الحجاج المزی اخبرهٗ ان الرشيد محمد بن ابی بكر العامری ح انبانی عالياً محمد بن مقبل عن محمد بن احمد الامام ان علي بن احمد بن عبدالواحد اخبرهٗ

[(حوالہ) (۷) مالک کی روایت کو امام مالک نے موطا ج ۲ ص ۱۰۰۴ میں روایت کیا اور یہ موطا کی آخری حدیث ہے لیکن اس میں انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی ہے اور امام سیوطی کے ہاں یحشر الناس علی عقبی کے الفاظ ہیں۔]
[(حوالہ ۸) صحیح بخاری ۴/۲۲۵]

قالا اخبرنا ابوالقسم الخرستانی، اخبرنا ابوعبداللہ الفرادی فی کتابہٖ اخبرنا الحافظ ابوبکر البیھقی، حدثنی ابوالحسن العلوی، اخبرنا ابوبکر بن دلویہ، حدثنی احمد بن حفص بن عبداللہ، حدثنی ابی حدثنی ابراھیم بن طھمان عن محمد بن میسرۃ عن الزھری عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال

لی خمسۃ اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب یعنی الخاتم (۹)

جبیر بن مطعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں میں محمد ہوں، اور میں احمد ہوں میں وہ ماحی ہوں کہ میری برکت سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں وہ حاشر ہوں لوگ میرے سامنے جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں یعنی خاتم ہوں۔

نافع بن جبیر کی روایت

اخبرنی ابوالفضل الازھری سماعاً، اخبرنا ابوالفرج الغزی، اخبرنا احمد بن منصور، ح وانبانی عالیاً ابوعبداللہ الحلوی، عن الصلاح بن ابی عمر قالا اخبرنا ابوالحسن الحنبلی عن ابی المکارم بن اللبان اخبرنا ابوعلی الحداد، اخبرنا ابونعیم، حدثنا عبداللہ بن جعفر حدثنا اوینس بن حبیب، حدثنا ابوداؤد الطیالسی، حدثنا حماد بن سلمۃ عن جعفر بن ابی وحشیۃ عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا محمد وانا احمد والحاشر

[(حوالہ ۹) دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۱۴۳، ۱۴۴]

والماحي والخاتم والعاقب (۱۰)

حضرت جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں محمد ہوں اور میں احمد، حاشر، ماحی، خاتم اور عاقب ہوں۔

اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں جہز بن اسد سے اور انہوں نے حماد سے اسی سند کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔

اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمائی ہے۔

اس حدیث میں اسماء کی تعداد چھ بیان فرمائی گئی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ خمسۃ کا لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کی جزء نہیں آپ نے صرف اسماء کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ اور جبیر رضی اللہ عنہ نے ان اسماء میں سے کچھ کا ذکر فرمایا ہے یا انہوں نے سب کا ذکر کیا ہے لیکن ان سے آگے روایت کرنے والوں نے بعض محفوظ کر لئے ہیں۔

یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں کہا کہ ابو صالح کی حدیث مجھے لیث نے بیان کی اور لیث کہتے ہیں مجھے خالد بن یزید نے سعید بن ابی ہلال سے بیان کی اور انہوں نے عقبہ بن مسلم سے روایت کی اور انہوں نے نافع بن جبیر سے روایت کیا کہ وہ عبدالملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے تو عبدالملک نے ان سے کہا کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسماء کو شمار کر سکتے ہو جنہیں جبیر بن مطعم شمار کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا ہاں وہ چھ اسماء ہیں محمد، احمد، خاتم، حاشر، عاقب اور ماحی

حاشر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب قیامت کے زمانہ میں تمہیں عذاب شدید سے ڈرانے والے بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔

اور آپ عاقب اس لئے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر میں تشریف لائے اور ماحی اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے آپ کے متبعین کے گناہ مٹا دیئے ہیں۔ (۱۱)

[(حوالہ ۱۰) مسند امام احمد ۴/۸۰، دلائل النبوۃ بیہقی ۱/۱۴۴]

[(حوالہ ۱۱) دلائل النبوۃ للبیہقی ۱/۱۴۴، ۱۲۵۔ اس حدیث کو میں نے مستدرک للحاکم اور دلائل النبوۃ لابی نعیم میں کافی تلاش کیا مگر تلاش میں کامیاب نہ ہو سکا۔]

اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں اور امام بیہقی اور ابونعیم نے الدلائل میں روایت کیا ہے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں یہ حدیث مرسل حسن الاسناد ہے۔

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بلکہ متصل ہے کیونکہ نافع نے اپنے باپ سے روایت کی ہے لیکن اپنے باپ کا تذکرہ انہوں نے اس لئے نہیں کیا کہ عبدالملک نے اپنے کلام میں ان کا تذکرہ یہ کہہ کر "التی کان یعدھا جبیر" کر دیا تھا۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ

حدیث جابر، حدیث جبیر ہی کی مانند ہے البتہ اس میں عاقب کا لفظ نہیں۔

اخبرنی ابوعبداللّٰہ محمد بن ابی محمد الاموی فی کتابہ عن ابی عبداللہ بن قدامۃ ان ابا لحسن الحنبلی اخبرہٗ عن ابی المکارم بن اللبان، اخبرنا ابوعلی الحداد، اخبرنا ابونعیم، اخبرنا ابوالقاسم الطبرانی فی الاوسط حدثنا خیر بن عرقۃ حدثنا عروۃ بن مروان الدقی، حدثنا عبید عمرو عن عبداللّٰہ بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر واذا کان یوم القیامۃ کان لواء الحمد معی کنت امام المرسلین وصاحب شفاعتھم (۱۲)

[(حوالہ ۱۲) مخطوط سے حدیث کا اول حصہ ساقط ہے اور وہ مجھے الزوائد میں ج ۸/۲۸۴ میں یوں ہے اور ہیثمی فرماتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں احمد ہوں، اور میں محمد اور میں حاشر ہوں جس کے سامنے لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور میں ماحی ہوں کہ میری برکت سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ساتھ ہوگا اور میں مرسلین کا امام اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں۔ اور فرماتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے کبیر واوسط میں نقل کیا ہے اور اس کی سند میں عروۃ بن مروان ہیں جن کے بارے میں کہا گیا کہ وہ قوی نہ تھے باقی رواۃ کی توثیق کی گئی ہے۔]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ماحی ہوں میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور قیامت کے دن لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) میرے ساتھ ہوگا اور میں مرسلین کا امام اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں۔

امام طبرانی فرماتے ہیں حضرت جابر سے اس حدیث کو صرف عبداللہ نے روایت کی ہے اور عبداللہ سے صرف عبیداللہ اور قاسم نے روایت کی ہے۔ (۱۳)

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں ابونعیم نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں طبرانی کے واسطہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وانا الحاشر الذی لا یحشر الناس الاعلی قدمی

اور میں وہ حاشر ہوں کہ لوگوں کو صرف میرے سامنے جمع کیا جائے گا۔

اور عبداللہ بن محمد بن عقیل کو کبار محدثین نے قابل احتجاج قرار دیا ہے۔

حدیث ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

اخبرتنی ام الفضل بنت محمد الاثری بقرأتی علیھا اخبرنا ابوالفرج الغزی اخبرنا ابوالمحاسن الختمی اخبرنا عبدالوھاب بن رواح، اخبرنا ابوطاھر السلعی، اخبرنا نصر بن احمد القاری، اخبرنا ابومحمد بن البیع، حدثنا الحسین بن اسماعیل المحاملی، حدثنا محمود بن خداش، حدثنا کثیر بن ھشام، حدثنا المسعودی ح اخبرنا ابوالفضل بن عمر الازھری اسماعیل اخبرنا. ابوالفرج الغزی، اخبرنا احمد بن منصور ح وکتب الی عالیاً ابوعبداللہ بن مقبل عن محمد بن احمد المقدسی قالا اخبرنا علی بن احمد السعری قال النسائی اجازۃ عن ابی المکارم بن اللبان، اخبرنا ابوعلی الحداد اخبرنا ابونعیم، اخبرنا عبداللہ بن جعفر، حدثنا

[(حوالہ ۱۳) طبرانی ج ۲/ ۱۹۹]

يونس بن حبيب حدثنا ابوداؤد الطيالسي، حدثنا السعودی
عن عمرو بن مرة عن ابی عبیدة عن ابی موسیٰ الاشعری رضی
الله تعالیٰ عنه، قال سمی لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم
نفسهٗ اسماء فمنها ما حفظنا قال انا محمد واحمد والمقفی
والحاشر ونبی التوبة ونبی الرحمة (۱۴)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہمیں فرمایا تھا ان میں سے بعض جو ہمیں یاد ہیں وہ یہ ہیں۔
محمد، احمد، المقفی، الحاشر، نبی توبہ اور نبی رحمۃ ہوں۔

خبرنی ابوالعباس احمد بن عبدالقادر الحنفی قرأة اخبرنا
ابوالمعالی الحلاء اخبرنا ابوالعباس الحلوی، اخبرنا
ابوالفرج الحرانی، اخبرنا عبدالله ابی المجدح، اخبرنا
ابوالقسم بن الحسین، اخبرنا ابوعلی التمیمی اخبرنا ابوبکر
القطیعی، حدثنا عبدالله احمد، حدثنا ابی، حدثنا وکیع عن
السعودی ویزید اخبرنا السعودی عن عمرو بن مرة عن ابی
عبیدة عن ابی موسیٰ قال۔

سمّی لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه نفسهٗ اسماء منها ما حفظنا
فقال انا محمد واحمد والمقفی والحاشر ونبی الرحمة (۱۵) ونبی
التوبة ونبی الملحمة۔

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بذات خود (اپنے)
اسماء بیان فرمائے تھے جن میں کچھ ہم نے یاد رکھے پس اور اس سند کے ساتھ امام احمد
تک روایت موجود ہے۔

حدثنا عمرو بن الهیثم ویزید بن هارون، اخبرنا السعودی

[(حوالہ ۱۴) ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء، ۵/۱۹۹ اور ۱۰۰ میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت فرمایا ہے۔]

عن عمرو بن مرة عن ابی عبیدة عن ابی موسیٰ قال سمی لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نفسهٗ اسماء منها ما حفظنا ومنها مالم نحفظ قال انا محمد وانا احمد والمقفی والحاشر ونبی التوبة والملحمة (۱۲)

سیوطی نے نبی الملحمہ کا لفظ ذکر کیا ہے لیکن مسلم میں نبی الرحمۃ کا لفظ ہے]

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں ہمیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذات خود (اپنے) اسماء بیان فرمائے۔ ان میں سے کچھ ہم نے یاد رکھے اور کچھ ہم بھول گئے۔ آپ نے فرمایا میں محمد ہوں میں احمد، المقفی حاشر، نبی توبۃ اور نبی جہاد ہوں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اسحاق بن ابراہیم الحنظلی سے اور انہوں نے جریر سے اور انہوں نے اعمش سے اور انہوں نے عمرو بن مرۃ سے نبی الملحمۃ کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث حذیفۃ

اخبرنی الشیخ شهاب الدین ابوالحیاة الخضر بن محمد الحلبی سماعاً علیه، اخبرنا ابوحفص عمر بن اید غمش، اخبرنا عبدالرحمن بن محمد النصیبی، اخبرنا عبدالکریم بن عثمان العجمی، اخبرنا عبدالمطلب بن الفضل الهاشمی، اخبرنا ابوحفص عمر بن علی الکرابیسی ح، واخبرنی عالیاً ابوعبدالله الحلبی مکاتبة عن الصلاح بن ابی عمر، اخبرنا ابوالحسن بن البخاری، اخبرنا ابوالیمن الکندی، اخبرنا ابوشجاع النظامی، قالا اخبرنا، ابوالقسم البلخی، اخبرنا علی بن احمد الخزاعی اخبرنا الهیثم بن کلیب، اخبرنا الحافظ ابوعیسیٰ الترمذی فی الشمائل، حدثنا محمد بن طریف

[(حوالہ ۱۲) مسند امام احمد ج ۴/ ۳۹۵، مسلم ۴/ ۱۸۲۸، ۱۹۲۹، کتاب الفضائل باب ۳۴ حدیث ۱۲۶- تنبیہ

الكوفي، حدثنا ابوبكر بن عياش عن عاصم عن ابي وائل عن حذيفة قال لقيت النبي صلى الله عليه وسلم في بعض طرق المدينة فقال انا محمد وانا احمد وانا نبي الرحمة ونبي التوبة وانا المقفي وانا الحاشر ونبي الملحمة (۱۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ منورہ کے کسی راستے میں ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں نبی الرحمۃ اور نبی توبہ ہوں میں مقفی ہوں اور میں حاشر اور نبی ملحمہ ہوں۔

اس حدیث کو امام احمد نے نقل فرمایا ہے اور اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں سوائے عاصم کے۔

حدیث ابن مسعود

اخبرني ابوالفضل الازهري اجازة ان لم يكن سماعاً اخبرنا ابواسحاق البعلي كذالك اخبرنا محمد بن الهيجاء اجازة، اخبرنا الحافظ ابوالحسن البكري اخبرنا ابوروح الهروي، اخبرنا غنم بن ابي سعيد، اخبرنا ابوالحسن البحائي اخبرنا ابوالحسن بن احمد بن هارون اخبرنا ابوحاتم بن حبان، اخبرنا محمد بن اسحاق مولى ثقيف، حدثنا اسحاق بن ابراهيم الحنظلي، اخبرنا روح، اخبرنا حماد بن سلمة عن عاصم بن ابي النجود، عن زر عن عبدالله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في سكة من سكك المدينة انا

[(حوالہ ۱۷) مسند امام احمد ۵/۴۰۵، اس کی سند میں عاصم بن بھدلۃ ہیں، ہیثمی نے مجمع الزوائد ۸/ ۲۴۸ میں حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا اس کو امام احمد اور بزار نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں سوائے عاصم بن بہدلۃ کے وہ ثقہ ہیں لیکن سوءِ حفظ پایا جاتا ہے۔]

محمد واحمد والعاشر والمقفی، ونبی الرحمة (۱۸)

حدیث ابن عباس

اخبرنی شیخنا العلامة تقی الدین ابو العباس احمد بن محمد الشمنی رحمه اللّٰه تعالٰی بقرأتی علیه، اخبرنا ابو احمد عبداللّٰه بن علی الکنانی، اخبرنا ابو الحرم القلانسی، اخبرتنا مؤنسة بنت ابی بکر عن ام ھانی بنت احمد ح دا بنانی عالیاً محمد بن ابومحمد الاموی عن محمد ابن احمد بن قدامة ان علی بن احمد اخبرہٗ عن الفرج الثقفی قالا اخبرتنا فاطمة بنت عبداللّٰه، اخبرنا ابوبکر بن دندہ، اخبرنا الطبرانی فی الصغیر، حدثنا احمد بن محمد الواسطی، حدثنا ابونعیم الفضل بن دکین، حدثنا سلمة بن نبیط بن شریط عن الضحاك بن مزاحم عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال انا احمد ومحمد والحاشر والمقفی والخاتم (۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں احمد، محمد، الحاشر، المقفی اور الخاتم ہوں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صرف اسی اسناد کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

[(حوالہ ۱۸) اس حدیث کو ابن حبان نے روایت کیا ہے اور ہیثمی کی کتاب موارد الظمآن میں ۲۰۹۵ کے تحت موجود ہے۔

[(حوالہ ۱۹) یہ حدیث طبرانی صغیر ۱/۵۸ میں ہے۔ طبرانی کہتے ہیں حدثنا احمد بن محمد بن یحیٰی بن مھران السیوطی البغدادی اور خطیب کی تاریخ بغداد ۵/۹۹ میں ہے کہ احمد بن محمد بن مہران السوطی سے ابوالقاسم طبرانی نے روایت کیا ہے اور یہ احمد بن محمد بن یحیٰی ہیں اور مخطوطہ میں ہے۔ اخبرنا الطبرانی فی الصغیر حدثنا احمد بن محمد الواسطی، سیوطی سوطی اور الواسطی تینوں لفظوں میں واضح اختلاف موجود ہے۔]

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضحاک [۲۰] اور ابن عباس کے درمیان منقطع ہے۔

حدیث ابی الطفیل

اخبرني محمد بن ابي الحسن الشاذلي وابوهريرة عبدالرحمن بن ابي الحسن وغير واحدٍ اجازة، قالوا اخبرنا ابوالحسن بن ابي المجد اذناً عن ابي العباس الصالحي ان ابا الفضل الهمداني اخبرهٗ عن ابي طاهر السلفي، اخبرنا ابوعلي الحسن بن حمزة بن محمد بقرأتي عليه بالكوفة اخبرنا ابوالحسين محمد بن الحشيش التيمي اجازة، حدثنا ابوحفص محمد بن دحيم الشيباني، اخبرنا ابوعبدالله محمد بن احمد بن ابي حكمة حدثنا محمد بن عمران بن ابي ليلى حدثنا اسماعيل ابويحيٰي التيمي عن سيف بن وهب قال سمعت اباالطفيل قال قال رسول اللّٰه صلي الله عليه وسلم لي عشرة اسماء عندربي (۲۱)

[(حوالہ ۲۰) احمد شاکر نے مسند احمد کی تحقیق ۴/۶۷ میں فرمایا ہے کہ بعض لوگوں نے ابن عباس یا کسی بھی صحابی سے ضحاک کے سماع کا انکار کیا ہے۔ امام بخاری نے بھی حمید کے ترجمہ میں اس حدیث کو مرسل کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس حدیث کو ضحاک نے روایت کیا ہے وہ مرسل ہے۔ اس بارے میں مثبت اختلاف ہے اور یہ اختلاف خطاء پر مبنی ہے کیونکہ ضحاک کا وصال ۱۰۲ھ میں ہوا ہے اور وہ اسی سال یا اس سے زیادہ عمر کے تھے۔ احمد شاکر کہتے ہیں کہ ان سے ابوجناب کلبی نے ضحاک سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں سات سال ابن عباس کی صحبت میں رہا ہوں۔]

[(حوالہ ۲۱) یہ حدیث اتحاف السادۃ المتقین ۷/۱۶۳ میں ہے۔ زبیدی فرماتے ہیں کہ ابن دحیہ نے اپنی کتاب ''المستوفی'' میں مخطوطہ کی مذکورہ سند کے ساتھ نقل کی ہے۔ اتحاف کی مذکورہ سند کو ہم بیان کرتے ہیں کیونکہ مذکورہ رواۃ کے اسماء میں غلطیاں پائی گئی ہیں۔ ابن دحیہ نے اپنے شیخ ابوطاہر السلفی سے اور انہوں نے ابوعلی الحسن بن حمزۃ سے اور انہوں نے ابوالحسین بن خشیش سے (مخطوطہ میں حشیش ہے) اور انہوں نے ابوجعفر بن دحیم سے اور انہوں نے عبداللہ التمار سے اور انہوں نے محمد بن عمران ابی لیلیٰ سے اور انہوں نے اسماعیل بن یحیٰ تیمی سے اور انہوں نے سیف بن وہب سے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد حدیث بیان کی ہے۔]

سیف بن وھب کہتے ہیں میں نے ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پروردگار کے ہاں میرے دس نام ہیں۔ ابوالطفیل کہتے ہیں آٹھ نام تو میں نے یاد رکھے اور دو بھول گیا ہوں۔ (اور وہ آٹھ نام یہ ہیں)

انا محمد واحمد والفاتح والخاتم وابوالقاسم والحاشر والعاقب والماحی میں محمد، احمد، فاتح، خاتم، ابوالقاسم، حاشر، عاقب اور ماحی ہوں۔

سیف بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابوجعفر سے بیان کی تو اس نے کہا اے سیف الملاء میں تجھے ان دو ناموں سے آگاہ کروں تو میں نے کہا ہاں ضرور بتائیں۔ انہوں نے فرمایا وہ دو نام یٰسین اور طٰہٰ ہیں۔ اس حدیث کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں محمد بن احمد بن ابراہیم اور انہوں نے احمد بن محمد بن عاصم سے انہوں نے عبداللہ بن عمر بن ابان سے انہوں نے ابویحیی سے روایت کیا ہے اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں محمد بن احمد بن الحسین سے اور انہوں نے محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر بن ابان سے اور انہوں نے ابویحییٰ سے روایت کیا ہے۔

اور اسی حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں عبدوس بن عبداللہ سے اور انہوں نے ابوبکر احمد بن لال الفقیہ سے اور انہوں نے حفص بن عمر سے اور انہوں نے ابوبکر بن ابوعیسیٰ بن عبدالاول سے اور انہوں نے ابویحییٰ تیمی ہی سے روایت کیا ہے۔ ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ ایسی سند ہے جو کسی شیٔ کے مساوی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ ایک وضاع (حدیث گھڑنے والے) اور ایک ضعیف پر دائر ہے۔ وضاع تو ابویحییٰ تیمی ہے (۲۲) اور ضعیف سیف بن وھب (۲۳) ہے۔

[(حوالہ ۲۲) ابوحاتم اتحاف السادۃ المتقین ۱۶۳/۷ میں فرماتے ہیں کہ ابویحییٰ تیمی ثقات سے موضوعات روایت کرتا ہے۔ اس سے روایت کرنا جائز نہیں اور دارقطنی نے فرمایا کہ وہ کذاب اور متروک ہے اور الازدی کہتے ہیں کہ ابویحییٰ تیمی ارکان کذب میں سے ایک رکن ہے۔ اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔]

[(حوالہ ۲۳) اتحاف ج ۱۶۳/۷ میں ہے کہ سیف بن وھب کے متعلق امام احمد نے فرمایا کہ وہ ضعیف الحدیث ہے اور یحییٰ نے فرمایا کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہے اور نسائی نے فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں۔]

حدیث عوف رضی اللہ عنہ

و بالاسناد الماضي الى ابي نعيم حدثنا سليمان بن احمد حدثنا احمد بن عبدالوهاب حدثنا ابو المغيرة، حدثنا صفوان بن عمرو عن عبدالرحمن بن زبير بن نفير عن ابيه عن عوف بن مالك قال انطلق النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم وانا معه حتى دخلنا كنيسة اليهود يوم عيدهم فكرهوا دخولنا عليهم فقال لهم النبي صلى الله عليه وسلم يا معشر اليهود والله لانا الحاشر وانا العاقب وانا المقفى آمنتم او كذبتم (۲۴) ثم انصرف وانا معه

عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے یہودیوں کے کینہ میں داخل ہو گئے اور وہ دن ان کی عید کا دن تھا۔ انہوں نے اپنے ہاں ہمارے داخل ہونے کو ناپسند کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے یہودیوں اللہ کی قسم میں حاشر ہوں اور میں عاقب ہوں اور میں مقفی ہوں۔ تم ایمان لاؤ یا تکذیب کرو، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے اور میں ساتھ لوٹا۔

امام نووی رحمہ اللہ نے (۲۵) تہذیب الاسماء میں فرمایا۔ مذکورہ اسماء شریفہ کا غالب حصہ صفات ہیں جیسا کہ عاقب، حاشر، خاتم، ان پر اسم کا اطلاق مجازاً ہے۔ ابن عساکر نے مبہمات القرآن میں فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کو آپ کی صفات

[(حوالہ ۲۴) یہ حدیث مجھے نہیں ملی]

[(حوالہ ۲۵) تہذیب الاسماء ۱/۲۲، امام نووی نے ابن عباس کی یہ مروی حدیث مرفوعاً روایت کرنے کے بعد کہا۔ ان مذکورہ میں سے بعض صفات ہیں۔ ان پر اسماء کا اطلاق مجاز ہے۔ حدیث ابن عباس اسمى في القرآن محمد وفي الانجيل احمد وفي التوراة احيد وانما سميت احيد لأني احيد امتي النار جهنم۔]

سے اخذ کیا جائے تو ان کی تعداد بہت بڑھ جائے گی اور وہ اسماء کریمہ جن پر ہمیں واقفیت حاصل ہوئی ان کی تعداد تین سو چالیس سے زائد ہے۔ ان اسماء کی درج ذیل چند اقسام ہیں۔

۱- وہ اسماء جو قرآن کریم میں صریح اسم کے ساتھ وارد ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

محمد، احمد، الاحسن، اذن خیر، الاعلٰی، الامام، الامین، الامی، الآمر، انفس العرب، آیة اللّٰہ، آلمٓر، آلمٓص، البرھان، البشیر، البلیغ، البینة، ثانی اثنین، الحریص، الحق، حم، حمعسق، الحنیف، خاتم النبیین، الخبیر، الداعی، ذوالقوہ، رحمة اللعلمین، الرؤف، الرحیم، الرسول، سبیل اللّٰہ، السراج المنیر، الشاھد، الشھید، الصاحب، الصادق، الصراط المستقیم، طس، طسم، طٰہ، العامل، العبد، عبداللّٰہ، العروة الوثقی، العزیز، الفجر، فضل اللّٰہ، قدم صدق، الکریم، کھیعص، اللسان، المبشر، المبین، المدثر، المزمل، المذکر، المرسل، المسلم، المشھود، المصدق، المطاع، المنادی، المنذر، المیزان، الناس، النبی، النجم الثاقب، النذیر، نعمت اللّٰہ، النور، نون، الھدی، الولی، الیتیم، یٰسین،

۲- وہ اسماء کریمہ جو قرآن حکیم میں صیغۂ فعل کے ساتھ وارد ہیں۔ درج ذیل ہیں۔

اخذالصدقات، الامر، الناھی، التالی، الحاکم، الذاکر، الراضی، الراغب، الواضع، رفیع الذکر، رفیع الدرجات، الساجد، الصابر، الصادع، الصفوح، العابد، العالم، العلیم، العفو، الغالب، الغنی، المبلغ، المتبع، المتبتل، المتربص، المحلل، المحرم، المرتل، المزکی، المسبح، المستعیذ، المستغفر، المؤمن، المشاور، المصلی،

المعزز، الموقر، المعصوم، المنصور، المؤلى، المؤيد، الناصب، الهادى، الواعظ

۳- وہ اسماء شریفہ جو حدیث اور کتب قدیمہ میں وارد ہیں۔

أجير، أحيد، احاد، اخوماخ، الاتقى، الابر، الابيض، الانفر، الاصدق، الأجود، اشجع الناس، الآخذ بالحجزات، أرجح الناس عقلًا، الاعلم بالله، الأخشىٰ لله، أفصح العرب، أكثر الانبياء تابعا، الأكرم، الاكليل، امام النبيين، امام المتقين، امام الناس، امام الخير، الامان، أمنة اصحابه، الامين، الاوّل، الآخر، اخرايا، الاواه، الابطحى، البارقليط، الباطن، البرقليطس، بماؤذماؤذ، البيان، التقى، التلقيط، التهامى، الشمال، الجبار، الخاتم، الحاشر، حاط حاط، الحافظ، حامد، حامل لواء الحمد، حبيب الله، حبيب الرحمن، حبيطا، الحجة حرز اللعين، الحسيب، الحفيظ، الحكيم، الحليم، الحميد، الحيى، الخاتم، خازن مال الله، الخاشع، الخاضع، خطيب النبيين خليل الله، خليفة الله، خير العلمين، خير خلق الله، خير هذه، الامة دارالحكمة، الدامغ، الذكر، الرافع، راكب البراق، راكب الجمل، رحمة مهداة رسول الرحمة، رسول الراحة، رسول الملاحم، ركن المتواضعين، الرهاب، روح الحق، روح القدس، الزاهد، الزكى، الزمزمى، زين، وافى القيامة، سابق، سرخطيلس، سعيد، السلام، سيد الناس، سيد ولدادم، سيف الله، الشارع، الشافع، الشفيع، المشفع، الشاكر، الشكور، الشكار، صاحب اتلاج، صاحب الحجة، صاحب الحوض، صاحب الكوثر،

صاحب الحطیم، صاحب الخاتم، صاحب زمزم، صاحب السلطان، صاحب السیف، صاحب الشفاعة العظمی صاحب القضیب، صاحب اللواء، صاحب المحشر، صاحب المدرعة، صاحب المشعر، صاحب المعراج، صاحب المقام المحمود صاحب المنبر، صاحب النعلین، صاحب الهراوة، صاحب الوسیلة، صاحب لا اله الا الله، الصادق، المصدوق، الصالح، الضابط، الضحوك، الطاهر، طاب طاب، الطیب، الظاهر، العاقب، العدل، العربی، عصمة الله، العظیم، العفیف، العلی، الغفور، الغلاب، الغیث، الفاتح، الفارق، فارقلیطات، الفرط، الفصیح، فلاح، فئة المسلمین، القائم، قاسم قائد الخیر، قائد الغرالمحجلین، القتال، قثم، قدمایا، القرشی، القریب، قیم، الکاف، کندیره، الماجد، الماحی، المامون، المبارک، المتقی، المتمکن، المتوکل، المجتبی، المخبر، المحج، محمود المخبت، المخبر، المختار، المخلص، المرتجی، المرشد، مرحمة ملحمة، مرغمة، المسدد، المسعود، المسیح، المشفوع، مشقح، المصطفی، مصلح، المطهر، المطیع، المعطی، المعقب، المعلم، المعز، المفضال، المفضل، المقدس، المقی، مقیم السنة، المکرم، المکی، المدتی، المنتخب، المخمنا، المنصف، المنیب، المهاجر، المهدی، المهیمن؛ المؤتمن، موصل، ماذ ماذ، موذ موذ، میذ میذ، الناسخ، الناشر، الناصح، الناصر، نبی التوبة، نبی الرحمة، نبی الرحمة، نبی الملحمة، نبی الملام، النسیب النقی، النقیب، الهاشمی، الواسط، الواعد، الوسیلة؛ الوفی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل چار کنیتیں ہیں۔

ابو القاسم، ابو ابراھیم، الو المؤمنین، أبو الارامل،

الفصل الثالث

حضرت قاضی (۲۶) عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سارے انبیاء کرام کو اس شرف سے نوازا کہ انہیں اپنے اسماء سے موسوم فرمایا چنانچہ حضرت اسحاق، حضرت اسماعیل کو علیم اور حلیم سے موسوم فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم اور حضرت نوح علیہ السلام کو شکور کے نام سے موسوم فرمایا اور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسماء سے مزین وموسوم فرما کر فضیلت سے نوازا۔ ان میں سے بعض اسماء قرآن کریم میں موجود ہیں اور اسماء کی ایک بڑی تعداد سابق انبیاء کرام کی مبارک زبانوں سے ادا کرائے۔ اس وقت ہمارے پاس ان اسماء میں سے تیس کے قریب نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک اسم حمید ہے۔ حمید بمعنی محمود (جس کی تعریف کی گئی) ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی خود بھی تعریف فرماتا ہے اور اس کے بندے بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اور حمید کا ایک معنی حامد (حمد کرنے والا) ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی بھی حمد فرماتا ہے اور اعمال طاعت (اعمال صالحہ) کی بھی تعریف کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو احمد ومحمد سے موسوم فرمایا محمد بمعنی محمود ہے۔ آپ کا یہ اسم گرامی حضرت داؤد کی کتاب زبور میں موجود تھا اور احمد کا معنی ہے حمد کرنے والوں میں سب سے زیادہ حمد کرنے والا اور جن کی حمد کی جاتی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ عزت وعظمت والا اسی بات کی طرف حضرت حسان نے اپنے اس شعر میں اشارہ فرمایا۔

[(حوالہ ۲۶) الشفاء ۱/۴۵۸]

[(حوالہ ۲۷) حضرت حسان بارگاہ نبوت کے شاعر تھے۔ آپ مخضرمی شعراء میں سے ہیں۔ آپ نے ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں بسر کیے۔ اور ساٹھ سال زمانہ اسلام میں، آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۵۴۰ھ میں ہوا۔]

أنمر عليه للنبوة خاتم ...... من الله من نور يلوح ويشهد

وضم الا له اسم النبي الى اسمعهٔ...... اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد

وشق له من اسمه ليجلله ...... فذو العرش محمود وهذا محمد

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے نبوت کے لئے خاتم اللہ کی طرف سے ایسا نور جو چمک رہا ہے اور شہادت دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے ملا دیا جب مؤذن پانچ وقت واشہد کہتا ہے اور ان کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا تاکہ ان کی عظمت کا اظہار کرے۔ پس عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

قاضی عیاض کے بیان کردہ اسماء

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام اسماء بیان کر دیئے ہیں جن تک ان کی رسائی ممکن ہوئی۔ وہ درج ذیل اسماء ہیں۔

الأكرم، الأمين، الأول، الأخر، البشير، الجبار، الحق، الخبير، ذوالقوة، الرؤف، الرحيم، الشهيد، الشكور، الصادق، العظيم، العفو، العالم، العليم، العزيز، الفاتح، الكريم، المبين، المؤمن، المهمين، المقدس، المولى، الولي، النور، المعادى، طه، يٰسين

(مصنف فرماتے ہیں) ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مذکورہ اسماء کے علاوہ کچھ اور اسماء بھی دستیاب ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

الأبيض، الأحد، الأصدق، الأحسن، الأجود، الاعلىٰ، الأمر، الناهي، الباطن، البر، البرهان، الحاشر، الحافظ، الحفيظ، الحسيب، الحكيم، الحليم، الحيي، الخليفه، الداعي، الرافع، الوداع، رفيع الدرجات، السلام، السيد، الشاكر، الصابر، الصاحب، الطيب، الطاهر، العدل، العلي، الغالب، الغفور، الغني،

القائم، القریب، الماجد، المعطی، الناسخ، الناشر، الوفی، الٓمرا، الٓمص، طٰسٓ، طٰسٓمٓ، حٰمٓ، حٰمٓعٓسٓقٓ، الناسخ، الناشر، الوفی، الٓمرا، الٓمص، طٰسٓ، طٰسٓمٓ، حٰمٓ، حٰمٓعٓسٓقٓ، کٓھٰیٰعٓصٓ

انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب ان میں سے ہر اسم کی وضاحت اپنے مقام پر ہوگی۔

یہ مقدمہ کتاب کا آخر ہے۔ یہ مقدمہ ایک مستقل تالیف بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اب ہم تاجدار کائنات نورِ مجسم سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے مکرم نام محمد سے آغاز کرتے ہوئے اسماء شریفہ کی شرح شروع کرتے ہیں۔ باقی اسماء کی شرح حروف تہجی کی ترتیب سے کی جائے گی۔ البتہ بعض ایسے اسماء کو مقدم کیا جائے گا جو دوسرے اسماء کو لازم ہیں جیسا کہ ناہی کو امر کے ساتھ منیر کو سراج کے ساتھ اور مستقیم کو صراط کے ساتھ، اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کا خواستگار ہوں۔ بے شک وہ قریب و مجیب ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اینب

اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شرح

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (۲۸) (محمد اللہ کے رسول ہیں)

۲- وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (۲۹) (اور محمد تو ایک رسول ہیں)

۳- مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ (۳۰)

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں۔

سابقہ تمام احادیث میں اس اسم مبارک کا ذکر موجود ہے۔ یہ اسم گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسماء سے مشہور تر اور عظیم تر ہے۔

[(حوالہ ۲۸) الفتح:۲۹]

[(حوالہ ۲۹) آل عمران:۱۴۴]

[(حوالہ ۳۰) الاحزاب:۴۰]

اسم محمد مدار ایمان ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک پر بہت سارے امور کا مدار ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱- کافر کے اسلام قبول کرنے کی صحت اسی اسم مقدس کے تلفظ پر موقوف ہے بایں طور کہ وہ ''محمد رسول اللہ'' کہے۔ کافر کے صحت اسلام کے لئے اسم احمد کا تلفظ کافی نہیں لیکن علامہ حلیمی (۳۱) رحمتہ اللہ علیہ نے اسم احمد کے تلفظ کو بھی اس شرط کے ساتھ کافی قرار دیا ہے کہ اس کے ساتھ ابوالقاسم کا اضافہ کر دیا جائے اور علامہ اسنوی (۳۲) رحمتہ اللہ علیہ نے ''التمہید'' میں اسی قول کو ثابت رکھا ہے۔

حلمی نے منہاج میں فرمایا کہ اگر کافر اسلام قبول کرتے وقت احمد ابوالقاسم رسول اللہ کہہ دے تو اس کا یہ کہنا ''محمد رسول اللہ'' کہنے کے مترادف ہوگا۔]

۲- نماز کے تشہد میں اسم محمد ہی کی ادائیگی متعین ہے احمد وغیرہ دیگر اسماء کا پڑھنا کافی نہ ہوگا جیسا کہ شرح المہذب اور التحقیق وغیرہ کتب میں ہے۔

۳- خطبہ میں بھی اسی نام مبارک کا پڑھنا متعین ہے۔

۴- اگر کسی کا نام محمد ہے اور اس نے اس نام کو انگشتری میں نقش کیا ہے تو اس منقش انگشتری کو ہاتھ میں پہن کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ ہے۔

۵- اور اس منقش انگشتری کو بوقت استنجاء ہاتھ سے اتارنا واجب ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ

اگر کسی کا نام محمد ہو اور اس نے یہ نام اپنی انگشتری میں نقش کیا ہے اور اس سے مراد بھی وہ اپنی ذات لے رہا ہے تو اس نام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی ''محمد''

[(حوالہ ۳۱) حلیمی نے اپنی کتاب منہاج الدین کے شعب الایمان میں یہ بات فرمائی ہے۔ حلیمی سے مراد حضرت شیخ الاسلام ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی جرجانی شافعی متوفی ۴۰۳ھ ہیں۔]

[(حوالہ ۳۲) تمہید ص ۴۰ میں ہے۔ قال الحلیمی فی المنهاج ولو قال احمد ابو القاسم رسول الله فهو كقوله محمد رسول الله

سے احکام میں الحاق کرنا محل نظر ہے۔

اسم محمد سے انبیاء ومرسلین کا عدد نکلتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم پاک ''محمد'' سے ضرب مع الکسر اور بسط کے ذریعے انبیاء مرسلین کا عدد نکلتا ہے۔ مرسل انبیاء کرام کی تعداد ۳۱۳ ہے اور یہ عدد اسم محمد سے یوں نکلتا ہے کہ اس اسم میں پہلی میم غیر مشدد ہے اور دوسری میم دو حرفوں سے مشدد ہے۔ اب ہر میم کو توڑا جائے تو میم کا لفظ بن جاتا ہے۔ اب لفظ میم کی پہلی میم کے عدد چالیس اور دوسری کے بھی چالیس عدد اور درمیانی حرف یا کے دس عدد ان کو جب جمع کیا تو نوے کا عدد حاصل ہوا چونکہ میم کی تعداد تین ہے لہٰذا ہر میم کے نوے نوے عدد حاصل ہوئے ان سب کو جمع کیا تو دوسو ستر کا عدد حاصل ہوا اس کے بعد اسم محمد کے حرف دال کو توڑا جائے تو اس کی تکسیر ''دال'' بن جاتی ہے۔ اس میں تین حرف ہیں۔ الف، لام، د، حرف ''د'' کے چار عدد اور الف کا ایک عدد لام کے تیس عدد ہیں۔ ان سب کو جمع کیا تو پینتیس کا عدد حاصل ہوا اور اسم محمد کا تیسرا حرف ''حا'' ہے اور حرف حا کی تکسیر نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کے صرف آٹھ عدد ہوں گے۔ اب ان سب اعداد کو جمع کیا جائے تو ۳۱۳ کا عدد حاصل ہوگا اور یہی تعداد انبیاء مرسلین کی ہے۔

اسم محمد منقول ہے یا مرتجل؟

(۳۳) محمد علم ہے نحاۃ میں سے ابن معط (۳۴) کا خیال ہے کہ یہ مرتجل ہے لیکن علماء نے ان کے اس موقف کو غلط قرار دیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ اسم باب تفعیل کے اسم مفعول سے منقول ہے۔ صحاح میں ہے حمد ذم کی نقیض ہے کہا جاتا ہے۔

حمدت الرجل احمدہ حمداً ومحمدۃً فہو حمید ومحمود وتحمید حمد سے زیادہ بلیغ ہے اور محمد اس

[(حوالہ ۳۳) قاضی عیاض الشفاء، ج ۱ ص ۱۴۴، میں فرماتے ہیں محمد بروزن مفصل مبالغہ کا صیغہ ہے۔]

[(حوالہ ۳۴) ابن معط سے مراد ابوالحسین یحیٰی بن عبدالمعطی بن عبدالنور الزواوی ہیں ان کی ولادت سن ۵۶۴ ہجری اور وفات سن ۶۲۸ ہجری کو مصر میں ہوئی۔ مشہور کتاب الفیہ انہی کی تالیف ہے یہ کتاب یورپ میں بھی طبع ہو چکی ہے۔]

ذات کو کہا جاتا ہے جس کی خصال محمودہ زیادہ ہوں۔ ''انتہی''

حمد، مدح اور شکر کے درمیان فرق میں طویل اختلاف ہے۔ یہ اس کے بیان کا محل نہیں۔

امام بخاری وامام ترمذی نے نافع کے واسطہ سے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم اتخذ خاتمًا من فضة ونقش فيه محمد رسول الله ونهى أن ينقش احمد عليه (۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگشتری بنوا کر اس پر محمد رسول اللہ نقش کروایا اور احمد کو انگشتری پر نقش کرنے سے منع فرمایا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنی انگشتریوں پر محمد رسول اللہ نقش کرنے سے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نام محمد سے موسوم لوگوں کا تذکرہ

حضرت سہیلی (۳۵) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل صرف تین افراد کا نام محمد ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ ان لوگوں کے اباء نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ کے زمانۂ اقدس کے قریب ہونے اور آپ کے حجاز مقدس میں مبعوث ہونے کے متعلق سنا تو اس طمع میں اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ کاش وہ عظیم القدر ہستی ان کا بیٹا ہو جائے۔

ابن فورک نے اپنی کتاب الفصول میں ان تینوں کا تذکرہ کیا ہے اور وہ یہ لوگ ہیں۔

۱۔ محمد بن سفیان بن مجاشع (فرزدق شاعر کا پردادا)

[(حوالہ ۳۴) ترمذی، کتاب اللباس حدیث ۱۷۴۱ و ۱۷۴۵
بخاری: فتح الباری ۱۰/۳۲۳]

[(حوالہ ۳۵) الروض الانف ۱/۱۸۲]

۲- محمد بن احیحة (بضم حمزہ وفتح حاء اور ان دونوں حرفوں کے درمیان یا ساکنہ ہے) ابن جولاح (جیم کے ضمہ تخفیف لام کے ساتھ اور آخر میں حا مھملہ ہے)

۳- محمد بن عمران۔

اور کہتے ہیں کہ ایک چوتھے آدمی کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن میں اسے بھول گیا ہوں۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محمد واحمد کے تسمیہ سے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نام آپ کے انوکھے معجزات اور تعجب انگیز خصائص میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قبل ان دونوں ناموں کے ساتھ کسی کو موسوم کیے جانے سے ان کو محفوظ رکھا۔ احمد کا تذکرہ کتب سابقہ میں تھا اور اس کے ساتھ انبیاء کرام کو بشارت دی گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت اس کے ساتھ کسی کو موسوم کیے جانے سے منع فرما دیا تھا اور نہ ہی اس اسم کے ساتھ کسی دوسرے کو بلانے کی اجازت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اسم احمد کے ساتھ کسی مدعو کو نہیں بلایا گیا تاکہ کوئی ضعیف القلب انسان شک والتباس میں مبتلا نہ ہو جائے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد کے ساتھ بھی آپ کی تشریف آوری سے قبل (جب تک یہ مشہور نہیں ہوا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا) عرب وعجم میں کسی نے بھی نام نہیں رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کچھ عرصہ قبل جب اس بات کی شہرت ہوئی تو اہل عرب کی ایک قلیل سی تعداد نے اپنے بچوں کا نام محمد اس امید پر رکھا تھا کہ کاش ان میں سے کوئی وہ ہستی ہو۔

(واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ) اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

وہ لوگ جو نام محمد سے موسوم تھے یہ ہیں۔

محمد بن احیحیہ بن الجلاح، محمد بن مسلمہ الانصاری، محمد

بن سفیان بن مجاشع، محمد بن حمران جعفی، محمد بن خزاعی السلمی محمد بن برا البکری ان چھ کے علاوہ کوئی ساتواں ایسا نہیں جس کا نام محمد رکھا گیا ہو۔

سب سے پہلے اسم محمد سے موسوم کون تھا؟

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے محمد بن سفیان کا نام محمد رکھا گیا تھا لیکن یمنی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ نام محمد بن الیحمدی الازدی کا رکھا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل محمد جس جس کا نام بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہر ایک کی اس طرح حفاظت فرمائی کہ ان میں سے کسی نے بھی نہ بذات خود نبوت کا دعویٰ کیا نہ کسی دوسرے نے ان کے حق میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ناموں (احمد و محمد) کا تحقق ہو گیا۔ کیونکہ ان دونوں ناموں میں بیک وقت دوسرا کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاحم نہ تھا۔

قاضی عیاض (۳۷) نے شفاء میں جہاں یہ فرمایا ہے کہ سب سے پہلے محمد بن یحمدی کا نام محمد رکھا گیا تھا قاضی عیاض کے اس قول پر ہمارے شیخ امام شمنی رحمہ اللہ تعالیٰ شفاء کے حاشیے میں فرماتے ہیں کہ محمد بن یحمدی ازدی ان چھ افراد میں شامل نہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ ساتواں کوئی نہیں۔ قاضی کے اس قول کے مطابق تو ساتواں بھی ہے۔

سیرت مغلطائی میں درج ذیل افراد کا نام محمد بتایا گیا ہے۔

محمد بن تمدی بن ربیعہ بن سعد منقری، محمد بن عثمان سعدی، (میرے خیال میں یہ دونوں ایک ہی شخصیت کے نام ہیں)

محمد اسیری، محمد الفقیمی، محمد بن عتوارہ اللیثی، محمد بن حرمان العمری، محمد بن خولة الهمدانی، محمد بن یزید بن ربیعة اور محمد بن اسامه ابن مالك

اور فرماتے ہیں: محمد بن مسلمہ الانصاری محل نظر ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل موجود نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم محمد سے موسوم کئے جانے کا سبب

شیخ الاسلام ابوالفضل ابن حجر نے اس عنوان کے تحت جو کچھ فرمایا ہے ہم اس عنوان سمیت ان کی عبارت کو یہاں نقل کرتے ہیں۔

أخبرني شيخنا الامام الشمني قراءة وأبو العدل ابن الكويك سماعًا قالا: أخبرنا ابوالطاهر بن أبي اليمن، أخبرنا ابراهيم بن علي الفطي، اخبرنا محمد بن مزيد، أخبرنا ابوالمجد بن الحسن القزويني، أخبرنا ابوبكر بن ابراهيم السجاذي، أخبرنا ابوالاسعد، أخبرنا جدتي فاطمة بنت الاستاذ أبي علي الدقاق، أخبرنا محمد بن الحسن الحسني، أخبرنا محمد بن محمد علي الانصاري بطوس، حدثنا بكر بن محمد بن عبدالله بن ابراهيم البخاري، حدثنا أبي، حدثنا بحر بن النضر، حدثنا عيسىٰ بن موسىٰ بن غنجار، عن خارجة عن داؤد ابن أبي هند عن عكرمة عن ابن عباس قال:

لما ولد النبي صلى الله عليه وسلم عق عنه عبدالمطلب بكبش وسماه محمدا فقيل له يا ابا الحارث ما مملك على ان سميته محمدًا ولم تسمه باسم ابائه فقال اردت ان يحمد الله في السماء ويحمده الناس في الارض۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی تو عبدالمطلب نے ایک مینڈھا ذبح کرکے آپ کا عقیقہ کیا اور آپ کا نام محمد رکھا۔ لوگوں نے کہا

اے ابوالحارث! کس چیز نے آپ کو اپنے پوتے کا نام محمد رکھنے پر آمادہ کیا؟ اپنے آباء کے نام پر ان کا نام نہیں رکھا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے پوتے کی آسمان میں اللہ تعالیٰ تعریف کرے اور زمین میں لوگ ان کی حمد کریں۔ اس حدیث کو ابن عبدالبر نے الاستیعاب (۳۸) میں عطاء خراسانی کی سند سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

أخبرنا أبو عبدالله الحافظ أنبأني احمد ابن كامل القاضي شفاها ان محمد بن اسماعيل حدثه يعني السلمي حدثنا ابوصالح عبدالله بن صالح، حدثنا معاوية بن صالح عن أبي الحكم التنوخي قال قالو العبد المطلب أرائيت ابنك ما سميتهٔ ؟ قال سميت محمدا، قالو فما رغبت به عن اسماء اهل بيته قال اردت ان يحمده الله تعالىٰ في السماء وخلقه في الارض (۳۹)

(ترجمہ) ابوالحکم التنوخی نے کہا کہ لوگوں نے عبدالمطلب سے کہا تم نے اپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے ان کا نام محمد رکھا ہے۔ لوگوں نے ان سے کہا اپنے خاندان کے لوگوں کے نام چھوڑ کر یہ نام اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آسمان میں اور اس کی مخلوق زمین پر تعریف کرے۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابن اسحاق سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ

[(حوالہ ۳۸) الاستیعاب میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔ البتہ دلائل النبوۃ للبیہقی ۱/۹۳ اس کی مثل حدیث موجود ہے۔]

[(حوالہ ۳۹) دلائل النبوۃ للبیہقی ۱/۹۳]

علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وھب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کیا کرتی تھیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شکم اطہر میں تھے تو انہیں غیب سے یہ آواز آتی تھی کہ تیرے شکم میں اس امت کے سردار ہیں جب وہ زمین پر تشریف لے آئیں تو یوں کہو! میں اسے اللہ واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر شریر کے شر سے بے شک تمہارا یہ بیٹا حمید، ماجد کا بندہ احمد ہے جس کی زمین و آسمان والے حمد کرتے ہیں اور انجیل میں اس کا نام احمد ہے۔ قرآن میں اس کا نام محمد ہے۔ پس اس وجہ سے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کا نام محمد رکھا۔ (۴۰)

ابو الربیع بن سالم اپنی سیرت میں کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے آپ کا نام اپنے ایک خواب کی وجہ سے محمد رکھا تھا۔ مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ چاندی کی ایک ایسی زنجیر ان کی پشت سے نکلی ہے جس کا ایک کنارہ آسمان میں اور ایک کنارہ زمین میں ہے۔ اور ایک کنارہ مشرق میں اور ایک کنارہ مغرب میں ہے۔ پھر وہ گویا کہ ایک ایسا درخت بن جاتی ہے جس کے ہر پتے پر ایک نہر ہے۔ پس مشرق ومغرب والے سب اس کے ساتھ معلق (لٹک جاتے ہیں) ہو جاتے ہیں۔ عبدالمطلب نے خواب لوگوں سے بیان کیا تو تعبیر بتانے والوں نے اس کی تعبیر بتائی کہ ان کی پشت سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کی مشرق ومغرب والے سب تابعداری کریں گے اور آسمان وزمین والے ان کی حمد وتعریف کریں گے۔ پس عبدالمطلب نے اسی لئے ان کا نام محمد رکھا اور یہ نام رکھنے کی ایک وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وہ خواب بھی تھا جس کو انہوں نے عبدالمطلب سے بیان کیا تھا۔

ان احادیث کا تذکرہ جن میں بیان ہے کہ یہ اسم پاک ازل میں مکتوب تھا اور انبیاء کرام کی مہروں، پتھروں حیوانات ونباتات میں منقوش تھا

اخبرني ابو الفضل محمد بن عمر بن عمر بن حصين الوفائي

[(حوالہ ۴۰) ایضا ۱/۹۲]

بقراتي عليه اخبرنا ابوالفرج الغزى، اخبرنا الحافظ قطب الدين عبد الكريم بن عبد النور الحلوى وغيره اخبرنا العزالعراني، اخبرنا ابوعلي اسماعيل بن صالح الصفار، اخبرنا الحسن بن عرقة، حدثني عبدالله بن ابراهيم الغفارى المدني عن عبدالرحمن بن زيد بن اسلم عن سعيد بن ابى سعيد المقبرى عن ابى هريره قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة عرج لي الى اسماء فما مررتُ بسماء الاوجدت اسمى فيها مكتوبًا محمد رسول الله (۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے آسمانوں کی بلندیوں میں لے جایا گیا تو میں جس آسمان سے بھی گزرا تو میں نے اس میں اپنا نام لکھا ہوا پایا۔ محمد رسول اللہ

امام بزار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

حدثنا قنية بن المرزمان حدثنا عبدالله بن ابراهيم هو الغفارى،

حدثنا عبدالرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لما عرج بي الى السماء مامررت بسماء الاوجدت اسمى مكتوباً فيها محمد رسول الله (۴۲)

[(حوالہ ۴۱) یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔ اس کی مثل حدیث تنزیہ الشریفۃ ۱/۳۵۱ میں الفاظ سے موجود ہے ليلة اسرى بى رايت على العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله اس روایت کے متعلق ابن عراق نے فرمایا ختلی نے الدیباج میں نقل کیا ہے اور حدیث جعفر بن محمد بن ابیہ عن جده کا حصہ ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابوبکر عبدالرحمان بن عفان اور محمد بن مجیب بن الصائغ ہیں۔ ابن حجر نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن متھم بالکذب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم]

[(حوالہ ۴۲) حدیث ہمیں نہیں ملی]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمانوں کی سیر کروائی گئی تو میرا کسی آسمان سے گزر نہیں ہوا مگر اس میں میں نے اپنا نام (یوں) لکھا ہوا پایا محمد رسول اللہ

اور امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبرانی صغیر میں روایت کیا ہے کہ

حدثنا محمد بن داوٗد بن اسلم الصدفي (المصری) حدثنا احمد بن سعيد المدني، والنهري، حدثنا عبدالله بن اسماعيل المدني عن عبدالرحمٰن بن زيد بن اسلم عن ابيه عن جده عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم لما آدم اذنب الذنب الذى اذنبه، رفع رأسه، الى العرش فقال اسئلك بحق محمد الاغفرت لي فاوحي الله اليه ومن محمد؟ فقال تبارك اسمك لما خلقتني رفعت الي عرشك فاذا فيه مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه ليس احد اعظم عندك قدراً مما جعلت اسمه مع اسمك فاوحي الله اليه يا آدم انه آخر النبيين من ذريتك، وان امته آخر الامم من ذريتك ولو لاه يا آدم ما خلقتك (۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کا صدور ہوا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھا کر دیکھنے کے بعد عرض کیا، یا اللہ میں بارگاہ میں بحق محمد درخواست کرتا ہوں کہ تو میری لغزش معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ محمد کون ہے؟ حضرت آدم نے عرض کی اے اللہ تو نے جب مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر

[(حوالہ ۴۳) الطبرانی الصغیر ۲/۸۲، ہیثمی نے المجمع ۱/۲۵۲ میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایسے راوی بھی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا اور طبرانی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے اوسط اور صغیر میں نقل کیا ہے۔]

تیرے عرش پر نگاہ ڈالی تو اس میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اسی سے میں نے جان لیا کہ آپ کی جناب میں ان سے زیادہ عظمت والا کوئی نہیں کہ جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر وحی کی کہ اے آدم وہ تیری ذریت میں سے آخری نبی ہیں اور ان کی امت تیری اولاد میں سے آخری امت ہے۔

اے آدم! اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

(حضرت عمر سے صرف اسی اسناد کے ساتھ روایت کی جاتی ہے اور اس روایت میں احمد بن سعید منفرد ہیں)

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اس روایت میں عبدالرحمٰن بن زید منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت فرمایا ہے۔

حدثنا ایقاضی ابواحمد محمد بن احمد، حدثنا احمد بن الحسن بن عبدالملك، حدثنا علي بن جميل، حدثنا جرير عن ليث عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ما في الجنة شجرة عليها ورقة الامكتوبًا عليها لا اله الا الله محمد رسول الله (۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے ہر درخت کے پتے پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔

[(حوالہ ۴۴) الحلیۃ میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔ ابن حبان کی کتاب المجروحین ۲/ ۱۱۶ میں علی بن جمیل بن یزید بن عبداللہ الاقی کے ترجمہ کے تحت مذکور ہے کہ اس کی کنیت ابوالحسن ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں علی بن جمیل اعیسی بن یونس اور جریر سے روایت کرتے ہوئے حدیثیں وضع کرتا ہے۔ اس کی حدیث کو لکھنا اور اسے روایت کرنا کسی حال میں جائز نہیں اور حدیث مافی الجنۃ شجرالخ کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ یہ حدیث تنزیہ الشریعۃ ۱/ ۳۵۰ میں ہے اور طبرانی کبیر کا حوالہ دیا ہے۔ اللالی المصنوعۃ ۱/ ۱۶۵ تاریخ بغداد ۵/ ۴]

حلیۃ الاولیاء میں ابونعیم فرماتے ہیں کہ لیث کی مجاہد سے مروی حدیث غریب ہے۔اس میں علی بن جمیل الاتی جریر سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔

امام بزار وغیرہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس خزانے کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مجھے تعجب ہے اس شخص سے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے اور پھر مشقت اٹھاتا ہے۔

اور مجھے تعجب ہے اس شخص سے جو جہنم کا ذکر کرتا ہے اور پھر ہنستا ہے اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا ذکر کرتا اور پھر غفلت میں مبتلا رہتا ہے۔(اور آخر میں) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (لکھا ہوا تھا)

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ہشام بن ابراہیم المخذومی کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ بن جعفر بن ابی کثیر نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد

کان تحتہ کنز الھما (۴۵) (اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا) کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ خزانہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں یہ لکھا ہوا تھا تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا یقین رکھنے کے باوجود کیسے خوش رہتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جو روز قیامت کے حساب کا یقین رکھنے کے باوجود کیسے ہنستا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھنے کے باوجود کیسے غمگین ہوتا ہے۔تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کے زوال اور اہل دنیا کے ساتھ اس کے انقلابات کو دیکھنے کے باوجود اس سے کیسے مطمئن رہتا ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

امام بیہقی نے جویبر سے انہوں نے ضحاک نزال بن بسرہ سے انہوں نے حضرت علی سے اسی آیہ کریمہ کے تحت یہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ

[(حوالہ ۴۷) الکہف ۸۲]

خزانہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

اخبرنی ابو الفضل عبدالرحمن بن احمد القمصی اخبرنا محمد بن الحسن الفرسیسی اخبرنا الحافظ ابوالفتح الیعمری، اخبرنا ابوعبداللہ محمد بن ابراھیم المقدسی فی الرابعة وابوعبداللہ محمد بن عبدالمؤمن بن الی الفتح قرأة قالا اخبرنا ابوالبرکات داؤد بن احمد بن محمد بن ملاعب اخبرنا ابوالفضل محمد بن عمر بن یوسف الادمؤی، اخبرنا ابوالقاسم یوسف بن احمد بن محمد النهروانی، اخبرنا ابوسهل محمد بن عمر العسکری حدثنا ابوصالح سهل بن اسماعیل الموسونی، حدثنا ابوالعباس عبداللہ بن وهب الغزی، حدثنا محمد بن ابی السری العسقلانی حدثنا شیخ بن ابی خالد البصری، حدثنا حماد بن سلمة عن عمرو بن دینار عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان نقش خاتم سلیمان بن داؤد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (۴۶)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی مہر کا نقش لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا۔

امام طبرانی نے کبیر میں روایت فرمایا ہے کہ

حدثنا ازهر بن ظفر المصری، حدثنا محمد بن مخلد الرعینی عن حمید بن محمد الحمصی عن ارطاة بن المنذر عن خالد بن معدان عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فص سلیمان بن داؤد

[(حوالہ ۴۶) یہ حدیث ہمیں نہیں ملی]

سماویًا فالقی الیه فوضعه فی خاتمه ان لا اله الا اللّٰه محمد عبدی ورسولی (۴۷)

عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت سلیمان بن داؤد علیہا السلام کی انگشتری کا نگینہ آسمانی تھا اور انہوں نے اس کو اپنی مہر میں رکھا تھا (جس میں لکھا ہوا تھا) ان لا اله الا اللّٰه محمد عبدی ورسولی

محمد نام رکھنے کی فضیلت

حفاظ حدیث فرماتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ اور ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اس سے متعلق وارد تمام احادیث موضوع ہیں۔ ابوبکر نے اسی موضوع پر ایک جز مرتب کیا ہے لیکن اس جز کی تمام احادیث ساقط الاعتبار ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ محفوظ حدیث اُبی امامہ ہے۔ ابن بکیر کہتے ہیں۔

حدثنا ابو الحسین حامد بن حماد بن المبارك بن عبدالله بن العسكری اخبرنا اسحاق بن سیار بن محمد ابو یعقوب النصیبی، حدثنا حجاج بن المنهال، حدثنا حماد بن سلمة عن برد بن سنان عن مكحول عن أبی امامة الباهلی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه وسلم من ولدله مولود فسماه محمدا احب لی وتبركا باسمی كان هو مولوده فی الجنة (۴۸)

[(حوالہ ۴۷) مجمع الزوائد ۱۵۲/۵ میں فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں محمد بن مخلد الرعینی ہیں جو بہت زیادہ ضعیف ہیں۔]

[(حوالہ ۴۸) سیوطی نے اللآلی ۵۵/۹ میں حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ مکحول علماء تابعین اور فقہاء تابعین میں سے تھے۔ ایک سے زائد محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے احتجاج کیا ہے اور امام بخاری نے الادب المفرد میں ان سے روایت کیا ہے۔ ابن معین اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن المدینی نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابوحاتم نے کہا کہ وہ متین نہیں اور کبھی کہا وہ صدوق مگر قدری ہیں۔ ابوزرعہ نے فرمایا کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔]

ابو امامہ باھلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو پس وہ اس کا نام میری محبت کی زیادتی کے سبب اور میرے نام سے تبرک حاصل کرنے کی غرض سے محمد رکھے تو وہ اور اس کا بچہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

اس سند پر کوئی اعتراض نہیں اگرچہ اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات میں نقل کیا ہے۔ لیکن ہمیں ان سے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں اتفاق نہیں جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت مختصرا الموضوعات اور ''القولِ الحسن فی الذب عن السنن'' میں کر دی ہے۔

حدیث مسلسل بالمحمدین

(اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند میں اوّل تا آخر ایسے افراد شامل ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد ہے)

اخبرنی الحافظ تقی الدین محمد بن محمد بن فهد مشافهة بالمسجد الحرام اخبرنا قاضی الاقضية ابوالطاهر محمد بن يعقوب الشيرازی اللغوی حدثنا محمد بن محمد بن الاندلسی حدثنا محمد بن احمد التلمسانی حدثنا قاضی الجماعة محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن عبدالله الحسينی حدثنا محمد بن محمد بن الخضر، حدثنا محمد بن يوسف الدمشقی هو الحافظ زكی الدين البرزالی ح وانبأنی عاليًا بدر جتين ابراهيم المالكی عن محمد بن احمد المهد قال عن محمد بن رزين بن مشرق عن البرزالی، حدثنا محمد بن ابی الحسين الصوفی، حدثنا محمد بن عبدالله بن محمود الطائی، اخبرنا الحافظ ابوعبدالله محمد بن عبدالواحد الدقاق حدثنا محمد بن علی الكرانی، حدثنا الحافظ ابوعبدالله

محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ العبدی، حدثنا ابومنصور محمد بن سعد البارودی حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی، حدثنا ابوبکر محمد بن عبداللہ بن المثنی، حدثنا محمد بن بشر، حدثنا محمد بن عمرو، حدثنا محمد بن سیرین عن ابی کثیر مولیٰ محمد بن جحش ویقال ان اسمه محمد ایضاً عن محمد بن جحش عن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه مرفی السرق علی رجال فخذاه مکشوفتان فقال له غط فخذیك فان الفخذین عورة (۴۹)

محمد بن جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں ایک ایسے شخص سے گزرے جس کی دونوں رانیں ننگی تھیں، آپ نے فرمایا اپنی رانوں کو ڈھانپ لو کیونکہ رانیں قابل ستر اعضاء ہیں۔

شیخ الاسلام ابوالفضل بن حجر نے فرمایا یہ عجیب التسلسل حدیث ہے۔ اس حدیث کی سند میں سوائے محمد بن عمرو کے کوئی ایسا راوی نہیں جس کا حال قابل نظر ہو۔ محمد بن عمرو کے دادا کا نام سھل ہے۔ محمد بن محمود کو یحییٰ القطان نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام احمد اور ابن خزیمہ کے ہاں اس حدیث کے متابع موجود ہیں اور امام بخاری نے اپنی صحیح اس حدیث کو تعلیقاً روایت کیا ہے۔

[(حوالہ ۴۹) البخاری، فتح الباری، ۱/۶۷۷- مسند امام احمد ۱/۲۷۵- ترمذی ۵/۱۱۱]

(حرف الھمزہ)

احمد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ (۵۰)

اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اسم محمد سے پہلے جو حدیث گزری اس میں ''اَنا احمد'' کے کلمات موجود ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے حدیث روایت کی ہے کہ

حدثنا، عبدالرحمن، حدثنا ذهير بن محمد بن عقيل عن محمد بن على انه سمع على بن أبي طالب يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطيت مالم يعط احد من الانبياء قبلي فقلنا يا رسول الله ماهو ؟ قال نصرت بالرعب واعطيت منا تيح الارض وسميت احمد وجعل بي التراب طهورا وجعلت امتي خير الامم (۵۱)

حضرت محمد بن علی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

[(حوالہ ۵۰) الصف:۶]

[(حوالہ ۵۱) مسند احمد ۱/۹۸- احمد شاکر نے ۲/۱۱۳ میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث مجمع الزوائد ۱/۲۶۰ اور ۲۶۱ میں ہے۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل نے اس کی تعلیل کے بعد کہا یہ حدیث حسن ہے۔]

مجھے وہ کچھ عطا فرمایا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا رعب سے میری مدد کی گئی۔ مجھے زمین کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے مٹی کو پاک کرنے والی بنائی گئی اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا گیا۔

حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوۃ میں سھیل ابن أبی صالح کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وان موسیٰ لما نزلت علیه التوراة وقرء ها فوجد فیها ذکر هذه الامة وقال یا ربّ! انی اجد فی الالواح انه هم الآخرون السابقون فاجعلها امتی قال تلك امة احمد الحدیث (۵۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو تورات نازل فرمائی گئی اور انہوں نے جب اسے پڑھا تو اس میں اس امت کا تذکرہ پا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے۔

اے میرے پروردگار میں تورات کی الواح میں ایک امت کو پاتا ہوں جو آخرون وسابقون ہے تو اس کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔

تبابعہ کا ایک شخص الحرث (۵۳) الرائش (یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے حمیر کے بادشاہوں سے جنگ کی اور مال غنیمت حاصل کیا) نامی اپنے منظوم کلام میں کہتا ہے۔

ویملك بعدهم رجل عظیم　　نبی لا یرخص فی الحرام
یسمی احمد یالیت أنی　　اعمر بعد مخرجه بعام

اوران (حمیر کے بادشاہوں) کے بعد ایک عظیم شخصیت بادشاہ بنے گی وہ ایسا نبی

[(حوالہ ۵۲) دلائل النبوۃ ص ۱۴]

[(حوالہ ۵۳) الحرث الرائش کا تذکرہ دیکھنا ہو تو الکامل ۱/۱۶۷ کی طرف رجوع کیا جائے۔ ۵۴: الشفاء ۱/۴۴۴]

ہوگا جو حرام کی اجازت نہیں دے گا۔

ان کا نام احمد ہوگا۔ کاش کہ ان کی بعثت کے بعد مجھے ایک سال کی عمر مل جاتی۔

حضرت شیخ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں احمد فعل کی بجائے اسم تفضیل سے علم منقول ہے اور اسم تفضیل ایک شے کی دوسرے پر فضیلت بیان کرنے کے لئے آتا ہے۔

حضرت قاضی (۵۴) عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں احمد حمد سے افعل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس طرح کہ محمد کثرت حمد سے فعل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمد کرنے والوں میں سب سے بزرگ تر اور حمد کئے جانے والوں میں سب سے افضل ہیں۔ تمام لوگوں سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں۔ اس لئے آپ احمد المحمودین بھی ہیں اور احمد الحامدین بھی ہیں اور قیامت کے روز لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) آپ ہی کے پاس ہوگا تا کہ آپ کے حق میں کمال حمد کا اتمام اور تحقق ہو جائے۔ اور عرصات (۵۵) محشر میں صفت حمد کے ساتھ مشہور ہو جائیں گے اور آپ کا ربّ اپنے وعدے کے مطابق آپ کو امت کی شفاعت کے لئے مقام محمود پر مبعوث فرمائے گا اور مقام محمود میں اوّلین وآخرین آپ کی حمد کریں گے اور آپ پر وہ محامد کھول دیئے جائیں گے جو آپ کے سوا کسی کو نصیب نہ ہوں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کی کتابوں میں آپ کی امت کو حامدین (حمد کرنے والے) کا لقب عطا فرمایا ہے اور آپ کو سورۂ حمد (فاتحہ) کے ساتھ خاص فرمایا اور حمد سے آپ کے کئی نام مشتق فرمائے۔ ان میں سے آپ کا مشہور ترین اسم محمد بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حمد سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد خود فرمائی اور اپنی کتاب کا آغاز بھی حمد سے کیا اور جنتیوں اور جہنمیوں کے استقرار کا اختتام بھی حمد پر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[(حوالہ ۵۵) عرصات را پر سکون اور فتحہ دونوں جائز ہیں۔ یہ عرصہ کی جمع ہے اور عرصہ ہر وسیع جگہ کو کہا جاتا ہے اور یہاں میدان محشر مراد ہے۔]

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O(۵۶)

اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور کہا جائے گا سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب ہے۔

اور حمد ہی کو اہل جنت کا آخری دعویٰ بنایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O(۵۷)

اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہاں کا

اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی مبارک زبانوں کے ذریعہ ہر نیک کام کا افتتاح حمد ہی کے ساتھ کرنے کا حکم دیا اور حمد سے خالی کام کو قلیل البرکت اور منقطع عن البرکت قرار دیا۔

اور بہت سارے وہ فضائل جو اسم محمد میں بیان ہوئے وہ اسم احمد میں بھی پائے جاتے ہیں کیونکہ دونوں کا مادہ ایک ہے۔

حافظ ابوبکر اسماعیلی اپنی معجم میں فرماتے ہیں کہ محمد واحمد دونوں ایک ہی اسم کی طرف راجع ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ ہمیں احمد بن الولید الیسری نے بیان کیا کہ ابوعبداللہ محمد بن ناجیہ ان سے کہا کرتے تھے اے شیخ (احمد) میں تجھے محمد کہوں گا پھر فرماتے ہیں کیونکہ محمد اور احمد ایک ہی ہیں۔

احمد نام رکھنے کی فضیلت میں ایک ناقابل اعتماد حدیث بھی وارد ہے۔ جس کو ابن بکیر نے اپنی حزب میں انس ابن مالک سے مرفوعاً روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

يوقف عبدان بين يدى الله فيومر بهما الى الجنة فيقولان ربنا وبما استأهلنا الجنة ولم فعمل عملًا يجازينا الجنة فيقول الله

[(حوالہ ۵۶) الزمر ۷۵]

[(حوالہ ۵۷) یونس: ۱۰]

عبدی ادخلا الجنة فانی الیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد (۵۸)

(قیامت کے دن) دو بندے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کئے جائیں گے ان دونوں کو جنت میں داخل کئے جانے کا حکم دیا جائے گا وہ دونوں عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب کس وجہ سے تو نے ہمیں جنت کا مستحق قرار دیا حالانکہ ہم نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی جزاء میں ہمیں جنت ملے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے بندو! جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میں نے اپنی ذات سے یہ معاہدہ یمین کیا ہوا ہے کہ جہنم میں ہر وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کا نام احمد یا محمد ہے۔

یہ حدیث ضعیف بلکہ باطل ہے جیسا کہ ذھبی نے فرمایا ہے۔

اس حدیث میں یہ ضعف احمد ابن عبداللہ الزراع (۵۹) کی وجہ سے آیا ہے کہ وہ کذاب ہے اور اس کا شیخ صدقہ بن موسیٰ ہے۔

فائدہ

احمد عربی لغت میں علمیت اور وزن فعل کی بناء پر غیر منصرف ہے۔ اس لئے اس پر تنوین اور کسرہ نہیں آسکتے۔ کسی شاعر نے لفظ احمد کے بارے میں پہلی بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

دراکعة فی ظل غصن متوطة
بلؤلؤة ینطت بمنقار طائر

ایسی ٹہنی کے سایہ میں رکوع کرنے والی جس کے ساتھ موتی لٹکایا ہوا جو پرندے کی چونچ کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔

رکوع کرنے والی سے مراد اور وہ ٹہنی جس کے زیر سایہ رکوع کر رہی ہے۔ اس سے مراد حرف الف ہے اور موتی سے مراد صرف میم ہے۔ اور پرندے کی چونچ سے مراد صرف حا ہے۔

[(حوالہ ۵۸) تنزیہ الشریعۃ ۱/۱۷۳]

[(حوالہ ۵۹) ذھبی کہتے ہیں الزراع کذاب ہے دیکھے اللآلی المصنوعۃ ۱/۵۵]

خاتمہ

یہ بات مقدمہ کتاب میں گزر چکی ہے۔ دنیا کی تخلیق کے وقت سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل تک کسی کا نام احمد نہیں رکھا گیا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کسی دوسرے کو اس نام سے موسوم کیا گیا۔

آپ کے بعد سب سے پہلے جس کا نام احمد رکھا گیا بقول ابوبکر ابن خیثمہ کے وہ عربی لغت وعروض کے ماہر خلیل ابن احمد کا باپ ہے۔

حافظ ابوالفضل عراقی کہتے ہیں کہ ابوبکر ابن خیثمہ کے اس قول پر اعتراض کیا گیا ہے کہ ابوالسفر سعید بن احمد کا باپ خلیل بن احمد کے باپ سے پہلے گزرا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے ابوالسفر سعید کے باپ کا نام احمد رکھا گیا ہے نہ کہ خلیل کے باپ کا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اکثر اہل علم نے ابوالسفر سعید کے باپ کا نام یحمد (یا کے ساتھ) بتایا ہے۔

امام احمد اور ابن معین اس کے قائل ہیں ۔

أجير

اس اسم مبارک کو حافظ ابوالعباس العزفی رحمۃ اللہ علیہ نے حرف جیم کے ساتھ اپنی مولد میں بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ بعض آسمانی صحائف میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اجیر ہے کیونکہ آپ اپنی امت کو جہنم سے بچائیں گے۔ میرے علم کے مطابق عزفی کے علاوہ دوسرے کسی شخص نے اس اسم کا تذکرہ نہیں کیا۔ مجھے اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ کہیں یہ اسم اس کے بعد آنے والے اسم (احید) کی تصحیف نہ ہو۔

احید

اس اسم پاک کا تذکرہ قاضی عیاض نے شفاء (٦٠) میں کیا ہے۔

[(حوالہ ٦٠) الشفاء ١/٤٥٦]

وہ کہتے ہیں تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احید نام تھا۔
اس پر مزید کوئی بات نہیں فرمائی۔
ہمارے شیخ امام شمنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اسم کا ضبط بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمزہ مضموم ہے اور حاء مہملہ ساکن ہے اور یا پر فتحہ اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں اور آخر میں دال مہملہ ہے۔
ابن عدی نے کامل میں کہا۔

اخبرنا الخضر بن احمد بن امیه الحرانی، حدثنا محمد بن الفرح بن السکن، حدثنا اسحاق بن بشر الخراسانی، حدثنا ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اسمی فی القرآن محمد وفی الانجیل احمد وفی التوراة احید وانما سمیت احید لانی احید امتی عن نار جهنم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں میرا نام محمد اور انجیل میں احمد اور تورات میں احید ہے اور میرا احید نام اس لئے رکھا گیا کہ میں اپنی امت کو جہنم سے بچاتا ہوں۔
اس حدیث کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کیا ہے۔
یہ تفسیر اس ضبط کے موافق ہے جو میں نے بعض نسخوں میں دیکھا ہے کہ حا کا کسرہ اور ہمزہ فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حادی حید سے ہوگا اور حاد عن الشی کا معنی ہے مال عنہ (یعنی ایک شے کو دوسری شے سے ہٹانا)
لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اپنی امت کو جہنم کی آگ سے دور ہٹاتا ہوں۔ قاضی ابوالحسن الماوردی الشافعی نے یہ معنی اپنی تفسیر کے اوائل بیان کیا ہے اور اس کا ضبط بیان کرتے ہوئے کہا کہ الف پر ضمہ اور فتحہ دونوں آسکتے ہیں اور حا مکسور ہے۔

احاد

ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نام پاک کا تذکرہ کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ اسم پاک تورات کے دفتر خامس میں وارد تھا۔

حا اور دال کے درمیان الف نہیں البتہ حا کی تفخیم (پر کر کے پڑھی جاتی ہے) کی جاتی ہے اور علماء نے اس نام کی تفسیر واحد سے کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں واحد کا معنی صحیح ہونے کی درج ذیل وجوہ ہیں۔

۱- آپ واحد اس معنی میں ہیں کہ آپ انبیاء کرام میں سب سے آخر تشریف لانے والے اور ان کے لئے خاتم ہیں۔ اس معنی میں آپ واحد ہیں۔ انبیاء میں سے کوئی دوسرا اس معنی میں آپ کا شریک نہیں۔

۲- آپ اپنے سوا سب پر سردار ہونے میں واحد ہیں۔

۳- آپ اپنی شریعت کے ذریعے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کرنے میں واحد ہیں۔

۴- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سارے ایسے خصائص میں واحد ہیں جو صرف آپ کے ساتھ خاص ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کا تعلق احکام دین سے ہے اور کچھ کا تعلق امور رفیعہ سے ہے مثلاً شفاعت عامہ، حوض کوثر، مقام محمود وغیرہ۔

مصنف فرماتے ہیں۔

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں واحد کا معنی ہے وہ ذات جو نہ منقسم ہو سکے نہ اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک ہے۔

عربی لغت میں احاد ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ واحد سے معدول اسم عدد ہے اور یہ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں منع صرف کے اسباب میں سے عدل پایا گیا ہے۔ (عدل منع صرف کے اسباب میں سے دو کے قائم مقام ہوتا ہے) اور ثناء ثلاث رباع اور عشار

بھی معدول اسم عدد ہیں۔ کلام عرب میں ان اعداد کے علاوہ کوئی عدد سماعی طور پر معدول نہیں پایا جاتا البتہ کوفیوں نے خماس، سداس، سباع، ثمان اور تساع کو بھی قیاسی طور پر جائز قرار دیا ہے۔

اور یہ کوئی بعید امر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تورات میں موجود نام یہی عربی معدول نام ہو کر احاد واحد واحد مکرر سے معدول ہے۔ وجۂ عدل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متعدد امور میں واحد ہیں۔ اس لئے واحد واحد سے احاد کی طرف عدول کیا گیا تا کہ احاد اختصار کے ساتھ ان سب امور پر دلالت کرے۔

العدل علم نحو کی اصطلاح میں لفظ کو مکرر نہ لایا جانے کو کہا جاتا ہے۔ فتأمل

اخوماخ

اس اسم کو عزفی نے بیان کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم گرامی میت کے صحیفوں میں تھا اور اس کا معنی صحیح الاسلام ہے۔

الاتقی

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے بیان کیا ہے اور اس کو انہوں نے مسلم میں مروی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اخذ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قد علمتم أني اتقاكم لله وابر كم واصدقكم حديثا (۶۱)

تم جانتے ہو کہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سے زیادہ نیکی کرنے والا اور تم سے زیادہ سچ بولنے والا ہوں۔ امام احمد فرماتے ہیں۔

حدثنا عبدالرزاق، اخبرنا ابن جريح، اخبرني زيد بن اسلم عن عطار بن يسار عن رجل عن الانصار انه قبل امرأته علي

[(حوالہ ۶۱) صحیح مسلم: کتاب الحج باب ۱۷ احدیث: ۱۴۱-۲-/۸۸۳]

مهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صائم، فائر امرآته فسألت النبي صلى الله عليه وسلم، فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرخص له في اشياء فقال انا اتقاكم لله واعلمكم بحدود الله (۶۲)

عطا ابن یسار نے ایک انصاری مرد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا تو انہوں نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم دریافت کرے۔ پس اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم پوچھ لیا۔ تو اس شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بہت ساری اشیاء میں رخصت عطا فرمائی گئی ہے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا) تو فرمایا میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ کی حدود کو جاننے والا ہوں۔

الاتقى يقى يتقى قضى يقضى کی مثل سے اسم تفضیل ہے۔

اوس نے کہا کہ ایک ایڑی کے بل بچنے اور دوڑنے کو تقی کہا جاتا ہے۔

اور کسی نے کہا ہے۔

ولا اتقي الغيورا اذا رانى

(غیور آدمی جب مجھے دیکھ لے تو میں اس سے بچ نہیں سکتا)

اور کہا

تقى الله فينا والكتاب الذى يتلو

اللہ سے ڈرنے والا ہم میں موجود ہے اور وہ کتاب بھی موجود ہے جسے تلاوت کرتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اتقى تقى يتقى کا اسم تفضیل ہے اور تقى يتقى کلام عرب میں مستعمل ہے)

اور یہ اتقي يتقي کا اسم تفضیل نہیں کیونکہ اگر اس سے اسم تفضیل بنایا جائے تو اس

[(حوالہ ۶۱) مسند امام احمد ۵/۴۳۴]

میں دو ہمزے جمع ہو جائیں گے۔ ایک اصل مادے کا دوسرا اسم تفضیل کا پھر اس میں ایک ہمزہ حذف کر کے تخفیف حاصل کی جائے گی تو تین حرف باقی رہ جائیں گے حالانکہ سہ حرفی کلمہ سے اسم تفضیل سہ حرفی نہیں بنایا جاتا۔

(یعنی ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل نہیں بنایا جاتا)

الصحاح میں ہے۔ اتقی، المتقی، التقی، التقویٰ ایک ہی ہیں۔ التقویٰ کا واؤ یا سے بدلا ہوا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اتقیت اس میں تا واؤ سے بدلی ہے کیونکہ یہ وقیت سے بنا ہے۔ لغت میں اصل تقویٰ قلت کلام کو کہا جاتا ہے۔ اس کو ابن فارس نے نقل کیا ہے۔

حقیقت تقویٰ میں اختلاف ہے۔ عبد ابن حمید کہتے ہیں۔

حدثنا هشام بن القاسم، حدثنا ابو عقيل الثقفي عن عبدالله بن يزيد عن ربيعة بن يزيد وعطية بن قيس عن عطية السعدی و كان من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتىٰ يدع مالا بأس به حذراً لما به البأس (۶۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ متقیوں کا درجہ نہیں پا سکتا جب تک وہ مباح کو حرام کے ڈر سے ترک نہ کرے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ابن ماجہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

یہ ایک مختصر اور جامع حدیث ہے جو شبہات اور مشکوک امور سے بھی بچنے کی ہدایت کر رہی ہے۔ حرام تو بہت دور کی بات ہے۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں سہیل ابن ابی صالح سے اور انہوں نے اپنے

[(حوالہ ۶۴) ابن ماجہ ۲/۱۴۰۹- حدیث: ۴۲۱۵، ابن کثیر ۱/۶۲ بحوالہ ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ترمذی میں حدیث نمبر ۲۴۵۱ ہے۔]

باپ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ''ما التقویٰ؟'' تقویٰ کیا ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے ان سے فرمایا۔

اخذت طریق ذا شوک؟ کیا تو خاردار رستے پر چلا ہے؟

وہ عرض کرنے لگا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تم کیسے چلے؟ تو وہ کہنے لگا کہ جب میں نے کانٹا دیکھا تو دوسری طرف ہٹایا اس سے آگے بڑھ گیا یا پیچھے ہٹ گیا (یعنی میں دامن بچا بچا کر بڑی احتیاط کے ساتھ چلا) تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذالك التقوٰی (یہی تقویٰ ہے) چنانچہ (۶۵) المعتز اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خل الذنوب صغیرها ... وکبیرها ذالك التقی

واصنع کماش فوق ... ارض الشوك یحذر ما یری

لا تحقرن صغیرةً ... اِن الجبال من الحصیٰ

۱- چھوٹے بڑے سب گناہوں سے اجتناب کرلو یہی تقویٰ ہے۔

۲- وہی روش اختیار کرو جو خاردار زمین پر چلنے والا دکھائی دینے والے کانٹوں سے ڈرتے ہوئے کرتا ہے۔

۳- چھوٹے سے گناہ کو بھی حقیر نہ سمجھنا کیونکہ پہاڑ چھوٹی چھوٹی کنکریوں اور ذرّات سے مل کر بنے ہیں۔

ابوعفیف جو کہ حضرت معاذ ابن جبل ؓ کے اصحاب میں سے ہیں ان سے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت معاذ ابن جبل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

تحبس الناس یوم القیامة فی بقیع واحد فینادی مناد این المتقون؟ فیقومون فی کنف من الرحمن لا یحتجب اللہ

[(حوالہ ۶۵) ابن المعتز سے مراد عبداللہ ابن المعتز باللہ محمد بن المتوکل جعفر بن المعتصم بن الرشید ہارون العباسی البغدادی (ابوالعباس) ہیں جو ادیب اور شاعر تھے۔ ان کی ولادت سنہ ۲۴۷ھ میں ہوئی اور بعض روایات کے مطابق سنہ ۲۴۹ھ میں ہوئی اور وفات ۲۹۶ھ میں ہوئی۔ (دیکھئے معجم المؤلفین) ۶/۱۹۴]

عنهم ولا یستتر قلت من المتقون قال قوم اتقوا الشرک وعبادة الآوثان واخلصو الله العبادة فیمرون الی الجنة (۶۶)

قیامت کے دن لوگوں کو ایک چٹیل میدان میں روکا جائے گا۔

اسی اثناء میں ایک پکارنے والا پکارے گا۔ متقی لوگ کہاں ہیں؟ تو متقی لوگ رحمٰن سے ایک جانب کو کھڑے ہو جائیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے نہ حجاب میں ہوگا اور نہ پوشیدہ۔

ابو عفیف کہتے ہیں میں نے حضرت معاذ سے عرض کیا کہ متقی کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا متقی وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرک اور بتوں کی عبادت سے اجتناب کیا اور عبادت اللہ کے لئے خالص کی۔ پس وہ لوگ جنت کی جانب گزریں گے۔

یحییٰ نے طارق ابن حبیب سے روایت کیا ہے کہ بکر ابن عبداللہ نے طارق ابن حبیب سے عرض کیا کہ آپ ہمیں مختصر سے کلام میں تقویٰ کی جامع تعریف بیان کریں تا کہ ہم اس کو آگے بآسانی روایت کر سکیں۔ اس پر طارق نے فرمایا۔

التقویٰ أن تعمل بطاعة الله رجاء رحمة الله علی نور من الله وأن تترك معیصة الله مخافة عذاب الله علی نور من الله

تمہارا اللہ کی اطاعت پر اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہوئے اللہ کی جانب سے آئے ہوئے نور کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا اور تمہارا اللہ کی نافرمانی کو اللہ کے عذاب کے ڈر سے اللہ کی جانب سے آئے ہوئے نور کی ہدایت کے مطابق ترک کرنا تقویٰ ہے۔

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت میمون بن مھران سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا آدمی متقیوں کے درجہ کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنی ذات کا اپنے شریک (حصہ دار) کے محاسبہ سے زیادہ سخت محاسبہ نہ کرے یہاں تک کہ اس کے علم میں ہو اس کا کھانا کہاں سے آیا۔ اس کا پینا کہاں سے آیا۔ اس کا لباس کہاں سے آیا؟ کیا یہ

[(حوالہ ۶۶) ابن کثیر ۱/۶۲]

چیزیں اس کے پاس حلال سے آئی ہیں یا حرام سے۔

اس کو امام ترمذی نے اپنی (۶۷) جامع میں میمون سے روایت کیا ہے۔

جب تم نے تقویٰ کے یہ تمام معانی معلوم کر لئے تو سمجھ لو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ تمام معانی کے اعتبار سے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھنے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان کردہ معنی محنت و پرہیز ہے تو دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے دونوں قدم مبارک متورم ہو جاتے اور آپ فرماتے

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلًا ولبکیتم کثیراً (۶۸)

جو کچھ میں جانتا ہوں تم جانتے تو ضرور تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر بادل دیکھتے تو بے چین ہو کر گھومنے لگتے اور فرماتے۔

أخشی أن یکون کما قال اللہ تعالیٰ لقوم قالوا

"هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ"

میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ بادل اس طرح کے نہ ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو فرمایا تھا جس نے بادل دیکھ کر کہا تھا (یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی کثرت سے روزے رکھتے حتیٰ کہ لوگ کہتے آپ افطار نہیں فرمائیں گے اور آپ جب نماز ادا فرماتے تو آپ کے شکم مبارک سے رونے کی وجہ سے ہنڈیا کے ابلنے کی طرح آواز سنائی دیتی تھی اور آپ فرماتے تھے۔

[(حوالہ ۶۷) الترمذی حدیث: ۲۲۵۹]

[(حوالہ ۶۸) بخاری ۲/۴۳، ۷/۴۵ و ۸/۱۲۷ و ۱۶۱، ۱۶۲ مسلم کتاب الفضائل باب ۳۷ حدیث: ۱۳۴- ۶۹

الاحقاف: ۲۴]

انی استغفر اللّٰہ فی الیوم مائۃ مرۃ (۷۰)

میں اللہ سے دن میں سو مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

یہ آپ کا تقویٰ تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنایا تھا۔

حضرت ابن عباس، معاذ، سعید اور بکر کے بیان کئے ہوئے معانی کے اعتبار سے آپ کا اتقی ہونا ہر مسلمان پر واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ ہیں اور آیت کریمہ میں بیان ہونے والے معنی کے اعتبار سے آپ کا اتقی ہونا بدیعی ہے کیونکہ ان معانی میں عدل پایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عدل کو کون نہیں جانتا۔ آپ کی صفت عدل کا بیان آپ کے اسم العدل، الاحسان اور ایتاء ذلی القربی کے تحت عنقریب آئے گا اور عنقریب الاجود اور ترک الفحشاء والمنکر والبغی کے تحت بھی اس کا بیان آئے گا کہ آپ ان امور سے معصوم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بیان کردہ معنی تواضع ہے۔ اس اعتبار سے آپ کا اتقی ہونا بھی کسی پر مخفی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہونے کے باوجود فرماتے ہیں۔

ولا تفضلونی علی یونس بن متی (۷۱)

مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔

اس کی پوری تفصیل عنقریب آپ کے اسم سید ولد آدم کے تحت آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

لا تنسنا یا اخی فی دعائك (۷۲)

اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعا میں فراموش نہ کرنا۔

[(حوالہ ۷۰) فتح الباری ۱۱/۱۰۱ و ۹/۶۲۸، البیہقی ۷/۲۲، الشفاء ۱/۲۸۸ مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء للسیوطی ص ۲۶]

[(حوالہ ۷۱) بخاری، فتح الباری ۶/۴۵۰، مسلم: ۴/۱۸۴۶، کتاب الفضائل: حدیث ۱۵۹]

[(حوالہ ۷۲) ابوداؤد خ وتر باب: ۲۳، بیہقی: ۵/۲۵۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۳۷۹]

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ۔

أنت مني وأنا منك (۷۳)

اور حضرت جابر سے فرمایا۔

أشبهت خلقي وخلقي (۷۴)

(تم میری سیرت وصورت کے مشابہ ہو)

اور حضرت زید سے فرمایا۔

أنت أخونا ومولانا (۷۵)

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی ہیبت سے اس پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

هون عليك فاني لست بملك وانما انا ابن امرأة من قريش كانت تأكل القدير (۷۶)

کوئی پرواہ نہ کر میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی اس خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت تناول فرمایا کرتی تھی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تقوموا لي كما تقوم الاعاجم يعظم بعضها بعضا (۷۷)

[(حوالہ۷۳) بخاری: ۲۴۲/۳، ۵......۱۸و۲۲، الحق: ۶/۸]

[(حوالہ۷۴) بخاری: ۲۲۲/۳، ۲۳/۵ وحدیث: ۳۷۶۵]

[(حوالہ۷۵) بخاری: ۲۴۲/۳، ۲۹/۵ و۱۸۰ فتح الباری: ۳۰۴/۵ و۴۹۹/۷]

[(حوالہ۷۶) مستدرک الحاکم: ۴۶۶/۲، مجمع الزوائد: ۲۰/۹، ہیثمی نے الطبرانی الاوسط کا حوالہ دیا اور کاہ کہ امام طبرانی نے فرمایا کہ اس کی سند میں ایسے رواۃ ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ تاریخ بغداد: ۲۷۷/۶]

[(حوالہ ۷۷) مسند امام احمد ۲۵۳/۵، الترھیب وترغیب: ۴۳۱/۳ فتح الباری ۴۹/۱۱، مشکوٰۃ حدیث: ۴۷۰۰ منذری نے فرمایا اس کی اسناد میں ابوغالب ہے اور اس کا نام حزور ہے اور اسے نافع بھی کہا جاتا ہے اور سعید بن الحزور بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق طویل بحث کی گئی ہے۔ غالب توثیق ہی ہے۔ ترمذی وغیرہ اس کی مروی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

''میرے لئے اس طرح قیام نہ کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔''

ان کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول مشہور احادیث ہیں۔

اور دارانی کے بیان کردہ معنی کے اعتبار سے آپ کے اتقی ہونے کا تذکرہ آپ کے اسم زاہد کے تحت عنقریب آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:

یا ایھا النبی اتق اللہ (۷۸)

تو اس سے اللہ نے آپ کو تقویٰ پر دوام اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یا ایھا الذین امنوا امنوا (۷۹)

یعنی اے ایمان والو ایمان پر دوام اختیار کرو۔

الابر

اس اسم مبارک کو حضرت ابن دحیہ نے حدیث سابق سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔ یہ بررت فلانا (بالکسرۃ) ابرہ برا سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اس سے اسم فاعل کا صیغہ بر اور بار بمعنی محسن آتا ہے۔

بر ہر خیر و بھلائی کے لئے جامع کلمہ ہے اور بر کا اطلاق صدق پر بھی کیا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے۔

لا یزال الرجل یصدق حتی یکتب عند اللہ صادقاً ولا یزال الرجل یکذب حتی یکتب عند اللہ کاذباً (۸۰)

[(حوالہ ۷۸) الاحزاب: ۱]

[(حوالہ ۷۹) النساء: ۱۳۶]

[(حوالہ ۸۰) بخاری: فتح الباری: ۱۰/ ۵۰۷، مسلم: باب البر والصلۃ حدیث: ۱۰۵، ترمذی حدیث: ۱۹۷۱، ابوداؤد، الادب، باب ۸۷، مسند احمد: ۱/ ۳۸۴، ۴۳۲]

انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اس کو صادق لکھا جاتا ہے اور انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں اس کو کاذب لکھا جاتا ہے۔

اور کہا جاتا ہے "صَدَقَ وَ بَرَّ وَ كَذَبَ وَ فَجَرَ"

البر کی جمع ابرار، بار اور برۃ آتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابر الناس اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات پاک میں تمام خصال جمیلہ اور اوصاف حمیدہ جمع فرما دیئے ہیں جو مخلوق میں سے کسی دوسرے میں مجتمع نہیں۔

ابو علی الحاتمی فرماتے ہیں عرب شعراء کے کلام میں سب سے زیادہ سچا شعر ابو ایاس الدولی کا وہ شعر ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے۔

وما حملت من ناقة فوق رحلها ابر واوفی ذمة من محمد

کسی ناقہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی صادق اور آپ سے زیادہ کسی محسن اور آپ سے زیادہ کسی عہد کو پورا کرنے والے شخص کو اپنے کجاوے میں سوار نہیں کیا۔

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں بر کا معنیٰ محسن، صادق الوعد اور خالق البر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دونوں معنوں کے اعتبار سے بر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت احسان کا بیان آپ کے بہت سارے اسماء کے تحت آئے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان ابر البر أن یصل الرجل اهل ودأبیه

زیادہ محسن وہ شخص ہے جو اپنے باپ کے احباب اور دوستوں سے اچھا تعلق رکھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی دلیل وہ حدیث ہے

جسے امام احمد رحمہ اللہ نے ابن بریدہ کے واسطہ سے ان کے باپ بریدہ سے نقل کیا ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ راستے میں ایک جگہ آپ نے پڑاؤ ڈالا اور ہماری تعداد تقریباً ایک ہزار سواروں کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تھی مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ اس لئے میری آنکھیں اپنی ماں کی محبت میں رو رہی ہیں۔

اور آپ کا اپنے چچا ابو طالب سے حسن سلوک کی دلیل شیخین کی وہ حدیث ہے جسے انہوں نے عبداللہ بن حارث بن نوفل کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو طالب آپ کی حفاظت اور آپ کی نصرت و مدد کرتے تھے تو کیا ان کے اس عمل نے ان کو نفع دیا ہے؟

آپ نے فرمایا ہاں میں نے ان کو جہنم کی سختیوں میں پایا تو انہیں وہاں سے نکال کر جہنم کے بالائی حصہ تک پہنچا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اولاد سے حسن سلوک سے متعلق امام بخاری وغیرہ نے مسور بن مخرمۃ سے روایت فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا جس پر اس کے خاندان نے حضرت علی سے نکاح کا وعدہ کر لیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ آپ کی قوم کہہ رہی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی خاطر ناراض نہیں ہوتے حالانکہ علی نے ابو جہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمانے لگے۔

انما فاطمة بضعة مني واني اكره أن تفنوها (۸۴)

فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے اور تمہارا اس کو آزمائش میں ڈالنا مجھے پسند نہیں۔

اور عاصی ابن ربیع نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کثرت سے ثناء کی اور اس کے بعد فرمایا اللہ کے نبی کی صاحبزادی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کو (نکاح میں) یکجا نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر حضرت علی نے ارادۂ نکاح ترک کر دیا۔

اخبرني شيخنا الامام الشمني قرأة اخبرنا عبدالله بن علي، اخبرنا ابوالحرم اخر مؤنسة عن ام هاني بنت احمد اخبرنا فاطمة بنت عبدالله اخبرنا ابوبكر بن ربدة اخبرنا الطبراني في الصفير حدثنا علي بن عمرو بن تميم بن زيد بن هال بن ابي هالة عصر حدثني ابي محمد عن ابية عمرو عن ابيه تميم عن ابيه زيد عن ابيه هالة انه دخل علے رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو را قد فاستيقظ فضم هالة الى صدره هالة هالة كانه سربه لقرابته من خديجة (۸۵)

حضرت زید اپنے باپ ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ آرام فرما رہے تھے (تھوڑی دیر بعد) آپ بیدار ہوئے اور ہالہ کو اپنے سینۂ اقدس کے ساتھ لگا کر فرمانے لگے، ہالہ ہالہ گویا کہ آپ حضرت ہالہ کی حضرت خدیجہ سے قرابت ورشتہ داری کی بناء پر ان سے اپنی خوشی ومسرت کا اظہار فرما رہے تھے۔

طبرانی کہتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو اسی شیخ (علی ابن عمرو) سے ہی لکھا

[(حوالہ ۸۴) مسلم فضائل صحابہ: باب: ۱۵ حدیث ۹۴ مسند امام احمد: ۴/۳۲۶، حلیۃ الاولیاء: ۲/۴۰]

[(حوالہ ۸۵) طبرانی صغیر: ۱/۱۹۵، مجمع الزوائد: ۹/۳۷۷، ہیثمی نے طبرانی کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے صغیر میں نقل کرنے کے بعد فرمایا اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کی مجھے معرفت نہیں، فتح الباری: ۷/۱۴۰، مستدرک الحاکم: ۳/۶۴۰]

ہے اور وہ شیخ اہل فضل میں سے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت عائشہ کی مروی حدیث نقل کرنے کے بعد اس کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر مجھے اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آیا کاش کہ میری ان سے ملاقات ہوئی ہوتی اور میرے اس رشک کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کثرت سے تذکرہ فرماتے تھے اگر کوئی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو تلاش کر کے انہیں گوشت کا ہدیہ ارسال فرماتے۔

الابیض الاغر

پہلا (الابیض) نام مبارک میں نے حضرت ابوطالب کے اس شعر سے اخذ کیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے۔

وابیض یستسقی انعمام بوجهه شمال الینامی عصمة للارامل

وہ گورے رنگ والے کہ ان کے چہرۂ انور کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہباں اور دوسرا نام (الاغر) حضرت حسان کے اس شعر سے اخذ کیا ہے۔ جو مقدمہ کتاب میں گزرا۔

اغر علیه للنبوة خاتم ...... من الله من نور یلوح ویشهد

ان دونوں ناموں کا معنی ایک ہی ہے۔ یعنی خوبصورت چہرے اور بارونق وحسین رخسار والے۔

حسین وبے عیب رخسار والی شخصیت کو عربی میں رجل ابیض، امرأة بیضاء کہا جاتا ہے۔

الاغر اصل میں اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کی پیشانی میں سفیدی ہو۔

الاصدق

اس اسم پاک کو حضرت ابن دحیہ نے حدیث سابق سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔
وہ کہتے ہیں اصدق ثبوت مبالغہ کے لئے افعل کے وزن پر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔
اصل لغت میں صدق کا اطلاق قوت پر ہوتا ہے۔
رمح صدق اس نیزے کو کہا جاتا ہے جو زخم پہنچانے کی خوب قوت اور نشانے میں اچھی طرح پیوست ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ کوئی قوی ہے اور نہ ہی آپ سے زیادہ کوئی حق پر ثابت قدم، آپ سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ حق پر ثابت قدم ہیں۔ اس لئے آپ کا نام اصدق ہے۔
امام ترمذی شمائل میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابوجعفر محمد بن الحسین واحمد بن عبدۃ الضبی وعلی بن حجر قالوا حدثنا عیسیٰ بن یونس، حدثنا عمر بن عبداللّٰہ مولیٰ غفرۃ، حدثنا ابراھیم بن محمد بن ولد علی بن ابی طالب قال کان علی بن ابی طالب اذا وصف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اصدق الناس لھجۃ

ابراہیم بن محمد جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت علی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کرتے تو کہتے۔

ھو اصدق الناس لھجۃ

کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ زبان کے سچے تھے۔
حضرت امام احمد بن حنبل اور امام حاکم نے عمرو بن شعیب کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ ان کے دادا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ میں آپ کی زبان مبارک سے بہت ساری چیزیں (باتیں) سنتا ہوں۔ پس میں انہیں لکھ لوں تو حضور نے

فرمایا ہاں (لکھ لو) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ورضا (دونوں حالتوں) میں لکھوں؟ تو آپ نے فرمایا۔

نعم فانی لا اقول فیھا الاحقا (۸۶)

ہاں لکھ لو (کیونکہ) میں دونوں حالتوں میں حق ہی بولتا ہوں۔

صحیحین کی قصہ ہرقل میں وارد حدیث میں ہے کہ ہرقل نے کہا

هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل أن يقول ما قال قال سفيان لا (۸۷)

کیا تم ان کے دعویٰ نبوت سے قبل ان پر جھوٹ کی تہمت لگایا کرتے تھے؟ سفیان نے کہا نہیں۔

یہ اسم مبارک بھی اللہ تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (النساء: ۱۲۲)

اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

الاحسن

اس نام مبارک کا تذکرہ حضرت ابوحفص نفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں کیا ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو لائے ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ (۸۸)

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے۔

امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں معمر سے اور انہوں نے حسن بصری سے نقل کیا

[(حوالہ ۸۶) مسند احمد: ۲/۱۶۲، فتح الباری ۱/۲۰۷، المستدرک ۱/۱۰۶، الدارمی ۱/۱۲۵]

[(حوالہ ۸۷) البخاری، فتح الباری: ۱/۳۱]

[(حوالہ ۸۸) حم سجدہ ۳۳]

ہے کہ حسن بصری نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اور اس کے بعد فرمایا۔

هذا حبيب الله هذا ولي الله هذا صفوة الله هذا خيرة الله، هذا احب اهل الارض الى الله اجاب الله في دعوته ودعا الناس الى ما أجاب الله فيه من دعوته وعمل صالحا في اجابته وقال وانني من المسلمين (۸۹)

یہ اللہ کے حبیب ہیں۔ یہ اللہ کے ولی ہیں، یہ اللہ کا انتخاب ہیں، یہ اللہ کے پسندیدہ ہیں، یہ تمام اہل زمین سے زیادہ اللہ کے محبوب ہیں جنہوں نے اللہ کی دعوت قبول کی اور اللہ کی قبول کی ہوئی دعوت کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور اپنی قبول کی ہوئی دعوت میں عمل صالح کیا اور فرمایا میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے حضرت انس سے مروی حدیث سے اخذ کیا ہے۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم احسن الناس وكان اجود الناس وكان اشجع الناس (۹۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب زیادہ حسن والے تھے اور سب سے زیادہ جود و عطا والے تھے اور سب سے زیادہ شجاعت و بہادری والے تھے۔

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں تمام خلقی و خُلقی ظاہری و باطنی محاسن مجتمع تھے۔

امام بخاری وغیر محدثین نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا ہے۔ وہ

[(حوالہ ۸۹) ابن کثیر: ۱۶۹/۷]

[(حوالہ ۹۰) شرح السنۃ: ۲۵۸/۱۳]

فرماتے ہیں۔

مارأیت من ذی لمة احسن فی حلة حمراء من رسول اللّٰه صلی اللّٰه وسلم له شعر یضرب منکبیه بعیدما بین منکبین لیس بالقصیر ولا بالطویل (۹۱)

میں نے سرخ لباس میں ملبوس خوبصورت بالوں والے کسی شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ کے بال کندھوں کے قریب پہنچتے تھے۔ دونوں شانوں کے درمیان قدرے وقفہ تھا اور آپ کا قد رعنا نہ انتہائی دراز تھا نہ ہی کوتاہ (یعنی انتہائی موزوں و مناسب تھا)

حضرت براء ہی سے ان الفاظ کے ساتھ بھی منقول ہے۔

ما رایت احدا من خلق اللّٰه أحسن فی حلة حمراء من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رجلا مربوعا بعید ما بین المنکبین عظیم الجمة الی شحمة أذنیه علیه حلة حمراء مارأیت شیأ قط احسن منه صلی اللّٰه علیه وسلم

میں نے اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو سرخ لباس میں ملبوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ معتدل و میانہ قد تھے۔ دونوں شانوں کے درمیان وقفہ تھا۔ دونوں کانوں کی لوحوں تک پہنچنے والے عظیم گیسو اور سرخ لباس میں ملبوس ہوتے۔ میں نے کوئی چیز کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی۔

امام بخاری و امام مسلم وغیرہ محدثین نے حضرت براء سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

قرء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی العشاء والتین والزیتون فلم اسمع احسن صوتًا منه

[(حوالہ ۹۱) فتح الباری: ۱۰/۳۵۶]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں سورۂ والتین والزیتون تلاوت فرمائی۔ میں نے آپ سے زیادہ کسی حسین آواز والے کو نہیں سنا۔

حضرت امام بخاری وامام مسلم وغیرہ محدثین نے حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فهو كان احسن في عيني من القمر

چاندنی رات تھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ کو دیکھتا (بالآخر اس فیصلے پر پہنچا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں میں چاند سے کہیں بڑھ کر حسین (منور) ہیں۔

امام دارمی وامام بیہقی نے ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں۔

قلت للربيع بنت معوذ بن عفراء صفي لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا نبي لو رايته رأيت الشمس طالعة (۹۲)

میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا آپ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کے بارے میں کچھ بتائیں انہوں نے کہا اے بیٹا! اگر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ لیتا تو تو اسے یوں پاتا جیسے سورج چمک رہا ہے۔

حضرت امام بخاری وامام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ

أكان وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل السيف ؟

[(حوالہ ۹۲) مشکوۃ المصابیح حدیث: ۵۹۳۷، تبریزی نے صرف دارمی کا حوالہ دیا ہے۔ یہ حدیث دارمی کے مقدمہ کے دسویں باب میں ہے۔]

کیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تلوار کی مانند تھا؟

آپ نے فرمایا۔

لا مثل القمر

نہیں، چاند کی طرح تھا۔

اور مسلم کے الفاظ ہیں۔

لا بل مثل الشمس والقمر مستديراً

تلوار کی مانند نہیں تھا بلکہ آفتاب و ماہتاب کی مانند (نورانی) ومستدیر تھا۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم افلج الثنيتين اذا تكلم رؤى كالنور يخرج من بين ثناياه (مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے داندان مبارک کشادہ تھے جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے دانتوں سے گویا نور نکلتا۔

امام مسلم نے الجریری سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

میں اور صحابی رسول حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ ابوالطفیل بولے۔

مابقي احد رائى رسول الله غيرى

اس وقت میرے سوا روئے کائنات میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پایا ہو۔

جریری کہتے ہیں میں نے ان سے عرض کیا کہ

كيف كانت صفته

یعنی مجھے بھی آپ کے کچھ شمائل سنائیں۔

(المسلم: ۲/۲۵۹)

وہ فرمانے لگے۔

كان أبيض مليحاً مقصداً (۹۳)

آپ سفید و جاذب نظر رنگت و معتدل قامت تھے۔

امام ترمذی نے شمائل میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بالطويل البائن ولا بالقصير ولا بالابيض الامهق ولا بالأدم ولا بالقطط ولا باسبط (۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ دراز اور کوتاہ قد نہ تھے۔ (بلکہ متوسط قامت تھے) رنگ مبارک نہ بالکل سفید تھا نہ بالکل گندم گوں تھا۔ (بلکہ سفیدی میں سرخی تھی) آپ کے بال نہ بہت گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے (بلکہ کچھ بل کھائے ہوئے تھے)

امام ترمذی ہی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا،

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ربعة ليس باالطويل ولا بالقصير حسن الجسم وكان شعره ليس تجعد ولا سبط اسمر اللون اذا مشى يتكفأ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوسط قامت تھے، نہ دراز قد تھے، پست قد، خوبصورت جسم والے تھے۔ آپ کے بال نہ بہت گھنگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے تھے (بلکہ کچھ بل کھائے ہوئے تھے) سفیدی میں سرخی رنگت والے تھے جب چلتے تو وقار سے چلتے۔

اور حضرت امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم بالطويل المتمغط ولا

[(حوالہ ۹۳) الوفا: ۲/۴۰۶]

[(حوالہ ۹۴) شمائل ترمذی]

بالقصير المنزدد كان ربعة من القوم لم يكن بجعد القطط ولا باسبط كان جعداً رجلًا ولم يكن بالمطهم ولا بالمكلثم وكان في وجهه تدويرا ابيض مشرب ادعج العينن اهدب الاشفار جليس المشاش والكتدا جود ذومسربة شتن الكفين والقدمين (۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے نہ پست قد تھے بلکہ میانہ قد تھے۔ آپ کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے، جسم اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرہ مبارک بالکل گول نہ تھا بلکہ تھوڑی سی گولائی تھی۔ رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔ پلکیں دراز، جوڑوں کی ہڈیاں جسیم تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اقدس پر کثیر بال نے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں پر گوش تھے۔

حضرت ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں۔

حدثنا المسعودی عن عثمان بن عبداللّٰه بن هرمز عن نافع بن جبير عن علي بن أبي طالب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بالقصير ولا بالطويل ضخم الرأس واللحية شتن الكعبين والقدمين ضخم الكراديس مشرب وجهه حمرة طويل المربة اذا مشا تكفأ تكفيأ كانما يخط من صيب لم ارقبله ولا بعده مثله (۹٦)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پست قد تھے نہ زیادہ دراز قد تھے۔ بڑے سر اور گھنی داڑھی والے تھے۔ ٹخنے اور پاؤں مبارک پر گوش تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوڑے

[(حوالہ ۹۵) مشکوۃ حدیث ۵۷۹۳، تبریزی نے ترمذی کا حوالہ دیا ہے اور البانی نے کہا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

[(حوالہ ۹٦) ابوداؤد الطیاسی ج:۱ص:۲۴، ترمذی مناقب باب ۱۲]

جوڑوں والے اور آپ کا چہرہ مبارک سفید بہ سرخی مائل تھا۔ آپ کے سینۂ اقدس سے ناف تک لمبی باریک بالوں کی لکیر تھی جب چلتے تو آگے زور دے کر چلتے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

ابو داؤد طیالسی فرماتے ہیں۔

حدثنا شعبة اخبرنی سماك سمعت جابر بن سمرة یقول كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اشهل العینین منهوس العقب خلیع القم (۹۷)

جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک کشادہ تھیں۔ ان میں باریک باریک سرخ دورے تھے۔ ایڑی پر گوشت قلیل تھا۔ آپ کا دھان مبارک وسیع تھا۔

الشھلة: آنکھوں کی سیاہی میں سرخی کی آمیزش کو کہا جاتا ہے اور بعض احادیث میں اشھل کی بجائے اشکل کا لفظ وارد ہے۔ اشکل شکلۃ سے ہے اور شکلۃ آنکھوں کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش کو کہا جاتا ہے۔ ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں۔

حدثنا ابن أبی ذئب عن صالح مولی التؤمة عن أبی هریرة قال كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم شیخ الذراعین بعید ما بین المنكبین اهدب (الاشفار) اشفار العین لم یكن سخابا فی الاسواق ولم یكن فاحشاً ولا متفحشا كان یقبل جمیعاً ویدبر جمیعاً (۹۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبے بازوؤں والے چوڑے سینے والے لانبی پلکوں والے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں شور کرنے والے نہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فحش بات اپنی زبان

[(حوالہ ۹۷) مشکوٰۃ حدیث ۵۷۸۴ تبریزی نے مسلم کا حوالہ دیا ہے اور یہ حدیث ترمذی میں ۳۶۴۶ میں ہے۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔]

[(حوالہ ۹۸) ابوداؤد طیالسی ۳۰۴]

پر نہ لاتے تھے کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے تو تمام متوجہ ہوتے جب کسی چیز کی طرف پیٹھ کرتے تو مکمل طور پر پیٹھ کرتے۔

اور ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں۔

حدثنا شيبان عن جابر عن أبي صالح عن ام هانئ قالت مارأيت بطن رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ذكرت القراطيس بعضها على بعض (۹۹)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم اطہر دیکھنے کا موقع ملا تو تہہ بہ تہہ رکھے ہوئے کاغذ یاد آئے۔

حضرت امام ترمذی نے ابومسلمہ کی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أبيض كانما صيغ من فضة رجل الشعر (۱۰۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت ابیض تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ سر مبارک کے بال نہ بہت پیچدار تھے نہ بہت سیدھے بلکہ دونوں کے بین بین تھے۔

امام ترمذی ہی نے ابویونس کی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

ما رأيت شيأ احسن من رسول الله صلى الله عليه وسلم كأن الشمس تجرى في وجهه (۱۰۱)

میں نے آج تک کہیں بھی کوئی چیز نہیں دیکھی جو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

[(حوالہ ۹۹) ابوداؤد الطیالسی: ص ۲۲۵]

[(حوالہ ۱۰۰) شمائل ترمذی ص ۲۵، اتحاف السادۃ المتقین ۷/۱۴۶ و ۱۴۹ کنز العمال حدیث ۱۷۸۰۸ و ۱۸۵۵۳]

[(حوالہ ۱۰۱) مسند امام احمد: ۲/۳۵۰ و ۳۸۰]

سے زیادہ حسین ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سورج چہرۂ اقدس میں طلوع ہو رہا ہے۔

امام بزار نے سعید ابن مسیتب کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان الفاظ میں توصیف کرتے ہوئے سنا:

کان رجلا ربعة وهو الی الطول اقرب شدید البیاض اسود اللحیة حسن الشعرا هدب اشفاء العینین بعید ما بین المنکبین یطأ بقدمیه جمیعا لیس له اخمص یقبل جمیعاً زید بر جمیعا لم ارمثله قبله ولا بعدهض (۱۰۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قامت دیبا میانہ طوالت کی جانب زیادہ قریب تھا۔ آپ کی رنگت سپید ریش مبارک خوب سیاہ، بال مبارک حسین، پلکیں مبارک لانبی، سینہ مبارک چوڑا تھا۔ چلتے ہوئے اپنے دونوں پاؤں کو زمین پر قوت وتشیت سے رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر گوش تھے۔ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوئے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے اور پیٹھ پھیرتے تو مکمل طور پر پیٹھ پھیرتے۔ غرضیکہ میں نے آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

امام بخاری و امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یرفع یدیه فی الدعا حتیٰ یریٰ بیاض الابطین (۱۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

(مصنف فرماتے ہیں)

بغلوں کی سفیدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کیونکہ تمام

[(حوالہ ۱۰۲) تہذیب تاریخ ابن عساکر: ۱/۳۲۰، مجمع الزوائد ۲/۸۸ ہیثمی کہتے ہیں اس حدیث کو بزار نے روایت کیا۔]

[(حوالہ ۱۰۳) مسلم: الصلوٰۃ حدیث ۲۳۵]

انسانوں کی بغلیں بالوں کی وجہ سے سیاہ ہوتی ہیں۔

یہ نکتہ السنوی نے اپنی کتاب مبہمات میں بیان کیا ہے۔

امام بخاری وامام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

ما مست حریر اقط ولا دیبا جاًا ولا شیأ الین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا شممت ریحاً قط اوقال عرفاً اطیب من ریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۰۴)

میں نے آج تک کسی ریشم اور دیباج کو نہ کسی اور چیز کو مس کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ہو اور نہ میں نے آج تک کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو اور مہک سے زیادہ پاکیزہ ہو۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ازھر اللون کان عرقہ اللولؤ اذ مشی تکفا وما مست الحدیث (۱۰۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید وروشن تھا۔ پسینہ کی بوند آپ کے چہرے پر ایسے نظر آتی جیسے موتی۔ اور جب چلتے پوری طاقت سے آگے کو زور لگا کر چلتے (اس کے آگے سابقہ حدیث کے مثل الفاظ ہیں)

(مصنف کتاب حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ حضرت امام شمنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں)

قرأت علی شیخنا الامام الشمنی ادرک ابوالطاھر الربعی، اخبرنا ابواسحاق الرزرازی فی الرابعۃ اخبرنا ابوعبداللّٰہ محمد بن مزید، اخبرنا ابوالمجد محمد بن الحسن

[(حوالہ ۱۰۴) مسلم، الفضائل، حدیث نمبر ۸۲]

[(حوالہ ۱۰۵) مسلم الفضائل باب ۲۱ حدیث ۸۲ و باب ۳۱ حدیث ۱۱۳]

القزوينى، اخبرنا ابوبكر عبدالله بن ابراهيم الشحاذى، اخبرنا القاضى ابوالحسن بن ابى زرعة، اخبرنا منصور بن عبدالرحمن، اخبرنا ابومحمد عبدالملك بن نجيد، حدثنا ابوالقاسم عبدان بن حميد المنجى بجلب، حدثنا عمر بن سعيد، حدثنا احمد بن دهقان، حدثنا خلف بن تميم، قال دخلنا على ابى هرمز مغوده، فقال دخلنا على انس بن مالك مغوده فقال صافحت بكفى هذه كف رسول الله صلى الله عليه وسلم فما مسيت حزاً ولا حريرا الين من كفه صلى الله عليه وسلم

فقال ابوهرمز قلنا لانس صافحنا بالكف التى صافحت بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فصافحنا، قال خلف قلنا لابى هرمز صافحنا بالكف التى صافحت بها انس بن مالك فصافحنا، قال احمد بن دهقان قلنا مخلف صافحنا بالكف التى صافحت بها ابا هرمز فصافحنا،

قال عمر بن سعيد قلنا لاحمد بن دهقان صافحنا بالكف التى صافحت بها خلف بن تعيم فصافحنا.

قال عبدان، قلنا معمر بن سعيد صافحنا بالكف التى صافحت بها احمد بن دهقان فضافحنا

قال منصور قلت لعبد الملك صافحنا بالكف التى صافحت بها عبدان فصافحنا قال ابوالحسن قلنا لمنصور صافحنا بالكف التى صافحت بها عبدالملك مصافحنا قال الشحازى قلت لابى الحسن صافحى بالكف التى صافحت بها منصور فصافحنى.

قال ابوالمجد قلت للشحاذى، صافحنى بالكف التى صافحت

بها ابا الحسن فصافحني۔

قال ابن مزيد قلت لابی المجد صافحنی بالكف التی صافحت
بها الشمازی فصافحنی

قبل لابن مزيد صافح ابراهيم بالكف التی صافحت بها ابا
لمجد فصافحه قال ابوالطاهر قلت لا براهيم صافحنی بالكف
التی صافحك بها ابن يزيد فصافحنی۔

قال شيخنا قلت لابی الطاهر صافحنی بالكف التی صافحت بها
ابراهيم فصافحنی

خلف بن تمیم کہتے ہیں کہ ہم ابو ہرمز کے پاس ان کی عیادت کے لئے گئے تو انہوں نے فرمایا ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ان کی عیادت کی غرض سے حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا میں نے اپنی اس ہتھیلی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہتھیلی کا مصافحہ کیا ہے۔ پس میں نے آج تک نہ کسی دیباج کو چھوا اور نہ کسی ریشم کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔

ابو ہرمز کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس سے عرض کیا کہ آپ ہم سے اس ہتھیلی کے ساتھ مصافحہ کیجئے جس کے ساتھ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک کا مصافحہ کیا تھا۔ پس انہوں نے ہمارے ساتھ مصافحہ فرمایا خلف کہتے ہیں ہم نے ابو ہرمز سے کہا کہ آپ اپنی اس ہتھیلی کے ساتھ ہمارے ساتھ مصافحہ فرمائیے جس کے ساتھ حضرت انس سے مصافحہ کیا تھا پس انہوں نے ہم سے مصافحہ کیا۔

احمد بن دھقان کہتے ہیں ہم نے خلف سے عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ اس ہتھیلی کے ساتھ مصافحہ کیجئے جس کے ساتھ ابو ہرمز کے ساتھ مصافحہ کیا تھا تو انہوں نے ہم سے مصافحہ کیا۔

عمر بن سعید کہتے ہیں ہم نے احمد بن دھقان سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ اس ہتھیلی سے مصافحہ کیجئے جس کے ساتھ خلف سے مصافحہ کیا تھا تو انہوں نے ہم سے

مصافحہ کیا۔

عبدان کہتے ہیں ہم نے عمر بن سعید سے کہا کہ آپ ہم سے اس ہتھیلی کے ساتھ مصافحہ کریں جس کے ساتھ احمد بن دھقان کا مصافحہ کیا تھا تو انہوں نے ہم سے مصافحہ کیا۔

عبدالملک کہتے ہیں ہم نے عبدان سے کہا کہ آپ ہم سے اس ہتھیلی کے ساتھ مصافحہ کریں جس کے ساتھ آپ نے عمر بن سعید کا مصافحہ کیا تھا تو انہوں نے ہم سے مصافحہ کیا۔

منصور کہتے ہیں میں نے عبدالملک سے کہا کہ آپ ہم سے اس ہتھیلی کے ساتھ مصافحہ کریں جس کے ساتھ آپ نے عبدان سے مصافحہ کیا تھا پس انہوں نے ہم سے مصافحہ کیا۔

ابوالحسن کہتے ہیں ہم نے منصور سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ اس ہتھیلی سے مصافحہ کریں جس کے ساتھ آپ نے عبدالملک کا مصافحہ کیا تھا پس انہوں نے ہم سے مصافحہ کیا۔

شماذی کہتے ہیں میں نے ابوالحسن سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے اس ہتھیلی کے ساتھ مصافحہ کریں جس کے ساتھ آپ نے منصور کا مصافحہ کیا تھا تو انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔

ابو المجد کہتے ہیں میں نے شماذی سے کہا کہ آپ میرے ساتھ اس ہتھیلی سے مصافحہ کیجئے جس کے ساتھ آپ نے ابوالحسن کا مصافحہ کیا تھا تو انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔

ابن مزید کہتے ہیں میں نے ابوالمجد سے کہا کہ آپ میرا اس ہتھیلی کے ساتھ مصافحہ کریں جس کے ساتھ آپ نے شماذی کا مصافحہ کیا تھا پس انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا۔

ابن مزید سے عرض کیا گیا کہ آپ ابراہیم کے ساتھ اس ہتھیلی سے مصافحہ کریں

جس کے ساتھ آپ نے ابوالمجد کا مصافحہ کیا ہے پس انہوں نے ابراہیم کے ساتھ مصافحہ فرمایا۔

ابو طاہر کہتے ہیں میں نے ابراہیم سے کہا کہ آپ میرے ساتھ اس ہتھیلی سے مصافحہ کریں جس کے ساتھ ابن مزید نے تمہارا مصافحہ کیا تھا۔ پس انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔

ہمارے شیخ نے فرمایا کہ میں نے ابوطاہر سے کہا کہ میرے ساتھ اس ہتھیلی سے مصافحہ کریں جس کے ساتھ آپ نے ابراہیم کا مصافحہ کیا تھا پس انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔

اور میں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ اس ہتھیلی سے مصافحہ فرمائیں جس کے ساتھ آپ نے ابوطاہر کا مصافحہ کیا تھا تو انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا۔

اخبرني ابو العباس بن عبدالقادر المصري قراة اخبرتنا سارة بنت شيخ الاسلام تقي الدين السبكي، اخبرنا ابوالعباس الجزري، اخبرنا محمد بن عبدالهادي عن شهدة، اخبرنا علي بن الحسين، اخبرنا ابوعلي بن شاذان، اخبرنا ابومحمد الحسن بن محمد العلوي حدثنا اسمعيل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن ابي طالب حدثنا علي بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين عن اخيه موسى بن جعفر عن جعفر بن محمد عن ابيه محمد بن علي عن علي بن الحسين قال قال الحسين بن علي (۱۰۶) سألت خالي هند بن أبي هالة عن حلية النبي صلى الله عليه وسلم وكان وصافا وانا ارجو أن يصف لي شيأ اتعلق به قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فخما ففخما يتلالأ وجهه تلألؤ القمر

ليلة البدر اطول من المزبوع واقصر من المشذب عظيم الهامة رجل الشعران انفرقت عقيقته فرق، والا فلايجاوز شعره شحمة اذنيه اذا وخره ازهر اللون واسع الجبين ازج الحواجب، سوابغ من غير قرن بينهما عرق يدره الغضب اقنى العرنين له نور يعلوه ويحبه من لم يتأمله أشم كث اللحية ادعج سهل الخدمين خليع الفم اشنب مفلج الاسنان دقيق المسربة كان عنقه جيد دمية في صفاء الفضة معتدل الخلق بادنا متماسكا سواء البطن والصدر مشيح الصدر بعيد ما بين المنكبين صخم الكراديس انور المتجرد موصول ما بين اللبة والسرة بشعر يجرى كا الخط، عارى الثدين مما سوىٰ ذالك الشعر الذراعين والمنكبين واعالى الصدر طويل الزندين، رجب الراحة شتن الكفين والقدمين، سائل الاطراف، سبط العصب خمصان الاخميض، مسيح القدمين ينبو عنهما الماء اذا زال زال تقلعاً ويخطو تكفواً يمشي هونا ذريع المشبة اذا مشا كانما يخط من صبب واذا التفت التفت جميعًا خافض الطرف نظره الَى الارض اطول من نظره الى السماء جل نظره الملاحظة يسوق اصحابه ويبداء من لقيه بالسلام قلت صف لي منطقه ؟ قال كان صلي الله عليه وسلم متوا صل الاخزان دائم الفكرة ليست له راحة لا يتكلم في غير حاجة طويل السكوت يفتتح الكلام ويختمه باشداقه ويتكلم بجوامع الكلم فصلا لا فضول فيه ولا تقصير، دمثا ليس بالجا في ولا المهين يعظم النعمة وان دقت لا يزم منها شيأ، لم يكن يذم، ذواقا ولا يمدحه ولا يقام

[(حوالہ۱۰۶) کنز العمال حدیث:۱۷۸۰۷]

لفضبه اذا تعرض للحق بشئ حتى ينتصر لها اذا اشارأشاره بكفه كلها واذا تعجب قلبها واذا تحدث اتصل بها فضرب بابهامه اليمنى بطن راحته اليسرىٰ واذا غضب اعرض واشاح واذا فرح غض طرفه جل ضحكه التبسم ويفتر عن مثل حب الغمام

قال الحسن فكتمها الحسين بن علي زمانا ثم حدثته بها فوجدته قد سبقني اليه فسأل اباه عن مدخل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ومخرجه ومجلسه وشكله فلم يدع منه شيأ

قال الحسن سالت ابي عن دخول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال كان دخوله لنفسه ما ذونا له في ذالك فكان اذا اوى الى منزله جزاء دخوله ثلاثه اجزاء جزاء للّٰه وجزأ لنفسه وجزاء الاهله ثم جزأ جزء ہ بينه وبين الناس فيرد ذالك على العامة بالخاصة لا يدخر عنهم شيأ

وكان من سيرته في جزء الامة ايثار اهل الفضل بأذنه وقسمه على قدر فضلهم في الدين منهم ذوالحاجة ومنهم ذوالحاجتين ومنهم ذوالحوائج فيتشاغل لهم ويشغلهم فيما اصلحهم والامة من مسالته عنهم ويقول ليلغ الشاهد الفائب واللغوني حاجة من لا يتطيع ابلاغى حاجته فانه من ابلغ سلطانا حاجة من لا يستطيع ابلاغها مثبت اللّٰه قدميه يوم القيامة

لا يذكر عنده الا ذالك ولا يقبل من احد غيره يدخلون رواداً ولا يتفرقون الاعن ذواق يخرجون ادلة يعني فقهاً

قلت فاخبرني عن مخرجه كيف كان يضع فيه قال كان

رسول الله صلی الله علیه وسلم یختزن لسانه الا فیما یعنیهم
ویؤلفهم ولا یفرقهم یکرم کریم کل قوم ویولیه علیهم
ویحذر الناس ویحترس منهم من غیر ان یطوی عن احد
بشره ولا خلقه وینقد اصحابه ویسأل الناس عما فی الناس
ویحن الحسن ویصوبه ویقبح القبیح ویوهنه معتدل الامر
غیر مختلف لا یغفل مخافة أن یغفلوا ادیلوا لکل احد عنه
عناد ولا یقصر عن الحق ولا یجاوزه الی غیره
الذین یلونه خیارهم وافضلهم عنده اعبصه اعمهم نصیحة
واعظمهم عنده منزلة احسنهم مواساة ویرازرة
فسالته عن مجلسه عما کان یصنع فیه رسول الله صلی الله
علیه وسلم قال کان ر سول الله صلی الله علیه وسلم لا
یجلس ولا یقوم الاعلی ذکر ولا بوطن الاماکن وینهی عن
ایطانها واذا انتهی الی القوم جلس حیث ینتهی به المجلس
ویأمر بذالك ویعطی کل جسائه نصیبه، ختی لایحسب
جلیسهٔ، ان احدا اکرم علیه منه من جالسه او قاده لحاجة لم
یرده الابها او ببیسور من القول، قدوسع الناس بسطه، وخلقه
هنارلهم ابا وصاروا عنده فی الحق متقاربین، یتفاضلون فیه
بالتوقی متواصفین، یوقرون الکبیر ویرحمون الصغیر ویر
فدون ذالحاجة ویرحمون الغریب۔
فسألته عن سیرته فی جلسائه فقال رسول الله صلی الله علیه
وسلم دائم البشر سهل الخلق، لین الجانب، پس بغظ ولا
غلیظ ولاسخاب ولا فحاش ولاعیاب ولا مزاح یتغافل عما لا
یشتهی ولایؤنس منه قد ترك من ثلاث لا یذم احدا ولا یعیره

ولا يطلب عورته ولا يتكلم الافيما يرجو ثوابه اذا تكلم أطرق جساءهُ كاعا على رؤسهم الطير، واذا سكت تكلموا لا يتنازعون عنده الحديث من تكلم عنده انصتوا حتي يفرغوا حديثهم، حديث اولهم، يضحك مِمّا يضحكون منه ويتعجب مما يتعجبون منه ويصبر للغريب على الجفوة في المنطق ويقول اذا رائيتم صاحب الحاجة يطلبها نارفدوه ولا يقبل انشاء (۱۰۸) الامن مكافي ولا يقطع عليٍ احد حديثه حتى يتجوزه فيقطعه بانتهاء اوقيام

قلت نكيف كان سكوته قال كان سكوته صلى الله عليه وسلم على اربع على الحلم والحذر والتقدير التفكيرفا ما تقديره ففي تسوية النظر والاستماع بين الناس واما تفكره ففيما يبقى ويفني وجمع له الحلم والصبر وكان لا يغضبه شئ ولا يستفزه وجمع له في الحذر اربع اخذه بالحسني ليقتدى به وتركه القبيح لينتهي عنه واجتهاد الرأى فما اصلح امته والقيام لهم فيما جمع لهم من امرا الدنيا والآخرة

ترجمہ: حضرت امام حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے متعلق پوچھا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واصف تھے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کو بیان کرتے ہوئے کوئی ایسی چیز بیان کریں گے جس کو میں اپنا لوں گا۔

[(حوالہ ۱۰۸) اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶ تہذیب تاریخ ابن عساکر ۱/۳۴۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہ نے فرمایا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی نگاہوں میں بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان دکھائی دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور اس طرح چمکتا تھا جس طرح چودھویں کا چاند قد مبارک متوسط قد سے قدرے طویل تھا لیکن زیادہ طویل والے سے نسبتاً پست تھا۔ سر اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ بال مبارک قدرے خم کھائے ہوئے تھے۔ سر مبارک کے بالوں میں بسولیت مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے۔ آپ کے بال مبارک کانوں کی لو سے تجاوز نہ کرتے۔ رنگ چمکدار پیشانی کشادہ، ابرو خم دار باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک ملے ہوئے نہیں تھے۔ دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالت غصہ میں ابھر جاتی۔ بینی مبارک مائل بہ طوالت تھی اور اس پر نور کا پہرہ تھا۔ ابتداً دیکھنے والا بینی مبارک ٹیڑھا تصور کرتا (لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں ہے) داڑھی مبارک گنجان آنکھ مبارک کی پتلی خوب سیاہ، رخسار مبارک ہموار ہلکے، دھن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ، دندان مبارک باریک اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ، سینے سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر، گردن مبارک اتنی خوبصورت اور باریک تھی جیسے موتی کو تراشا گیا ہو اور رنگ میں چاندی کی طرح سفید تھی۔ تمام اعضاء پر گوشت اور معتدل، پیٹ، سینہ مبارک ہموار لیکن سینہ اقدس فراخ تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان قدرے فصل تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی

تھیں۔ جو حصہ بدن کپڑوں سے باہر رہتا روشن تھا۔ ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح بالوں کی دھاری تھی۔ چھاتی مبارک اور پیٹ بالوں سے خالی تھے۔ البتہ بازوؤں، کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے۔ کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم پر از گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ کے تلوے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے۔ اس طرح کہ پانی ان سے فوراً ڈھلک جاتا اور جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے جھک کر چلتے۔ زمین پر قدم آہستہ پڑتا نہ کہ زور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبک رفتار تھے اور قدم ذرا کشادہ رکھتے۔ چھوٹے چھوٹے قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو مکمل متوجہ ہوتے اور آپ کی نظر پاک اکثر نیچی اور جھکی رہتی۔ گوشہ چشم سے دیکھنا عموماً آپ کی عادت شریفہ تھی یعنی غایت حیا کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ چلتے وقت اپنے صحابہ کو آگے کر دیتے۔ سلام دینے میں ابتداء کرتے۔

حضرت حسین بن علی فرماتے ہیں:

میں نے ابن ابی ہالہ سے کہا کہ آپ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز کلام سے آگاہ فرمائیں تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملال کی کیفیت میں رہتے ہمیشہ اپنی امت کے بارے میں فکر مند رہتے۔ آپ نے کبھی راحت و آرام نہیں پایا۔ بغیر ضرورت کے تکلم نہ فرماتے لمبا سکوت فرمانے والے تھے۔ کلام کا افتتاح واختتام اپنی مبارک باچھوں کے ذریعہ فرماتے۔ (جو آپ کے فصیح و بلیغ ہونے کی دلیل ہے)

مختصر اور جامع کلمات کے ساتھ مفصل گفتگو فرماتے جن میں نہ مقصد سے زائد کوئی کلمہ ہوتا نہ ہی مقصد کی تفہیم میں مخل کوئی کلمہ ہوتا۔ آپ نرم خو تھے اور درشت طبع نہ تھے اور نہ ہی کسی کی توہین کرنے والے تھے۔ نعمت کی تعظیم فرماتے اگرچہ معمولی سی بھی کیوں نہ ہوتی۔ کسی شے کی مذمت نہ کرتے آپ مذمت کرنے والے تھے ہی نہ اور نہ مدح

کرتے اپنی ناراضگی کا بدلہ نہ لیتے جب حق کی مخالفت ہوتی تو اس کا انتقام ضرور لیتے۔
جب اشارہ فرماتے اپنی پوری ہتھیلی کے ساتھ اشارہ فرماتے جب آپ کو تعجب لاحق ہوتا
ہتھیلی کو پلٹ دیتے۔ جب گفتگو فرماتے دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے ہوئے دائیں ہتھیلی کے
انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی کے اندر والے حصے پر مارتے جب غصہ آتا تو اعراض فرماتے۔
جب خوش ہوتے تو نگاہ جھکا دیتے۔ آپ کی مسکراہٹ عموماً تبسم ہوتی اور جب تبسم
فرماتے تو اربوں کی طرح خوبصورت چمکتے ہوئے دندان مبارک ظاہر ہوتے۔ حضرت
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو ایک عرصہ تک حضرت
امام حسن رضی اللہ عنہ سے چھپائے رکھا پھر جب میں نے ان سے بیان کی تو میں نے
انہیں پایا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی یہ حدیث حاصل کر چکے تھے۔ پس حضرت امام حسن رضی
اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی آمد و رفت اور آپ کی مجلس اور شکل وصورت کے بارے میں سب کچھ دریافت کر
رکھا تھا۔ کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔

حضرت امام حسن فرماتے ہیں:

میں نے اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا جو وقت اپنے دولت خانے میں گزرتا تھا آپ اس میں کیا کرتے تھے۔ تو
انہوں نے کہا کہ حضور گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے داخل ہونے کی اجازت
طلب کرتے اور اس کے بعد قیام کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کر لیتے تھے۔ ایک
حصہ اللہ کی عبادت کے لئے دوسرا حصہ اپنے اہل کے ساتھ موانست ومعاشرت کے لئے
تیسرا اپنی ذات کے لئے پھر اپنی ذات کے حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان تقسیم
کر لیتے۔ خاص صحابہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں حاضر ہوتے۔ آپ
ان کی وساطت سے عوام کو جو دولت خانہ میں حاضر نہ ہوا کرتے تبلیغ احکام فرماتے۔ اور
نصیحت وہدایت کی کوئی بات عام وخاص سے پوشیدہ نہ رکھتے۔

امت کے حصہ میں آپ کا یہ طریقہ تھا کہ اہل فضل کو ترجیح دیتے تا کہ وہ حاضر

خدمت ہو کر افادۂ عام کریں اور اس حصۂ امت کو بقدر حاجات دینیہ تقسیم فرماتے۔ اہل فضل میں سے کسی کو ایک مسئلہ دین دریافت کرنا ہوتا کسی کو دو اور بعض کو بہت سے مسائل کی ضرورت ہوتی۔ پس ان اصحاب حاجات کی طرف توجہ فرماتے اور ان کو وہی امور دریافت کرنے دیتے جن میں ان کی اور امت کی بہبودی ہو۔ آپ ان کے مناسب حال احکام بیان فرماتے اس کے بعد آپ حاضرین مجلس سے ارشاد فرماتے کہ تمہیں چاہئے کہ بقیہ امت کو جو حاضر نہیں یہ احکام پہنچا دو اور امت کو ترغیب دیتے کہ وہ ان لوگوں سے مسائل دریافت کریں اور فرماتے جو لوگ (مثلاً عورتیں بیمار، غائب وغیرہ) اپنی حاجتیں مجھ تک نہیں پہنچا سکتے تم ان کے حوائج مجھ تک پہنچاؤ کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی حاجت بادشاہ تک پہنچاتا جسے وہ خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم (پل صراط پر) ثابت رکھے گا۔ اسی طرح کے ضروری مفید امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا کرتے تھے۔ اور ایسے امور کی شنوائی نہ ہوتی جن میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ طالب وسائل دولت خانہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور آپ سے استفادۂ علوم کرتے اور لوگوں کے رہبر بن کر نکلتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت گھر سے خارج گزرتا تھا آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہتے اور بجز مفید وضروری امر کے لب کشائی نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو (حسن وخلق سے) اپنا گرویدہ بناتے اور ایسی بات نہ کرتے جس سے وہ نفرت کرنے لگیں۔ آپ ہر ایک قوم کے بزرگ کی عزت کرتے اور اس کو ان کا سردار بناتے اور آپ لوگوں کو (عذاب خدا سے) ڈراتے۔ ان سے احتراز کرتے اور بچتے مگر کشادہ روئی اور حسن خلق میں کسی سے دریغ نہ فرماتے۔

اپنے اصحاب کی خبر گیری فرماتے (مثلاً مریض کی عیادت، مسافر کے لئے دعا اور میت کے لئے استغفار فرماتے) اپنے خاص اصحاب سے لوگوں کے حالات دریافت

فرماتے (تاکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں) آپ اچھی بات کی تحسین فرماتے اور اس کی تائید کرتے اور بری بات کی برائی ظاہر فرماتے اور اس کی تردید کرتے آپ کا حال ہمیشہ معتدل تھا۔ اس میں اختلاف نہ تھا۔ آپ (لوگوں کی تذکیر و تعلیم سے) غافل نہ ہوتے تھے کہ مبادا وہ غافل ہو جائیں یا سستی کی طرف مائل ہو جائیں۔ آپ بہرحال (جمیع انواع عبادت کے لئے) مستعد تھے حق سے کوتاہی نہ کرتے اور نہ حق سے تجاوز فرماتے جو لوگ (استفادہ کے لئے) آپ کی خدمت میں حاضر رہتے وہ خیر الناس ہوتے اور سب سے افضل آپ کے نزدیک وہ ہوتا جو سب مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا اور آپ کے نزدیک مرتبہ میں سب سے بڑا وہ ہوتا جو محتاجوں کی غم خواری کرنے والا اور (مہمات امور میں) اپنے بھائیوں کی مدد کرنے والا ہوتا حضرت امام حسن فرماتے ہیں کہ بعدازاں میں نے اپنے والد بزرگوار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا حال دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضور کا مجلس سے اٹھنا اور مجلس میں بیٹھنا بغیر ذکر الٰہی نہ ہوتا جب آپ کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے تو جہاں جگہ خالی پاتے وہیں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے۔ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے آپ ان میں سے ہر ایک کو (حسب حال کشادہ روئی اور تعلیم و تفہیم سے) بہرہ ور فرماتے۔

آپ کا ہر ایک جلیس یہ سمجھتا کہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں۔ جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لئے آپ سے کلام کرتا آپ اس کے ساتھ اسی حالت میں ٹھہرے رہتے۔ یہاں تک کہ وہ خود واپس ہو جاتا جو شخص آپ سے کسی حاجت کا سوال کرتا آپ اس کی حاجت پورا کرتے یا اس سے کوئی نرم بات فرماتے (یعنی وعدہ فرماتے یا فرماتے کہ فلاں سے ہمارے ذمہ قرض لے لو) آپ کی کشادہ روئی اور حسن خلق تمام لوگوں کے لئے عام تھی۔ آپ (بلحاظ شفقت) سب کے باپ ہو گئے تھے اور وہ آپ کے نزدیک حق میں برابر تھے۔ (حسب حال و استحقاق ہر ایک کی حق رسائی ہوتی) آپ کی مجلس میں سب مساوی تھے۔ ہاں بلحاظ تقویٰ بعض کو بعض پر فضیلت تھی۔ وہ سب متواضع تھے جو مجلس مبارک میں بڑوں کی توقیر چھوٹوں پر

رحم کرتے اور صاحب حاجت کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اور مسافر واجنبی کے حق کی رعایت کرتے۔

حضرت امام حسن فرماتے ہیں میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم مجلس لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آتے؟ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خوش رہنے والے نرم طبع تھے۔ آپ درشت طبع اور تند خو نہ تھے۔ نہ شور مچانے والے تھے آپ اپنی زبان مبارک پر فحش بات کبھی نہ لاتے۔ آپ لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے نہ تھے۔ مذاق کرنے والے تھے اور جو چیز پسند نہ فرماتے اس سے تغافل برتتے۔ آپ نے تین چیزوں سے اپنے آپ کو بہت دور رکھا تھا۔

(۱) کسی کی مذمت نہ کرتے نہ کسی کو عار دلاتے۔

(۲) نہ کسی کے پوشیدہ معاملات کی کھوج لگاتے۔

آپ اسی معاملے میں تکلم فرماتے جس میں ثواب کی امید رکھتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو اہل مجلس اپنے سر جھکا لیتے۔ ایسے محسوس ہوتا گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ جب خاموشی اختیار فرماتے تو اہل مجلس کلام کرتے۔ گفتگو میں وہ آپ کے پاس ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرتے۔ آپ کے ہاں کوئی بات کرتا تو سب لوگ خاموشی سے اس کی بات کو سنتے یہاں تک کہ اس کی بات ختم ہو جاتی۔ ان حضرات کی بات آپ کے حضور میں ایسے ہوتی جیسے ان میں سے پہلے کی بات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس چیز سے تبسم فرماتے جس سے لوگ ہنستے۔ اور آپ اس چیز سے تعجب کرتے جس سے لوگ تعجب کرتے۔ اجنبی اگر گفتگو کرنے میں سختی سے پیش آتا تو تحمل سے کام لیتے اور فرماتے جب تم سے کوئی حاجت مند حاجت طلب کرے تو اس کی مدد کرو۔ احسان کا بدلہ دینے والے کے سوا کسی کی مدح وثناء کو پسند نہ کرتے۔ کسی کی بات کو نہ کاٹتے اس کی بات اس وقت تک سنتے رہتے جب تک وہ اس کو خود ختم نہ کرتا یا اٹھ کر چلا نہ جاتا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی سے پوچھا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت کیسا تھا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت حلم، حذر، تقدیر اور تفکیر چار چیزوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ تقدیر تو یہ کہ آپ لوگوں کو دیکھنے ان کی بات سننے میں سب کو برابری ومساوات کا درجہ دیتے اور آپ کا تفکر اس چیز میں ہوتا جو باقی رہنے اور فانی ہونے والی ہوتی اور آپ میں حلم اور صبر دونوں صفات مجتمع تھیں۔ کوئی چیز آپ کو نہ غصے میں مبتلا کر سکتی تھی نہ اضطراب میں۔ حذر میں آپ کے لئے چار چیزیں جمع تھیں۔ اچھائی کو حاصل کرتے تھے تاکہ لوگ اس میں آپ کی اقتداء کریں اور بری چیز کو چھوڑتے تھے تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ اور اس چیز میں کوشش فرماتے جس میں آپ کی امت کی بھلائی ہوتی اور امت کے لئے ہر وہ کام انجام دیتے جس میں امت کے لئے دنیا وآخرت دونوں کا امر جمع ہوتا۔
اس حدیث کو امام بیہقی نے اس کی طوالت کے ساتھ دلائل النبوۃ میں دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے شمائل میں متفرق طور پر روایت کیا ہے۔
امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

اخبرنا ابونصر بن قتادہ انبأنا ابوعمرو بن مطر، حدثنا ابوزید عبدالواحد بن یوسف بن ایوب بن الحکم بن ایوب، حدثنی عمی سلیمان بن الحکم عن جدی ایوب بن الحکم الخزاعی عن حزام بن ھشام عن أبیہ ھشام عن جدہ جیش بن خالد صاحب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو اخو ام معبد عاتکۃ بنت خالد عنھا قالت فی وصفہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رایت رجلا ظاھر الوضاءۃ ابلج الوجہ حسن الخلق، لم تعبہ نحلۃ ولم تذربہ صقلۃ وسیم قسیم فی عینیہ دعج وفی اشفارہ غطف وفی صورتہ جمال، وفی عنقہ سطع، وفی لحیتہٖ کثاثۃٌ أزج، اقرن، ان صمت فعلیہ الوقار، وان تکلم سما وعلاہ

البهاء اجمل الناس وابهاه من بعيد واحلاه واحسنه من قريب، حلوا المنطق فصل لا نذر ولا هذر كان منطقه هذرات نظم يتحذرن، ربعة لابائين من طول ولا يقتحمه عيب من قصر، غضنًا بين غضنين (۱۰۹)

عاتکہ بنت خالد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں کہتی ہیں۔ میں نے آپ کو روشن چہرے والا اچھے اخلاق والا پایا۔ جنہیں جود وعطا کی وجہ سے نہ تکان لاحق ہوتا اور نہ عدم عطا سے عیب لگتا۔ خوبصورت آنکھوں میں سیاہ تتلیاں، پلکوں میں خمدار طول، صورت میں جمال، گردن میں طول، داڑھی میں گنجانی، ابرو کمان کی طرح ملے ہوئے تھے۔ اگر خاموشی اختیار فرماتے تو وقار نمایاں ہوتا۔ کلام فرماتے تو خوبصورتی اور جمال کا اظہار ہوتا۔ سب سے زیادہ حسن وجمال والے دور سے دیکھنے والے پر ہیبت ورعب طاری ہوتا۔ قریب آنے والا آپ کو شیریں واچھے اخلاق والا پاتا۔ گفتگو میں شیرینی ہوتی، کلمات واضح طور پر ادا فرماتے جن میں نہ مقصد سے زائد کوئی کلمہ ہوتا اور نہ کم۔ آپ میانہ قد تھے۔ آپ کا قد نہ بہت زیادہ لمبا تھا اور نہ ہی آپ میں پست قد ہونے کا عیب تھا گویا دو ٹہنیوں کے درمیان ایک ٹہنی تھی۔

مذکورہ احادیث کے مشکل وغیر مانوس الفاظ کی شرح

اللمة: شانوں تک پہنچنے والے بال

ليلة اضحيان: چاندنی رات، روشن رات

كان مثلث السيف: ابن دحیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور اعتدال کے ساتھ گول تھا۔ اسی لئے حضرت براء نے چاند میں پائی جانے والی گولائی کے ساتھ تشبیہ دیکر قائل کے اس وہم کا ازالہ فرما دیا جو وہ تلوار میں پائے جانے والے طول کی طرح خیال کر رہا تھا۔ سورج کے ساتھ تشبیہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ چاند کو دیکھنے والا چاند سے مانوس ہوتا ہے۔ اور اس کی روشنی سے حرارت کی مشقت اٹھائے

[(حوالہ ۱۰۹) دلائل النبوۃ: ۱/۲۰۳]

بغیر مستفید ہوتا ہے اور اس پر بآسانی نگاہ ڈال سکتا ہے۔ بخرف سورج کے کہ اس سے آنکھ چندھیا جاتی ہے اور اس کو دیکھنے والا اچھی طرح دیکھ نہیں پاتا۔ (مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں بعض روایات میں مثل الشمس والقمر مستدیرًا کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

الفلج: سامنے والے دانتوں کے درمیان معمولی سا پایا جانے والا وقفہ

البائین: دبلے پن میں پائی جانے والی طوالت

الامھق: ایسی شدید سفید رنگت جس میں سرخی کی آمیزش بھی نہ ہو اور چمکدار بھی نہ ہو۔

الآدم: شدید گندم گون رنگ

القطط: بہت زیادہ خمدار

السبط: ایسے سیدھے بال کہ جن میں کوئی خم نہ ہو۔

الرجل: بہت زیادہ خمدار اور بہت زیادہ سیدھے بالوں کے بین بین بال گویا کہ کنگھی کے ساتھ سنوارنے کی وجہ سے معمولی سا خم آ گیا ہو۔

التکفی: چلتے ہوئے آگے کی جانب جھکاؤ

الممغط: بہت زیادہ دراز قد

المتردد: جس کا جسم گھٹا ہوا ہو۔

المطھم: لٹکے ہوئے گوشت والا

المکلثم: کوتاہ ٹھوڑی والا، بعض نے اس کا معنی گول چہرے والا بھی کیا ہے۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ترمذی نے اسی معنی پر جزم کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ کا چہرہ بہت زیادہ گول نہ تھا تاکہ حدیث جابر کے موافق ہو جائے۔ اس پر بعد والا لفظ ''فی وجھۃ تدویر'' بھی دلالت کر رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کے چہرۂ انور میں اعتدال کے ساتھ گولائی تھی۔

المشرب: سفید رنگت میں سرخی کی آمیزش والا۔

الادعج: آنکھ کی پتلی میں شدید سیاہی

الاھدب: لمبی پلکوں والا

المشاش والکرادیس: ان دونوں لفظوں کا معنی ہڈیوں کے جوڑ ہیں جیسا کہ گھٹنے، کلائیاں اور کندھے وغیرہ۔

الکتد: (کاف وتاء کے فتحہ کے ساتھ) دونوں شانوں کے درمیان کا حصہ۔

الاجرد المربة: سینے سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری

شثن الکفین: پرگوشت انگلیوں والا۔

الضخم: بڑا، عظیم

منہوس العقب: قلیل گوشت والی ایڑھی۔

ضلیع الفم: وسیع دھان والا

شلح الزراعین: لمبے بازوؤں والا

الصخاب: بہت زیادہ چیخ وپکار کرنے والا۔

الاخمص: پاؤں کا اندرونی حصہ جس کے ساتھ زمین مس نہیں کرتی (تلوے)

المشذب: واضح

الھامۃ: سر

الوفرۃ: کانوں کی لوتک پہنچنے والے بال

العقیقۃ: سر کے بال

راوی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال خود خم کھا جاتے تو آپ ایسے ہی رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے۔

الحاجب الازج: طویل خمدار ابرو

الوافر: بال

العرنین: ناک کا بالائی حصہ

الاقنی السائل: ناک کا درمیانی ابھرا ہوا حصہ۔

الاشم: ناک کا لمبا بانسا

الشنب: دندان کی رونق وستھرائی، بعض نے اس سے دندان ک باریکی اور تیزی مراد لی ہے۔

الجید: گردن

الدمیة: ہاتھی دانت کا تراشا

البادن: پرگوشت

المتماسك: معتدل جسامت بعض حصہ بعض کے ساتھ گھٹا ہوا۔

سواء البطن والصدر: پیٹ اور سینہ کی ہمواری

مشیح الصدر: (میم کے ضمۃ اور شین کے ساتھ) چھاتی کا قدرے نمایاں ہونا۔ نہ اس طرح کہ پیٹ کو دھنسا کر چھاتی کو ابھارا جائے۔

اشاح: کا معنی اقبل یعنی متوجہ ہونے کے ہیں اور اساح (سین کے ساتھ) کا معنی چوڑائی ہے۔

الزندان: بازوؤں کی ہڈیاں

رحب الراحة: ہتھیلی کی کشادگی اور کہا گیا کہ یہاں جود وسخا سے کنایہ ہے۔

سائل الاطراف: لمبی انگلیوں والا۔

السبط: سیدھے غیر پیچیدار بال

القصب: (قاف اور ص کے ساتھ) ہر وہ ہڈی جس کا اندرونی حصہ خالی ہو۔

خمصان الاخمصین: دونوں تلوؤں کی گہرائی۔

مسح القدمین: (حا کے ساتھ) پاؤں کی ہمواری

التقلع: پاؤں کو پوری قوت سے اٹھانا۔

الزریع: کشادہ قدم رکھنا یعنی آپ چلنے میں تیزی سے پاؤں اٹھاتے اور قدم ذرا کشادہ رکھتے بخلاف متکبر آدمی کے چلنے کے مراد یہ بتانا ہے کہ آپ چلنے میں نرمی اور وقار سے چلتے بغیر کسی جلد بازی کے جیسا کہ راوی فرماتے ہیں۔

"کانما یخط من صبب" یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپ کسی بلند جگہ سے اتر رہے ہیں۔

یفتتح الکلام ویختمته باشداقه (کہ آپ کلام کا افتتاح واختتام باچھوں کے ذریعے کرتے جو آپ کی فصاحت وبلاغت کی دلیل ہے) کیونکہ آپ کا دھان مبارک اعتدال کے ساتھ وسیع تھا۔ عرب ایسے دھان کی مدح کرتے ہیں اور چھوٹے دھان کی وجہ سے مذمت کرتے ہیں۔

الدمث: نرم خو

المھین: ضمہ کے ساتھ اہانت سے اور فتحہ کے ساتھ مھانۃ سے ہے اور اس کا معنی حقارت ہے۔

الشاح: نفرت کی

یفتر: ہنستے ہوئے دانت ظاہر کئے

حب الغمام: اولہ

یدخلون روادا: آپ سے حاجت طلب کرتے ہوئے آئے

عن ذواق: بعض نے اس کا معنی علم کیا اور بعض نے اکمل

العتاد: تیار شدہ، حاضر شے

لا یوطن الاماکن: آپ مسجد میں اپنے لئے کوئی خاص جگہ متعین نہ کرتے۔

لایقبل الثناء الامن مکافئ: بعض نے کہا اس سے مراد ہے کہ آپ صرف سابقہ کسی احسان پر مدح قبول کرتے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد مسلم ہے کہ آپ صرف مسلمان سے مدح قبول کرتے اور بعض نے کہا کہ آپ اس کی مدح قبول کرتے جو مدح میں اعتدال سے کام لیتا۔

ایلج الوجه: روشن چہرے والا۔

النحلة: بلا معاوضہ کسی کو کوئی چیز دینا (عطیہ)

الصفلة: نحلہ کی ضد ہے کہ معاوضہ لے کر کوئی چیز دینا۔

الوسیم : خوبصورت اور القسیم کا معنی بھی حسین ہے۔

الغطف : پلکیں لمبی ہونے کے بعد خم کھا جائیں ایسے ہی العطف کا معنی بھی یہی ہے۔ بعض روایات میں وطف کا لفظ بھی مروی ہے جس کا معنی لمبا ہوتا ہے۔

الصھل : کرخت آواز

السطح : لمبا ہونا

ان تکلم سما : یعنی آپ جب گفتگو فرماتے تو سر اور ہاتھ بلند فرماتے۔

لانزر ولا ھزر : نہ ہی قلیل اور نہ ہی کثیر۔

لابائن من طول : یعنی آپ بہت زیادہ دراز قد نہ تھے۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہاں پر تصحیف کا احتمال ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ لفظ ''لا بائن فی طول'' ہے۔

لا تقحمہ : یعنی حقیر نہیں بناتا۔

مجھے شیخ تقی الدین شمنی وغیرہ نے امام بوصیری کا یہ شعر سنایا اور وہ فرماتے ہیں مجھے عبداللہ بن علی نے سنایا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عز بن جماعۃ نے سنایا اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں طریق اجازت کے طور پر امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا یہ شعر سنایا:

فهو الذی تم معناه وصورته ثم اصطفاه حبيباً بارئ النسم

منزه عن شريك فی محاسنه فجو هر الحسن فيه غير منقسم

پس آپ کی ذات وہ جس پر باطنی وظاہری کمالات ختم ہیں پھر آپ کو حبیب مصطفیٰ بنایا۔ خلقت کے پیدا کرنے والے نے آپ اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں۔ پس جوہر حسن آپ میں بے تقسیم ہے۔

خاتمہ

علامہ نفی فرماتے ہیں یہ اسم (الاحسن) اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ (المومنون:۱۴)

(ترجمہ) بڑی برکت والا ہے اللہ اور سب سے بہتر بنانے والا۔

اَلْأَجْوَد

اس اسم مبارک کو حضرت ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پاک سے اخذ کرکے بیان کیا ہے جو حدیث اسم "الاحسن" کی شرح کے آغاز میں گزری ہے۔

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس وکان اجود الناس وکان اشجع الناس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ جود و عطا والے اور سب سے زیادہ شجاعت و بہادری والے تھے۔

حضرت ابویعلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن ابراھیم العبادانی، حدثنا سوید بن عبدالعزیز عن نوح بن زکوان، عن اخیہ ایوب عن الحسن عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا اخبر کم عن الاجود؟ اللّٰہ الأجود وانا اجود ولد آدم (۱۱۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ پھر خود ہی فرمایا، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے اور اولادِ آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں۔

[(حوالہ ۱۱۰) مجمع الزوائد ۱/۱۶۶ و ۹/۱۱۳، ہیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کو ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سوید بن عبدالعزیز ہیں جو محدثین کے نزدیک متروک ہے۔

المطالب العلیۃ لابن حجر حدیث ۳۰۷۷، ۳۸۲۸ - الترغیب والترھیب ۲/۳۵۰

جامع البیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۱/۱۲۳، المجروحین لابن حبان ۲/۳۰۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت جود وکرم

حضرت امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان اجود الناس واجود مايكون في رمضان حين يلقاه، جبريل فيلقاه كل ليلة في رمضان يدارسه القرآن فكان اذا لقيه اجود بالخير من الريح المرسلة (۱۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان المبارک میں جب جبریل امین سے ملاقات ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان جود وکرم نرالی ہو کراتی تھی۔ آپ کی جبریل امین سے رمضان کی ہر رات ملاقات ہوا کرتی تھی۔ ان کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے پس آپ کی ان سے جب ملاقات ہوتی تو لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں آپ کی سخاوت کا یہ عالم ہوتا کہ جیسے تیز ہوا چلتی ہے۔"

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اجود الناس (۱۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔

الاجود ، جاد یجود جودا سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اس کا اسم فاعل جواد آتا ہے اور اجود کی جمع جود اجواد اور اجاود آتی ہے۔

جود اور سخا میں فرق

نحاس نے جواد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

الجواد الذي يتفضل على من لا يستحقه ويعطي من لايسأل

[(حوالہ (۱۱۱) فتح الباری ۱۰/۴۵۵]

[(حوالہ۱۱۲) مسند احمد ۱/۳۶۱، البیہقی ۴/۳۰۵، فتح الباری ۴/۱۱۶، مشکوۃ حدیث ۲۰۹۸]

ویعطی الکثیر ویخاف الفقر من قولھم مطر جواد اذا کان کثیرا وفرس جواد یعدد کثیراً قبل ان یطلب

جواد وہ ہے جو مستحق اور غیر مستحق سب کو عطا کرتا ہے اور جو سوال نہیں کرتا اس کو بھی دیتا ہے جب دیتا ہے تو قلیل نہیں دیتا بلکہ کثیر دیتا ہے۔ اسے فقر وافلاس کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ موسلا دھار بارش کو عرب ''مطر جواد'' اور تیز رفتار گھوڑے کو ''فرس جواد'' کہتے ہیں۔

بعض حضرات نے جود وسخا کو مترادف قرار دیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جواد کا مرتبہ سخی سے بلند ہے۔ اسی لئے جواد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کی جا سکتی ہے اور جو حاجات طلبی کے وقت نرمی اختیار کر لے اس کو سخی کہا جاتا ہے۔ یہ ''ارض سخاویۃ'' سے ماخوذ ہے۔ ارض سخاویہ اس زمین کو کہا جاتا ہے جس کی مٹی نرم ہو۔ امام قشیری کے رسالہ میں ہے۔

من اعطی البعض فھو سخی ومن اعطی الاکثر وبقّی لنفسہٖ شیاء فھو جواد ومن قاسی الضر واثر غیرہ بالبلغة فھو موثر

جو تھوڑا دے اور زیادہ اپنی ضروریات کے لئے رکھے وہ سخی ہے اور جو زیادہ دے اور تھوڑا اپنی ذات وضروریات کے لئے رکھے وہ جواد ہے اور جو اپنی مقدار ضرورت میں بھی دوسرے کو ترجیح دے کر خود مشقت برداشت کرے وہ موثر (اشیاء کرنے والا) ہے۔

اور بعض نے کہا کہ آسان وخوشدلی سے خرچ کرنا سخا ہے اور یہی جود کا معنی ہے اور اس کی ضد تقتیر (بددلی وکنجوسی سے خرچ کرنا) ہے۔

سماحت کی تعریف

سماحت کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے۔

التجا فی عما لیتحقہ المرء عند غیرہٖ بطیب نفسہٖ

کسی آدمی کی کوئی چیز کسی دوسرے کے پاس ہو۔ خوشدلی سے اس چیز اس سے

واپس نہ لینا اور اس کو نظر انداز کر دینا ''سماحت'' کہلاتا ہے اور اس کی ضد ''الشکاسۃ'' ہے۔

کرم کی تعریف

الانفاق بطیب النفس فیما یعظم خطرہ

عظیم القدر و نفع بخش چیز کو خوشدلی سے خرچ کرنا ''کرم'' کہلاتا ہے۔ حریت کو بھی کرم کہا جاتا ہے۔

اور کرم کی ضد ''البذالۃ'' ہے۔

عبد بن حمید روایت کرتے ہیں۔

حدثنا أبو نعیم وعبدالرزاق عن ابن عیینۃ عن محمد بن المنکدر سمعت جابر بن عبداللہ یقول ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن شیء قط فقال لا

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا کہ آپ نے اس کے جواب میں ''لا'' (نہیں) فرمایا ہو۔

یعنی آپ نے کبھی بھی سوال کے جواب میں لا (نہیں) نہیں فرمایا۔

اور عبد ابن حمید ہی روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن الفضل، حدثنا حماد بن سلمۃ، حدثنا ثابت عن أنس أن رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعطاہ غنما فاتی قومہ فقال یا قوم اسلموا فو اللہ ان محمد الیعطی اعطاء رجل ما یخاف الفاقۃ وان کان الرجل لیجئ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یرید بذالك الا الدنیا فما یمسی حتی یکون دینہ احب الیہ من الدنیا وما فیہا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اپنی حاجت برآری کا سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

بکریوں کا ایک ریوڑ عطا فرما دیا وہ شخص اپنے قبیلہ والوں کے پاس جا کر کہنے لگا۔ اے میری قوم اسلام قبول کر لو۔ اللہ کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کی مانند بخشش فرماتے ہیں جس کو فاقے کا ڈر نہیں ہوتا۔

حضرت انس فرماتے ہیں اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف دنیا کے مال ودولت کی غرض سے حاضر ہوتا تو آپ کی صحبت کی بدولت ایک رات گزرنے سے پہلے اس کی حالت بدل جاتی حتیٰ کہ اب اس کے ہاں دنیا ومافیہا سے زیادہ دین پسندیدہ ہو جاتا۔

امام طبرانی نے حسن العرنی کی سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سئل شیاء فاراد أن یفعلہ قال نعم واذا ارادا لا یفعل سکت وکان لا یقول لشی ء لا (۱۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا آپ اسے کرنا چاہتے تو ''نعم'' (ہاں) فرماتے اور اگر نہ فرمانے کا ارادہ ہوتا تو خاموش ہو جاتے کسی چیز کے جواب میں ''لا'' (نہیں) نہ فرماتے۔

امام دارمی نے سھل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حییًا لا یسأل شیئًا الا اعطاہ (۱۱۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے حیادار تھے کہ آپ سے جو چیز مانگی جاتی عطا فرما دیتے۔

امام دارمی ہی نے محمد بن اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

حدثنی عبداللہ بن ابی بکر عن رجل من العرب قال زحمت

[(حوالہ ۱۱۳) مجمع الزوائد، ۹/۱۳، ۱۰/۱۷ ایثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے اوسط میں کتاب الادعیۃ کے تحت ایک لمبی حدث کے ضمن میں روایت کیا ہے۔]

[(حوالہ ۱۱۴) اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۴]

رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوم حسنين وفي رجلي نعل كثيفة فوطئت بها على رجل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فنفحني نفحة بسوط في يده وقال بسم اللّٰه اوجعتني فبت لنفسي لايماً اقول اوجعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فبت بليلة كما يعلم اللّٰه فلما اصبحنا اذا رجل يقول ابن فلان؟ قلت هذا واللّٰه الذى كان مني بالا مس فانطلقت وانا متخوف فقال لى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انك وطئت بنعلك على رجلي بالامس فاؤ جعتني فنفحتك نفحة بالسوط فهذه ثمانون نفحة فخذها بها (۱۱۵)

عبداللہ بن ابی بکر ایک مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حنین کے روز میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھیڑ ہو گئی۔ میں نے پاؤں میں ایک موٹی جوتی پہن رکھی تھی میرا پاؤں جوتوں سمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک سے جا ٹکرایا۔ (آپ کا پاؤں مبارک روندھا گیا) حضور نے اپنے ہاتھ مبارک میں رکھی ہوئی چھڑی سے مجھ پر ہلکی سی ایک ضرب لگا دی اور فرمایا ''بسم اللہ'' تو نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ پس میں نے پوری رات اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے گزاری۔ اپنے آپ کو کہتا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی پس رات میں نے جس کرب اور اضطراب میں گزاری اس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو ایک شخص اچانک یہ کہتے ہوئے آیا فلاں شخص کہاں ہے؟ میں نے (اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا یہ ہے۔ اللہ کی قسم! کل مجھ سے ہی کوتاہی ہوئی تھی۔ پس ڈرتے ہوئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل تو نے اپنے جوتوں سے میرا پاؤں روندھا تھا جس کی وجہ سے مجھے اذیت پہنچی تھی۔ میں نے چھڑی سے تمہارے پاؤں کو مارا تھا۔ پس یہ اَسّی (۸۰) بکریاں ہیں انہیں اس ضرب کے بدلے میں لے لو۔

[(حوالہ ۱۱۵) دارمی: ۱/۳۵]

امام ترمذی نے شمائل میں زید بن اسلم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ان رجلا جاء الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فسألہ ان یعطیہ فقال لہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما عندی شئ ولکن ابتع علّی فاذا جاء فی شئ قضیتہ (۱۱۶)

فقال عمر یا رسول اللّٰہ قد اعطیتہ فما کلفك اللّٰہ مالا تقدر علیہ فکرہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قول عمر فقال رجل من الانصار یا رسولَ اللّٰہ انفق ولا تخف من ذی العرش اقلالا فتبسّم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعرف البشر فی وجھہ ثم قال بھذا امرت۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پس اس نے سوال کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کو کچھ عطا فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس کوئی چیز نہیں مگر جو لینا ہے وہ خرید لے اور اس کی قیمت میرے ذمہ ہے۔ پھر جس وقت میرے پاس کچھ آ جائے گا تو میں اسے ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس کے قرض کی ادائیگی کا وعدہ فرما لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کی تکلیف نہیں دی جو آپ کی قدرت میں نہ ہو۔ فاروق اعظم کی یہ بات حضور کو پسند نہ آئی۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خرچ کیجئے عرش کے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ کیجئے۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا آپ کے روئے مبارک پر تازگی وخوشحالی پائی گئی پھر ارشاد فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا۔

امام ترمذی ہی نے شمائل میں عبداللہ بن محمد بن عقیل انہوں نے ربیع بنت معوذ بن اعفراء سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

[(حوالہ ۱۱۶) الشفاء ۱/۲۴۳، الشمائل ص ۱۷۹]

اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بقناع من رطب واجر زغب فا عطاني ملأكفه حليا او ذهباً (۱۱۷)

میں تازہ کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی ککڑیوں کا ایک طباق لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے دست مبارک بھر کر زیور وسونا عطا فرمایا۔

اخبرني شيخنا العلامة تقي الدين الشمني قراء ہ اخبرنا عبدالله بن علي اخبرنا ابوالحزم الفلانسي، اخبرتنا مؤنسة بنت ابي بكر عن ام هاني بنت احمدح وانبأني عاليا محمد بن ابي الحلبي عن محمد بن احمد بن قدامة أن علي بن احمد الفقيه اخبره عن ابي الفرج الثقفي قالا اخبرتنا فاطمة بنت عبدالله، اخبرنا ابوبكر بن زبدة اخبرنا الطبراني، حدثنا عبيد الله بن رما حر القيسي بن مادة رملة سنة ٣٧٤ھ ، حدثنا ابوعمرو زياد بن طارق وكان قداتت عليه عشرون ومائة سنة سمعت ابا جزول زهير بن صرد الجشمي يقول لما اسرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم حنين يوم هوازن وذهب يفرق السبي والشاء اتيته فأنشات اقول هذا الشعر

امام طبرانی کہتے ہیں ہمیں عبید اللہ بن رماحر قیسی بن مادہ نے رملہ کے مقام پر سن ۳۷۴ھ کو بیان کیا اور وہ کہتے ہیں ہمیں ابوعمرو زیاد بن طارق نے بیان کیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی کہ وہ کہتے ہیں میں نے ابوجزول زہیر بن صرد جشمی کو سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں غزوۂ حنین کے موقع پر ہوازن کے دن قیدی بنایا ہوا تھا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ میں نے اپنے یہ اشعار آپ کو سنائے۔

[(حوالہ ۱۱۷) شمائل ترمذی ص ۱۰۲]

امنن علینا رسول اللہ فی کرم ۔۔۔ فانك المرء نرجوہ وننتظر

امنن علی بیضة قدعا قها قدر ۔۔۔ فشتت شملها فی وهرها غیر

ابقت لنا الدهر هتافا علی حزن ۔۔۔ علی قلوبهم الغماء والغمر

ان لم تدارکها نعما تنشرها ۔۔۔ یا ارجح الناس حلماً حین تختبر

امنن علی نسوة قد کنت ترضعها ۔۔۔ اذ فوك یملاؤ من محضها الدار

اذ کنت طفلا صغیرا کنت مرضعها ۔۔۔ واذا یریبك ماتأتی وماتذر

اے اللہ کے رسول ہم پر کرم فرماتے ہوئے احسان فرمایئے۔

۱- کیونکہ آپ کی وہ ذات ہے جس سے ہم خیر کی امید کرتے ہیں اور جس کے احسان کا انتظار کرتے ہیں۔

۲- احسان فرمایئے اس انڈے پر جس کی تقدیر نے مخالفت کی ہے۔ جس کی اجتماعیت کو زمانے میں حوادث نے بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

۳- زمانے نے ہمیں نوحہ کرنے والی کبوتری بنا کر چھوڑ دیا ہے جن کے دلوں پر غم وحزن اور ناتجربہ کاری کے پردے پڑ گئے ہیں۔

۴- اگر آپ ان کی تلافی نہیں فرمائیں گے تو یوں سمجھا جائے گا کہ آپ نے انہیں منتشر کر دیا ہے۔

۵- اے وہ ذات جو لوگوں میں سب سے زیادہ بردبار و حلیم جب آپ کو آزمایا جاتا ہے۔

ان عورتوں پر احسان کیجئے جن کا آپ دودھ نوش فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا دھن مبارک ان کے خالص دودھ سے بھر جاتا تھا۔

۶- جب آپ چھوٹے بچے تھے ان کا دودھ پینے والے تھے اور جب آپ کو تردد میں مبتلا کرتی ہر آنے اور چھوڑنے والی چیز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اشعار سماعت فرمائے

تو فرمانے لگے:

اس مال میں میرا اور بنی مطلب کا کوئی حق نہیں یہ تمہارے لئے ہے۔

اور قریش وانصار نے کہا

اس میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔

طبرانی کہتے ہیں۔

اس حدیث کو اس طرح مکمل صرف یہ سند روایت کرتی ہے۔ اس میں عبید اللہ منفرد ہیں۔

(مصنف فرماتے ہیں)

میں کہتا ہوں یہ حدیث نہایت ہی عالی السند ہے۔ دوسری اسناد کے ذریعے یہ حدیث ہمارے تک دس واسطوں سے پہنچی ہے۔ ذھبی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور سند سے دو راویوں کے سقوط کا دعویٰ کیا ہے اور ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابوالفضل بن حجر نے اس دعویٰ کی تردید فرمائی ہے اور انہوں نے اس حدیث کو حسن قرار دیا اور فرمایا کہ اس کا شاہد موجود ہے۔

اشجع الناس

اس نام مبارک کو ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسم احسن کے تذکرہ کے تحت گزری ہوئی حدیث سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

شجاعت نبوی

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجمل الناس وجها واجود هم کفا واشجعهم وفزع اهل المدینة فخرج علی فرس عربی لابی طلحة وقال لن تراعوا لن تراعوا وقال وجدته بحرا (۱۱۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حسین، سخی اور بہادر تھے۔ (ایک

[(حوالہ ۱۱۹) البخاری ۸/۱۶، البیہقی ۹/۱۷۰، ۱۰/۲۰۰]

رات اچانک مدینے کی طرف شور اٹھا) اہل مدینہ گھبرا کر اٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر تحقیق کرنے نکلے اور واپس آ کر فرمایا گھبراؤ نہیں (خطرے کی کوئی بات نہیں) اور آپ نے ابوطلحہ کے گھوڑے کے بارے میں فرمایا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالرزاق، حدثنا معمر عن الزهری اخبرنی کثیر بن عباس بن عبدالمطلب عن ابیه قال شهدت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم حنینا قال فلقد رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم الا انا وابوسفیان بن الحارث وعلی بغلة شهباء فلما التقی المسلمون والکفار ولی المسلمون مدبرین فطفق رسول الله صلی الله علیه وسلم یرکض بغلته قبل الکفار وانا اخذ بلجام بغلة رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم اکفها وهو لا یأ لوا ما اسرع نحو المشرکین وابوسفیان اخذ بفرز رسول الله صلی الله علیه وسلم واقبل المسلمون واقتتلوا هم والکفار ورسول الله صلی الله علیه وسلم کا لمتطاول علیها الی قتالهم فقال هذا حین حمی الوطیس ثم اخذ حصیات فرجٰی بهن فی وجوه الکفار وقال انهز موا ورب الکعبة انهزموا ورب الکعبة فذهبت انظر فاذا القتال علی هیئته فیما اریٰ فوالله ما هو الا ان یرما هم رسول الله صلی الله علیه وسلم بحصیاته فما زلت اری جدهم کلیلا وامرهم مدبرا حتی هز مهم الله وکانی انظر الی النبی صلی الله علیه وسلم یرکض خلفهم علی بغلته (۱۲۰)

[(حوالہ ۱۲۰) فتح الباری ۸/۳۱، مسلم الجہاد حدیث ۷۶]

کثیر بن عباس اپنے باپ حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ

غزوۂ حنین میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا پس میں اور ابو سفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سفید رنگ کے خچر پر سوار تھے جب مسلمانوں اور کفار کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑا رہے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھام کر تیز بھاگنے سے روک رہا تھا اور آپ مشرکین کی جانب تیزی سے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے اور مسلمان دوبارہ کفار کی طرف بڑھے مسلمان اور کفار ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار سر اٹھا اٹھا کر ان کی لڑائی کا منظر دیکھ رہے تھے۔

اور آپ نے فرمایا اس وقت تندور گرم ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اٹھائیں اور کفار کے چہروں پر پھینکیں اور فرمایا رب کعبہ کی قسم یہ ہار گئے۔ رب کعبہ کی قسم یہ ہار گئے۔

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ لڑائی اسی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ میں اسی طرح دیکھ رہا تھا تو اچانک آپ نے کنکریاں پھینکیں۔ بخدا میں نے دیکھا کہ ان کا زور ٹوٹ گیا اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے اپنا خچر دوڑا رہے ہیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

كنا اذا اشتد البأس وحمى الوطيس استقبلنا القوم بوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكن احدمنا ادنى الي

القوم من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وان الشجاع من یلحاذی الذی کان یحاذی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (۱۲۱)

جب گھمسان کا معرکہ ہوتا اور لڑائی کا تندور گرم ہوتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیتے دشمن کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہم میں سے کوئی نہ ہوتا اور ہم میں بہادر وہ شخص ہوتا جو آپ کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا ہوتا تھا۔

حضرت امام مسلم نے حارث سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی سے بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

کان اشدنا یوم بدر من حاذیٰ رکبة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

بدر کے روز ہم سب سے زیادہ بہادر وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم "ذی القوۃ" کے تحت حدیث فضلت علی الناس بالسخاء والشجاعة کا بیان آئے گا نیز رکانہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کا واقعہ بھی آئے گا۔

بارگاہِ نبوت کی بے ادبی کرنے والا واجب القتل ہے

مالکی فقہاء نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ھزم (شکست کھا گئے) کا کلمہ استعمال کرے تو اس سے فوری توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نازیبا کلمہ استعمال کیا ہے جن کلمات کے استعمال سے بارگاہ نبوت کی سوء ادبی کا احتمال ہو۔ ان کلمات کو آپ کی شان میں استعمال کرنا جائز نہیں۔ "ھزم" کا

[(حوالہ ۱۲۱) جمع الجوامع للسیوطی: ۳۰۲/۲، کتاب کا عکسی مخطوطہ عام کتب کی طرح طبع ہے۔]

استعمال آپ کی شان میں اس لئے ناجائز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے معاملات کی پوری بصیرت اور اپنی عصمت کا پورا یقین ہے۔

ھَزِمَ اُوْذِیَ اور جُرِیْحٌ کے کلمات میں فرق

بارگاہ نبوت میں ان تینوں کلمات کے استعمال میں علماء نے فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ھزم'' کا استعمال تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جائز نہیں البتہ ''جریح'' (زخمی کئے گئے) اور ''اوذی'' (اذیت پہنچائی گئی) کا استعمال جائز ہے کیونکہ اذیت کی خبر دینا اذیت دینے والے کے حق میں تو عیب ہے لیکن جس کو اذیت پہنچائی گئی ہے اس کے حق میں عیب نہیں۔ بخلاف شکست خوردگی کی خبر دینے کے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عیب ہے۔ کیونکہ بالفرض ایسا ہو تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہوگا۔ جس طرح کہ اذیت دینا موذی (اذیت دینے والا) کا فعل ہے۔

غار ثور میں تشریف لے جانے کی وجہ

ابن دحیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں کیسے تشریف لے گئے اور احد کے دن دو زرھیں پہننے کا مظاہرہ کیوں فرمایا؟

فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ

غار کا قصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کی اجازت ملنے سے قبل کا ہے اور دو زرھوں میں مظاہرہ فرمانے میں یہ حکمت تھی کہ آپ قتال میں اقدام فرمانے کی تیاری کر رہے تھے تاکہ صحابہ کرام آپ کی اقتداء کریں۔ شکست خوردہ تو اقدام سے بالکل خارج ہوتا ہے۔ بخلاف اقدام کی تیاری کرنے والے کے یعنی شکست اور اقدام کی تیاری دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ شکست میں انسان مقابلے سے بالکل باہر ہو جاتا ہے اور تیاری کرنے والا تو دشمن کے مدمقابل ہی ہوتا ہے۔

الاخذ بالحجزات

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے بیان کیا ہے۔

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال انما مثلی ومثل امتی کمثل رجل استوقد نارا فجعلت الدواب والفراش یقعن فیھا فانا آخذ بحجز کم وانتم تقتحمون فیھا (۱۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی۔ پس پتنگے اور رینگنے والے جانور اس میں گرنے لگیں پس میں تمہاری کمر سے پکڑ کر بچانا چاہتا ہوں اور تم اس میں داخل ہوئے جاتے ہو۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثلی ومثلکم کمثل رجل اوقد نارا فجعل الغراش والجنادب یقعن فیھا وھویذ یھن عنھا وانا اخذ بحجز کم عن النار وانتم تفلتون من یدی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے، جس نے آگ روشن کی پتنگے اور ٹڈیاں اس میں گرنے لگیں اور وہ ان کو آگ سے بچاتا ہے اور میں تمہاری ازار بند کی جگہ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچاتا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے پھسل کر نکل جاتے ہو۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا اخذ بحجزکم اتقوا النار واتقوا الحدود ثم انا فرطکم علی الحوض فمن ورد فقد افلح (۱۲۴)

میں تمہاری کمر پکڑنے والا ہوں۔ جہنم کی آگ سے ڈرو اور حدود اللہ سے ڈرو پھر

[(حوالہ ۱۲۴) مسند امام احمد: ۳/۳۹۲]

[(حوالہ ۱۲۳) البخاری ۸/ ۱۲۷، مسلم باب فضائل الصحابہ حدیث: ۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹]

میں حوض کوثر پر تمہارا منتظر ہوں گا پس جو حوض کوثر میں پہنچا وہ کامیاب ہو گیا۔

حجزات اور حجز "حجزۃ" کی جمع ہے اور حجزۃ ازار بند کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ ازار بند کی جگہ انسانی جسم کا وسط ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں میں تمہارے درمیان کو پکڑتا ہوں تا کہ تمہیں جہنم سے بچا سکوں۔

وسط کو پکڑنا زیادہ مضبوطی کا باعث ہوتا ہے اس لئے اس کی تعبیر حجز کے ساتھ استعارہ بعد استعارہ کے طور پر کی گئی ہے۔

آخذ الصدقت

اس اسم پاک کو ابن دحیہ رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا (۱۲۵)

اے حبیب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو۔

اس آیت کریمہ کا نزول اگرچہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کے حق میں اور ان کے اس نفلی صدقہ کے بارے میں ہوا ہے جو ان کی توبہ کی تکمیل کا حصہ تھا لیکن یہ اپنے الفاظ کے اعتبار سے ان کے سوا دیگر لوگوں اور زکوات مفروضہ کو بھی شامل ہے۔

اسی لئے مانعین زکوٰۃ نے کہا تھا۔

لا ندفعها الا ان صلوته سكن له

ہم تو زکوٰۃ اسی شخصیت کو ادا کرنے کے پابند تھے جن کی دعا ہمارے لئے سکون کا باعث تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک نصاب لوگوں سے زکوٰۃ وصول فرما کر اس کے مصارف میں تقسیم فرماتے تھے جیسا کہ معلوم و معروف ہے۔

[(حوالہ ۱۲۵) التوبہ: ۱۰۳]

اذن خیر

اس اسم پاک کو ابن العربی، العزفی اور ابن دحیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَقُولُونَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ (۱۲۶)

اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ کہنے والا منافقین کا سرغنہ نبتل بن الحارث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی باتیں سننے کے بعد انہیں دیگر منافقین تک پہنچاتا تھا حسن بصری و مجاہد فرماتے ہیں اس لفظ سے منافقین کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری معذرتوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کی طرف سے اذیت ملنے کا ڈر بھی نہیں اور ان کے اذیت میں پڑنے کی پرواہ بھی نہیں۔

کیونکہ وہ تو ہر طرح کی معذرت وغیرہ کثرت سے سننے والے ہیں۔ اور ابن عباس وغیرہ مفسرین نے فرمایا کہ منافقین کا اس سے یہ مطلب تھا کہ ہماری جانب سے جو بات بھی آپ کے پاس پہنچائی جاتی ہے اس کو سنتے ہیں اور اس پر کان دھرتے ہیں۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے ہاں بے سروپا باتیں اور چغلیوں پر کوئی پابندی نہیں۔

اہل عرب ہر قول کو کثرت سماع کی وجہ سے بطور مجاز اذن (کان) کہہ دیتے ہیں اور یہ از قبیل تسمیۃ الحال باسم المحل ہے۔ جیسا کہ ''رؤیت'' (دیکھنے) کو آنکھ کہہ دیا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔

ذُوْ اُذُنٍ (کان والا) اور بعض نے کہا یہ عرب کے قول

اذن للشی بمعنی استمع سے ماخوذ ہے۔

اور درج ذیل حدیث میں اذن کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

[(حوالہ ۱۲۶) التوبہ: ۶۱]

ما اذن اللّٰہ لشی ء کاذنہ لنبی یتغنی بالقران (۱۲۷)

اللّٰہ تعالیٰ نے کوئی چیز اس طرح نہیں سنی جس طرح اس نے اپنے نبی کے قرآن پاک پڑھنے کو سنا۔

مشہور یہ ہے کہ اذن ذال کے ضمہ کے ساتھ ہے اور نافع نے ذال کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن عطیہ نے ''اُذُنُ خَیْرٍ'' کا معنی کیا ہے کہ وہ بھلائی اور حق سنتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں سنتے۔ اور مشہور قرأت اضافت کے ساتھ اُذُنُ خَیْرٍ ہے۔

عاصم کی قرأت میں ''خیر'' پر رفع اور اذن پر تنوین ہے۔

اور فرماتے ہیں یہ قرأت حسن کی تفسیر کے موافق ہے۔ جنہوں نے اُذُنُ خَیْرٍ کی تفسیر مَنْ یَّقْبَلُ مَعَاذِیْرَکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ سے کی ہے یعنی جو تمہاری معذرتوں کو قبول فرماتے ہیں وہ تمہارے حق میں بہتر ہیں۔

عزفی فرماتے ہیں۔

یہ اسم گرامی بیان اصوات کے ادراک کی اس فضیلت سے تعلق رکھتا ہے جو فضیلت اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ پس آپ کے ہاں خیر ہی کا گزر ہو سکتا ہے اور آپ اچھی بات ہی سنتے ہیں۔

مصنف فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس اسم کی موافقت سابقہ طویل حدیث کے یہ الفاظ بھی فرما رہے ہیں۔

فیتشاغن بھم ویشغلھم فیما اصلحھم والامۃ ......

لا یذکر عنہ غیر ذالک ولا یقبل من احد غیرہ

آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اصحاب حاجات کی طرف متوجہ رہتے اور صحابہ کو ان کی اور امت کی بہبودی کے امور میں متوجہ رکھتے ......

آپ کی مجلس میں مفید اور ضروری امور کا تذکرہ ہوتا اور آپ کے ہاں ایسے امور

[(حوالہ ۱۲۷) الدارمی: ۲/۳۴۷۳، شرح السنۃ للبغوی: ۴/۴۸۴]

کی شنوائی نہ ہوتی جن میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

ترمذی نے شمائل میں حسن بن علی سے وہ روایت نقل کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ وشمائل کے بارے میں دریافت کیا۔ اس کے جواب میں ہند بن ابی ہالہ نے آپ کے شمائل کا تذکرہ فرمایا۔ اس روایت میں یہ الفاظ مذکور ہیں۔

و فی مجلسه مجلس صلح وحياء وامانة لا ترفع فيه الاصوات لا توبن فيه الحرم اى لا تذكر بسوء

آپ کی مجلس صلح، حیا، خیر اور امانت کی مجلس ہوتی جس میں نہ آوازیں بلند ہوتیں اور نہ عورتوں کا برائی کے ساتھ تذکرہ ہوتا۔ (۱۲۸)

صحاح میں ہے کہ اذن مونث کا صیغہ ہے۔ اس لئے اس کی تصغیر اذینۃ آتی ہے اور اس میں جمع اور واحد برابر ہیں۔ کہا جاتا ہے رجل اذن اور رجال اذن

ارجع الناس عقلًا

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے ابونعیم کی الحلیۃ میں مروی درج ذیل حدیث سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

عقل نبوی

ابونعیم کہتے ہیں۔

حدثنا محمد بن احمد بن علی، حدثنا الحارث بن ابی اسامة، حدثنا داؤد بن البحر، حدثنا عباد بن كثير عن ابی ادريس عن وهب بن منبه قال: قراء ت احد وسبعون كتابا فوجدت فی جميعها ان الله لم يعط جميع الناس من بدء الدنيا الى انقضائها من العقل فی جنب عقل محمد صلى الله عليه وسلم الاكحبة رمل من بين جميع رمال الدنيا وأن محمدا

[(حوالہ ۱۲۸) الصحاح: ۵/ ۲۰۶۹]

صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارجع الناس عقلا وافضلھم رأیا (۱۲۹)

وھب ابن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے اکہتر (۷۱) کتابوں کا دقت نظر سے مطالعہ کیا۔ ان سب میں میں نے یہ پایا کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیام قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو عقلیں عطا فرمائی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کے سامنے ان کی حیثیت اتنی بھی نہ تھی جتنی ریت کے ایک ذرّہ کو دنیا کے تمام ریگستانوں کے ذرّات سے ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عقل کے لحاظ سے تمام لوگوں سے برتر تھے اور ہر معاملہ میں آپ کی رائے لوگوں کی آراء سے افضل تھی۔

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ اسناد ساقط ہے اور اس کی سند میں داؤد نامی راوی کذاب اور وضاع (اپنی طرف سے حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔ اس نے ایک کتاب عقل کے موضوع پر لکھی ہے جس میں تمام احادیث موضوع ہیں۔ حفاظ حدیث نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اس کتاب میں مندرج احادیث میں سے ایک درج ذیل حدیث ہے جس کو اس نے عباد سے اور انہوں نے ابن جریج سے اور انہوں نے عطاء سے اور انہوں نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

افضل الناس اعقل الناس (۱۳۰)

لوگوں میں سب سے افضل ذات سب سے زیادہ عقلمند ہے۔

اور ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف (۱۳۱) میں فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلوق کے ظاہری و باطنی معاملات کی تدبیر اور آپ کی سیاست خاصہ و عامہ اور آپ کی صفات حمیدہ اور آپ کے احوال مبارکہ اور آپ کی تبلیغ شریعت وغیرہ میں جو شخص بھی غور و فکر کرتا ہے۔ اس کو تمام انسانوں کی عقول پر آپ صلی

[(حوالہ ۱۲۹) حلیۃ الاولیاء: ۴/۲۶]

[(حوالہ ۱۳۰) تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص ۲۹ کشف الخفاء للعجلونی ۱/۱۷۵]

[(حوالہ ۱۳۱) الشفاء ۱/۱۲۶]

اللہ علیہ وسلم کی عقل مبارک کی برتری وافضلیت اور آپ کی رائے کی عمدگی کا یقین ہوتا ہے اور پھر ان سب امور کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور بغیر کسی سابقہ تعلیم اور تجربہ کے تھا۔

اور قاضی عیاض ہی فرماتے ہیں۔

عقل ہی عمدگی رائے جودت تدبیر، اصابت فکر، صدق ظن، اور امور کے انجام، نفس کی مصالح پر نظر اور مجاہدۂ شہوت حسن سیاست وتدبیر فضیلتوں کا حصول اور رذیل کاموں سے اجتناب وغیرہ صفات ابھرتی اور متفرع ہوتی ہیں۔ ان تمام صفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمال درجہ پر فائز تھے۔ جہاں تک آپ کے سوا کسی دوسرے بشر کی رسائی ناممکن ہے۔

محل عقل

محل عقل میں اختلاف ہے۔ جمہور متکلمین اور شافعیہ کے نزدیک عقل کا محل قلب ہے اور اکثر اطباء اور احناف کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے۔

عقل کی تعریف

بعض لوگوں نے عقل کی یہ تعریف کی ہے۔

هو التثبت في الامور لانه يعقل صاحبه عن التورط في المهالك

امور میں تثبت کا نام عقل ہے کیونکہ عقل انسان کو ہلاکتوں میں گرنے سے بچاتی ہے۔

اور بعض نے یہ تعریف کی ہے۔

هو التميز الذى يتميز به الانسان عن سائر الحيوان

عقل وہ فطری صفت ہے جس کے ذریعے انسان باقی تمام حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات نے ان الفاظ سے عقل کی تعریف کی ہے۔

صفتہ یمیز بھا بین الحسن والقبح
عقل وہ صفت ہے جس کے سبب انسان حسن وقبح کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔
اور علامہ محاسبی عقل کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ھو نور فی القلب یفید الادراك
عقل قلب میں پایا جانے والا وہ نور ہے جو افادۂ ادراک کرتا ہے۔
اور فرماتے ہیں۔

اس نور میں قلت وکثرت آتی رہتی ہے۔ جب وہ قوی ہوتا ہے تو سفلی جذبات وخواہشات کو کچل دیتا ہے۔

اور حضرت امام الحرمین نے عقل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

العقل علوم ضروریۃ یعطیھا حواس السمع والبصر والنطق او لابد فی کسبھا من الحواس
عقل ان بدیھی علوم کا نام ہے جو حواس سمع، بصر اور نطق کو عطا کئے جاتے ہیں یا ان بدیھی علوم کا نام جن کے کسب وحصول میں حواس کا واسطہ لازمی ہے۔

اقسام عقل

بعض نے فرمایا کہ عقل کی درج ذیل چند اقسام ہیں۔

۱- غریزی: عقل کی یہ قسم ہر انسان میں ہوتی ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر۔

۲- کسبی: عقل کی اس قسم کو انسان عقلاء اور دانشوروں کی صحبت ومعاشرت سے حاصل کرتا ہے اور یہ کافر کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

۳- عطائی: عقل کی یہ قسم مومن کے ساتھ مختص ہے جس کے ذریعے وہ ایمان کی ہدایت پاتا ہے۔

۴- نبوی: یہ انبیاء کرام کی عقل ہے۔

۵- شرفی: یہ عقل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کیونکہ آپ کی عقل تمام عقول سے اشرف واعلیٰ ہے۔

(مصنف فرماتے ہیں)

عقل کی ایک چھٹی قسم بھی ہے اور وہ عقلِ الزھاد (زاہد لوگوں کی عقل) ہے۔

اور اس کا مرتبہ عقل نبوی اور عطائی کے درمیان ہے۔

فقہاء کرام نے فرمایا

کہ اگر کوئی شخص وصیت کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ میرا حال میری موت کے بعد سب سے زیادہ عقلمند لوگوں کو دیا جائے تو اس کی وصیت کی تنفیذ کرتے ہوئے اس کے مال کو زاہدوں پر صرف کیا جائے گا۔

علم وعقل میں سے کون افضل ہے؟

علم وعقل کے درمیان فضیلت دینے میں اختلاف ہے۔ ہمارے شیخ علامہ محی الدین الکافیجی نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ علم اس اعتبار سے افضل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت تک پہنچانے میں عقل سے زیادہ مدد ہے اور عقل اس اعتبار سے افضل ہے کہ وہ علم کی اصل اور اس کا منبع وسرچشمہ ہے۔

الاعلیٰ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم گرامی کا تذکرہ علامہ نسفی نے اس مقام پر کیا ہے جہاں انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سارے اسماء کے ساتھ موسوم فرمایا ہے۔ (۱۳۲)

اس پر دلیل قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (۱۳۳)

اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا۔

(علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں)

اس اسم کو اس آیت کریمہ سے اخذ کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر نہ ہوسکی۔ کیونکہ اگر ہم

[(حوالہ ۱۳۲) النسفی: ۴۰/ ۱۹۵]

[(حوالہ ۱۳۳) النجم آیت: ۷]

"استوی" اور "ھو" اور "دنا فتدلی" کی ضمائر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کرتے ہیں تو پھر مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے لیکن تفسیر میں یہ قول مرجوع ہے۔ نیز نحوی اعتبار سے بھی یہ درست نہیں کیونکہ اس طرح ھوضمیر کو موصوف اور الاعلیٰ کو اس کی صفت قرار دینا پڑے گا حالانکہ علماءِ نحو کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ ضمیر کو موصوف نہیں بنایا جا سکتا اگرچہ بعض نحاۃ اس بات کے قائل ہیں لیکن ان کی یہ رائے ضعیف ہے۔

تاویل

(علامہ نسفی کے اس قول کی علامہ سیوطی ایک تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں) ممکن ہے کہ "الاعلیٰ استوی" کی ضمیر مستتر سے حال ہو اور "ھو بالافق" مبتداء وخبر مل کر جملہ بھی اسی ضمیر سے حال ہو۔ اور اس کی تقدیر یوں ہوگی۔

فاستوی الاعلیٰ ای علیا حال کونہ بالافق

اور فرماتے ہیں اگر ترکیب یوں ہو تو پھر علامہ نسفی کے موقف کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ مجھے اس کے علاوہ دوسری کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ الاعلیٰ "علو" سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ علو کی دو قسمیں ہیں۔

حسی ومعنوی، علو معنوی معقولات کے مراتب میں پایا جاتا ہے جیسا کہ ادراکات عقلیہ اور کامل وناقص کے درمیان پایا جانے والا تفاوت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں یہی علو معنوی مراد ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے بلند ترین بزرگ ترین اور عظیم ترین ہیں۔ باقی سب آپ سے کم مرتبہ اور آپ کے جھنڈے کے نیچے ہیں۔

الاعلم باللہ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ رحمۃ اللہ نے حدیث سے اخذ کرکے بیان کیا ہے۔ علم باللہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی عظمت اور اس کے لئے ثابت امور کا علم مراد

ہے۔ جیسا کہ آپ کے اسم اتقی کی شرح میں گزری ہوئی حدیث میں ارشاد ہے۔ "واعلمکم بحدوداللہ" (اللہ کی حدود کو میں تم سے زیادہ جاننے والا ہوں) اللہ تعالیٰ کی صفات وعظمت کا یہ علم علم متعارف سے زیادہ فوقیت والا ہے۔ اس کا بیان حضور کے اسم مبارک العالم کے تحت آئے گا۔

الاخشی للہ

اس اسم پاک کو میں نے اوپر جو حدیث ذکر ہوئی ہے اس سے اخذ کیا ہے۔

خشیت خوف کو کہا جاتا ہے بعض نے فرمایا کہ خشیت خوف سے بڑھ کر اور ہیبت خشیت سے بڑھ کر ہے۔

خشیتِ الٰہی

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں خشیت یہ ہے کہ تم اپنے اندر اتنا خوف پیدا کرو کہ وہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رکاوٹ بن جائے اور انسان کا اللہ سے اس کی معرفت کی مقدار ڈرنا خوف ہے۔

امام بخاری وامام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرًا ولضحکتم قلیلًا (۱۳۵)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم وہ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں تم روتے زیادہ اور ہنستے کم۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیف انعم وصاحب القرن قد التقم القرن وحنّٰی جبہتہ ینتظر

[(حوالہ ۱۳۵) اس کی تخریج ۹۸ نمبر کے تحت گزر چکی ہے]

حتی یومر (۱۳۶)

میں کیسے آسودگی حاصل کروں جبکہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور کو اپنے منہ میں لئے ہوئے اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے انتظار کر رہا ہے کہ اسے کس وقت حکم کیا جائے گا۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل پڑھا کرو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر بڑھاپا کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلت، عمایتسآ لون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔

اخبرتنا ام ھانی بنت ابی الحسن سماعا، اخبرنا ابوالعباس بن بحیرة، اخبرنا الحافظ ابوسعید العلائی، اخبرنا ابواسحاق ابراھیم بن محمد الطبری، اخبرنا ابوالحسن بن الحبیزی، اخبرنا ابوطاھر السلفی، اخبرنا المبارك بن عبدالجبار الصوفی، اخبرنا عبدالکریم بن محمد المحاملی، اخبرنا احمد بن ابراھیم بن شاذان، حدثنا محمد بن عیسی بن قرة الزھری، حدثنا ابوغسان مالك بن یحی، حدثنا علی بن عاصم عن سھیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی ھریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما منکم من احد ینجیه عمله من النار ولا یدخله الجنة قالو ولا انت یا رسول اللّٰه قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللّٰه برحمة منه وفضل (۱۳۸)

[(حوالہ ۱۳۶) مسند امام احمد: ۳/ ۷و۴/ ۳۷۴، الترمذی حدیث ۲۴۳۱ و ۳۲۴۳]

[(حوالہ ۱۳۸) فتح الباری ۱۱/ ۲۹۵، مسند احمد: ۲/ ۳۴۲]

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل نہ جہنم سے بچائے گا اور نہ جنت میں داخل کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ آپ کو بھی تو آپ نے فرمایا نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالی مجھے اپنی رحمت وفضل میں ڈھانپ دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے اپنا دست اقدس اپنے سر انور پر رکھا۔ ابوغسان نے بھی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور محمد بن عیسیٰ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور ابن شاذان نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا۔ اور عبدالکریم نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور مبارک نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور سلفی نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور حمیزی نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور طبری نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور علائی نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور ابن بجیرۃ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور اُم ہانی نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا۔

(مصنف فرماتے ہیں)

ہم نے اس حدیث کو سند عالی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

افصح العرب

یہ اسم پاک اس لفظ کے ساتھ اس حدیث میں وارد ہے جسے اصحاب غریب نے روایت کیا ہے البتہ اس کی سند مجھے نہ ملی۔ اور درج ذیل الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے۔

انا افصح من نطق بالضاد بیدانی من قریش (۱۳۹)

میں ان لوگوں سے زیادہ فصیح ہوں جو حرف ضاد کا نطق کر سکتے ہیں۔

اس لئے کہ میں قریش سے ہوں

(امام جلال الدین سیوطی "بیدانی من قریش" کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں)

ای من اجل انی منھم

[(حوالہ ۱۳۹) الفوائد المجمعۃ للشوکانی ۳۲۷۔ تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۸۷ کشف الخفا للعجلونی]

اس لئے کہ میں قریش سے ہوں۔

''افصح من نطق بالضاد'' کا مطلب یہ ہے کہ میں تمام عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں کیونکہ ضاد کا تعلق عرب ہی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کی لغت میں حرف ضاد نہیں پایا جاتا۔

الافصح فصح یفصح سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ جب بولنے والے کی لغت عمدہ ہو تو کہا جاتا ہے فصح الرجل افصح باب افعال سے نہیں کیونکہ اسم تفضیل افعل کے وزن پر صرف ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے۔

جب کوئی عربی لغت میں گفتگو کرے تو اس وقت افصح الرجل کہا جاتا ہے۔ صحاح میں ہے۔

رجل فصیح و کلام فصیح ای بلیغ ولسان فصیح ای طلق

یعنی مرد بلیغ اور کلام بلیغ تیز زبان (مطلب یہ ہے کہ فصاحت متکلم وکلام کی صفت ہو تو فصاحت بلاغت کے معنی میں ہوگی)

فصاحت دو معنوں میں استعمال ہے۔

۱- واضح ہونا: جیسا کہ افصح الصبح اس وقت کہا جاتا ہے جب صبح کی روشنی ظاہر اور واضح ہو جائے اور وضاحت کرنے والے کو مفصح کہا جاتا ہے۔

۲- خالص ہونا: افصح اللبن اس وقت کہا جاتا ہے جب دودھ سے جھاگ اتار دی جائے۔

فصاحت نبوی

عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ بریدہ سے اور وہ حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

یا رسول اللہ مالك افصحنا ولم تخرج من بین اظهرنا

یا رسول اللہ آپ کے ہم سب میں سے زیادہ فصیح ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ آپ ہمیشہ ہمارے درمیان ہی رہے ہیں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كانت لغة اسمعيل قد درست فجاء بها جبرئيل فحفظينها فحفظتها

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان مٹ چکی تھی پس جبریل امین اس کو میرے پاس لائے اور مجھے یاد کروائی تو میں نے اس کو یاد کر لیا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں یونس بن محمد بن ابراہیم بن الحارث سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موسلا دھار بارش کے دن صحابہ کرام سے فرمایا۔

كيف ترون بواسقها ؟ (۱۴۱)

اس کے بادلوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

صحابہ نے عرض کیا بہت ہی خوبصورت ہیں اور ان کی سطحیں (تہہ بہ تہہ ہونا) بہت سخت ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا۔

كيف ترون قواعدها ؟

ان کی بنیادوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

صحابہ نے عرض کیا بہت ہی حسین اور ان کی پختگی بہت ہی شدید ہے۔

آپ نے فرمایا۔

كيف ترون جوفها ؟

ان کے اندرونی حصہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

صحابہ نے جواب دیا۔

ان کا اندرونی حصہ بہت ہی خوبصورت اور اس کی سیاہی بہت ہی زیادہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔

[(حوالہ ۱۴۱) غریب الحدیث للھروی: ۳/۱۰۴]

كيف ترون رحاها استدارت ؟

ان کی چکی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جب وہ گھومتی ہے؟

صحابہ نے عرض کیا۔

ان کی چکی بہت ہی خوبصورت ہے اور اس کا گھومنا بہت ہی سخت ہے۔

آپ نے فرمایا۔

كيف ترون برقها اخفيا ام يشق شقا ؟

ان کی بجلی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ مخفی ہوتی ہے یا وسط آسمان تک سیدھی پھیلتی ہے؟

صحابہ نے عرض کیا۔

بلکہ وہ وسط آسمان تک پھیلتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔

الحیاء یعنی بارش

اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بہت زیادہ فصاحت کے مالک ہیں۔ ہم نے آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔

حق لي فانما انزل القرآن على بلسان عربي مبين

زیادہ فصیح ہونا میرے شایان شان ہے کیونکہ قرآن مجھ پر واضح عربی زبان میں اتارا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔

ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسرو سروكم هذا ولكنه كان يتكلم بكلام بين فصل يحفظه من جلس اليه (۱۴۲)

[(حوالہ ۱۴۲) مسلم فضائل الصحابہ حدیث نمبر ۱۶۰ میں حضرت عائشہ سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يسرد الحديث كسردكم]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری اس تیزی کی طرح تیز نہیں بولتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم واضح مفصل تکلم فرماتے تھے۔ آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والا اسے بلا تکلف محفوظ کر لیتا تھا۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زبان وبیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلحاظ فصاحت وبلاغت اتنی بلندی پر ہیں کہ آپ اس امتیاز سے کوئی سلیم الطبع ناواقف نہیں کسی بلند ہمت، کم گو، فصیح بیان، ماہر علم وفن، غواص معانی اور تکلف سے بچنے والے پر آپ کا یہ امتیاز مخفی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات دیئے گئے اور نرالی حکمتوں کے ساتھ خصوصیت بخشی گئی۔ آپکو عرب کی ساری زبانیں سکھائی گئیں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ہر قبیلے والوں سے ان کی بولی میں کلام فرماتے اور ان کی بول چال کا بلاغت کے ساتھ لحاظ رکھتے تھے یہاں تک کہ صحابہ کئی مقامات میں آپ کے ارشادات عالیہ کی شرح وتفسیر دریافت کیا کرتے تھے۔

جو شخص آپ کی سیرت وحدیث میں غور وفکر کرے گا اس پر مذکورہ بیانات کی صداقت بخوبی واضح ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش مکہ، انصار مدینہ اور اہل حجاز کے ساتھ کلام ایسا نہیں ہوتا تھا جیسا ذی المسعار الھمد انی، طھفۃ الھندی، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس، وائل بن ضحر، الکندی وغیرہ روساء حضر موت اور بادشاہان یمن کے ساتھ کلام فرمایا۔ (۱۴۳)

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالرزاق، اخبرنا معمر عن الزهری عن صفوان بن عبدالله عن ام الدرداء عن کعب بن عاصم الاشعری قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم

کعب بن عاصم اشعری سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی

[(حوالہ ۱۴۳) الشفاء، ۱/۱۶۱]

اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

لیس من امبر من امصیام فی امسفر (۱۴۴)

سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔

[(حوالہ ۱۴۴) سنن کبریٰ: ۴/۲۴۲، حم ۵/۴۳۴، مجمع الزوائد ۳/۱۶۱۔ ہیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی اسناد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مکتوب مبارک

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حدثنا يحيى بن عبدالله بن حجر بن عبدالجبار بن وائل بن حجر الحضرمي، حدثنا عمي محمد بن حجر بن عبدالجبار، حدثني سعيد بن عبدالجبار عن ابيه عبدالجبار عن امه ام يحيى عن وائل بن حجر، قال امرني رسول الله صلى الله عليه وسلم بكتب ثلاثة منها كتاب لي خالص وكتاب لي ولاهل بيتي باموالنا هناك وكتاب لي ولقومي

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین مکتوب لکھنے کا حکم فرمایا۔ ان مکتوبات میں سے ایک خالص میرے لئے تھا اور ایک میرے اور میرے گھر والوں کے لئے تھا جس میں ہمارے اموال کے متعلق ہدایات تحریر تھیں اور تیسرا مکتوب میرے اور میرے قبیلہ والوں کے لئے تھا۔

اور جو میرے لئے خالص تھا وہ یہ ہے۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد رسول الله الى المهاجرين امية وائلا يستسعى ويترفل عن الاقوال حيث كانوا من حضر موت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ مکتوب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے مہاجرین ابی امیۃ کی طرف ہے کہ وائل کو رؤسا حضرموت پر امیر مقرر کیا جاتا ہے اور وہ

ان سے جہاں کہیں بھی ہوں صدقات وصول کرے گا۔

اور جو مکتوب میرے اور میرے گھر والوں کے لئے تھا اس میں ارشاد تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ الی مھاجر بن ابی امیة لابناء معشر وابناء ضمضاج اقوال شنوة بما کان لھم فیھا من ملك ومزاھر وعمران وبحر وملح والحجر وما کان لھم من مال اترثوه وما لھم فیھا من مال بحضر موت اعلاھا واسفلھا من الذبة والجوار اللّٰہ لھم جار والمومنون علی ذالك انصار۔

یہ مکتوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مہاجر بن ابوامیہ کی جانب ہے کہ رؤسا شنوۃ معشر ضمضاج کی اولاد کا حق ان کی مملوک جائیداد اور آباد زمینیں اور آبادی کے اردگرد کے غیر آباد رقبے اور سمندر، نمک اور تجارتی گزرگاہیں اور وہ مال وجائیداد جو انہیں وراثت میں ملا ہے اور جو مال وجائیداد حضرت موت کے علاقہ میں ہے وہ بھی ان کا حق ہے خواہ اس کا تعلق حضرت موت کے بالائی حصہ سے ہو یا نشیبی سے۔ اللہ تعالیٰ ان کو پناہ دینے والا ہے اور مومن اس بارے میں ان کے مددگار ہیں۔

اور جو مکتوب میرے اور میرے قبیلے والوں کے لئے تھا۔

اس میں یہ ارشاد عالیہ تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ الی وائل بن حجر والا قوال العباھلة من حضر موت باقام الصلوة وایتاء الزکوة من الصرمة الیشبیة ولصاحبھا التعبه لاجلب ولا حنب ولاشعار ولا وراط فی الاسلام لکل عشرة من السرایا ما یحمل العراب من التمر من اجبی فقد اربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ مکتوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وائل بن حجر اور حضر موت کے رؤسا مباہلہ کی طرف ہے۔ جس میں نماز کے قائم کرنے اور

بکریوں کے عمدہ گلہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اسلام میں نہ حرج ہے اور نہ عیب اور دھوکہ دہی اور عمدہ کھجوروں میں دسواں حصہ عشر ادا کرنا ہوگا جس نے زیادہ لیا بے شک اس نے سود وصول کیا۔

خطابی اپنی کتاب غریب الحدیث میں روایت کرتے ہیں۔

حدثنی محمد بن الحسین بن ابراھیم قال اخرج الینا ابواسحاق ابراھیم بن الحسین بن داؤد بن عبداللّٰہ بن احمد بن محمد بن سعید بن عبدالجبار بن وائل بن حجر صاحب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کتابا فی آدم ذکر انہ کتاب کتبہ، رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لجدہ وائل بن حجر املٰی علی علی بن ابی طالب وفیہ

محمد بن حسین بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ہمیں ابواسحاق ابراہیم بن حسین بن داؤد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن سعید بن عبدالجبار بن وائل بن حجر نے ایک مکتوب نکال کر دکھایا جو چمڑے پر لکھا ہوا تھا اور انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب ہے جسے آپ نے میرے دادا حضرت وائل بن حجر کو لکھا تھا اور اس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو املاء کروایا تھا اور اس مکتوب پہ یہ کلمات مبارکہ تحریر تھے۔

من محمد رسول اللّٰہ الی الاقیال العباھلۃ والارداع المشابیب من حضر موت باقام الصلوۃ المفروضۃ واداء الزکٰوۃ المعلومۃ عند محلھا فی الشعبۃ شاہ لا تعودہ الالیاط ولاضناک وانطوا الثجۃ وفی الیثوب الخمس ومن زنی منھم بکر فاصقعوہ مائۃ واستو خضوہ عاما ومن زنی منھم ثیب حضر جوہ بالاضایم ولا توصفھم فی الدین ولا غمۃ فی فرائض اللّٰہ وکل مسکر حرام ووائل بن حجر یرفد علی الاقیال امر

آمرہ رسول اللہ

یہ مکتوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت موت کے روساء مباہلہ اور بیدار مغز نوجوانوں کی طرف ہے جس میں نماز فرض قائم کرنے اور زکوٰۃ معلومہ اپنے محل میں ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ چالیس بکریوں میں ایک ہے۔ جو نہ بہت دبلی اور نہ بہت موٹی ہو اور پیداوار میں پانچواں حصہ ہے۔ اور جو کوئی کنوارا زنا کرے اسے سو کوڑوں کی سزا دو اور ایک سال جلاوطن کردو اور شادی شدہ زانی کو پتھروں سے رجم کردو دین میں ڈھیل نہیں اور اللہ کے فرائض میں اخفاء نہیں اور ہر نشے والی چیز حرام ہے اور وائل بن حجر کو روسا حضر موت پر امیر مقرر کیا جاتا ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مکتوبات اور دیگر مکاتب میں بڑا واضح فرق ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا طرز تکلم یہی تھا اور ان کی بلاغت وتحریر کا انداز یہی تھا اور ان الفاظ کو اکثر استعمال کرتے تھے اس لئے آپ نے بھی ان کے مقابلے میں وہی الفاظ استعمال فرمائے تاکہ قرآن کریم اور وحی کے احکام لوگوں کو ان کی زبان میں واضح طور پر سمجھا دیئے جائیں۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو قرآنی احکام کا مفہوم اسی زبان میں بیان فرمایا جس کو وہ لوگ استعمال کرتے اور بہتر سمجھتے تھے۔ (۱۴۵)

[(حوالہ ۱۴۵) الشفاء: ۱/۱۶۸]

فصل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامِ معتاد اور فصاحت معلومہ کے چند نمونے

رہی آپ کے کلام معتاد اور فصاحت معلومہ جوامع کلم اور ماثورہ حکمتوں کی بات تو اس بارے میں علماء نے کئی مجموعے تالیف کئے ہیں اور ایسے الفاظ ومعانی کی کئی کتب تیار کی جا چکی ہیں۔ نمونے کے طور پر چند ارشادات عالیہ ملاحظہ ہوں۔

۱- المسلمون تتكافأ دمائهم ويسعٰى بذمتهم ادناهم وهم يدعه من سواهم (۱۴۶)

تمام مسلمانوں کا خون برابر ہے اگر کوئی کم درجہ والا مسلمان کسی قوم کو امان دے گا یا عہد کرے گا تو مسلمانوں پر اس کی پابندی لازم ہے۔ تمام مسلمان دشمن کے مقابلے میں یکجان ہوں گے۔

۲- الناس كاسنان الشط (۱۴۷)

تمام انسان اس طرح برابر ہیں جس طرح کنگھی کے دندانے۔

۳- المؤمن للمومن كالبنيان يشد بعضه بعضا (۱۴۸)

ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے جس کا بعض حصہ بعض کو مضبوط بناتا ہے۔

[(حوالہ (۱۴۶) فتح الباری ۱۲/۱۶۱، ابوداؤد کتاب الجہاد باب ۱۵۸،۔ ابن ماجہ حدیث ۲۶۸۳- السنن الکبریٰ بیہقی ۸/۲۹]

[(حوالہ ۱۴۷) مناہل الصفا للسیوطی صفحہ ۱۱، الاسماء والکنی بلادولابی ۱/۱۶۸، اللآلی المصنوعۃ ۲/۱۵۶]

[(حوالہ ۱۴۸) البخاری ۱/۱۲۹، ۳/۱۶۹، ۸/۱۴، مسلم البر والصلۃ باب ۱۷ حدیث ۸۵ ترمذی حدیث ۱۹۲۸]

۴- اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (۱۴۹)

ہر انسان کو اس کی معیت حاصل ہوگی جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔

۵- والناس معادن (۱۵۰)

۶- ما هلك امرء عرف قدره (۱۵۱)

جو اپنی قدر کو پہچانتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

۷- المستشار مؤمن (۱۵۲)

جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔

۸- اسلم تسلم يؤتك الله اجرك مرتين (۱۵۳)

اسلام قبول کرو محفوظ ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ دہرا اجر دے گا۔

۹- نهيه عن قيل وقال واضاعة مال وكثرة السئوال ومنع وهات وعقوق الامهات ووأد البنات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اختلاف، اضاعت مال اور کثرت سوال اور کنجوسی وگداگری سے اور ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۰- احبب حبيبك هونا ما عسى ان يكون بغيضك يوما وابغض بغيضك هونا ما عسى ان يكون حبيبك يوما (۱۵۴)

[(حوالہ ۱۴۹) البخاری ۸/۴۸ و۴۹۔ مسلم : البر والصلد باب ۵۰ حدیث ۱۶۵۔ الترمذی حدیث ۲۳۸۵ و ۳۵۳۵ و ۳۵۳۶۔ ابوداؤد الادب باب ۱۲۳]

[(حوالہ ۱۵۰) مستدرک الحاکم ۳/۴۲۔ حلیۃ الاولیاء ۶/۲۵۶۔ مناہل الصفاص ۱۱]

[(حوالہ ۱۵۱) الشفاء ۱/۱۷۴۔ مناہل الصفا صفحہ ۱۲]

[(حوالہ ۱۵۲) ابوداؤد باب ۱۲۴۔ الترمذی حدیث ۲۸۲۲ و ۲۸۲۳۔ مسند امام احمد ۵/۲۷۴۔ المستدرک ۴/۱۳۱۔ البیہقی ۱۰/۱۱۲۔ مجمع الزوائد ۸/۹۶ و ۹۷۔ الدارمی ۲/۲۱۹]

[(حوالہ ۱۵۴) مجمع الزوائد ۸/۸۸ طبرانی اس حدیث کو اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں جمیل بن زید ضعیف ہے۔ مناہل الصفاء صفحہ ۱۱۲ المجروحین ۱/۲۰۳۵/۱۵]

لوگوں کے مزاج مختلف قسم کے ہوتے ہیں جس طرح زمین میں مختلف قسم کی معدنیات ہوتی ہیں۔

اپنے دوست کو کم راز دار بناؤ مبادا وہ کسی روز تیرا دشمن بن جائے اور اپنے دشمن سے کم نفرت کرو ممکن ہے کہ کسی روز وہ تیرا دوست بن جائے۔

۱۱- والظلم ظلمات یوم القیامة (۱۵۵)

ظلم قیامت کے روز تاریکیاں بن جائے گا۔

ان کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نادر حکیمانہ اقوال اور جوامع کلم بے شمار ہیں جن کے کئی مجموعے اور دواوین تیار کئے گئے ہیں جو عربی زبان کا طرۂ امتیاز ہیں۔

(مصنف فرماتے ہیں)

اخبرنی ابوالفضل الازهری بقراتی علیه، اخبرنا ابوالفرج الغزی، اخبرنا علی بن احمد بن بیان، اخبرنا محمد بن محمد بن مخلد، اخبرنا ابوعلی الصفاء، اخبرنا الحسن بن عرفة، حدثنا هشیم بن بشیر عن عبدالرحمن بن اسحاق القرشی، عن ابی بردة عن ابی موسیٰ الاشعری قال.

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اعطیت فواتح الکلم وخواتمه وجوا معه (۱۵۶) فقلنا یا رسول اللّٰه علمنا ما علمک اللّٰه عزوجل فعلمنا التشهد فی الصلوٰة

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کلمات کے آغاز اور ان کے انجام اور جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم عطا فرمایا ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ سکھایئے، تو آپ نے ہمیں نماز کا تشہد سکھایا۔"

[(حوالہ ۱۵۵) فتح الباری ۵/۱۰۰- البخاری ۳/۱۲۹- مسند امام احمد ۲/۵۹ و ۱۳۷- الترمذی ۲۰۳۰]

[(حوالہ ۱۵۶) المطالب العالیۃ حدیث ۳۸۲۴- اتحاف السادۃ المتقین ۷/۱۷۳]

اس حدیث کو ابوبکر بن شیبہ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی وابویعلی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا ہے۔

امام ابویعلی وامام بیہقی نے حضرت عمر سے دو طریقوں سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا ایھا الناس انی قداتیت جوامع الکلم وخواتیمہ واختصر لی الکلام اختصارا (۱۵۷)

اے لوگوں مجھے جوامع الکلم اور خواتیم الکلم عطا فرمائے ہیں اور میرے لئے کلام کو اختصار فرمایا گیا۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وحی کی تبلیغ اور اپنے دین کی توضیح کا منصب عطا فرمایا۔ اس لئے ان کے لئے بے نظیر لغت اور فصیح ترین وواضح ترین زبان سے نوازا پھر آپ کو ایسے جامع کلمات سے سرفراز فرمایا جنہیں آپ کی نبوت کے لئے چادر اور رسالت کے لئے علامت بنا دیا کہ تھوڑے سے کلمات میں بہت سارا علم پایا جائے تاکہ سننے والے ان کو آسانی سے یاد رکھ سکیں اور ان پر ان کلمات کا بوجھ نہ پڑے جو آپ کے جامع کلمات کی جستجو کرے گا وہ ان کے بیان کی کمی نہیں پائے گا۔

اور فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت سے اس امر کا بھی تعلق ہے کہ آپ نے ایسے کلمات سے تکلم فرمایا ہے جنہیں آپ ہی نے استعمال فرمایا ہے۔ آپ سے قبل کسی عربی سے ایسے کلمات نہیں سنے گئے نہ کسی قدیم کلام میں پائے گئے۔ نہ کوئی انسان ایسے کلام پر قادر ہو سکا۔

ان ارشادات عالیہ کے چند نمونے مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں۔ (۱۵۸)

[(حوالہ ۱۵۷) ابن کثیر: ۴/۱۹۶- ابن کثیر نے ابویعلی کا حوالہ دیا ہے۔]

[(حوالہ ۱۵۸) مناھل الصفاء ص ۱۲]

(۱) مات حتف انفه (اپنی طبعی موت مرا)

جو شخص میدان جہاد میں جنگ کے بغیر مر جائے تو اس کی تعبیر ان الفاظ سے فرمائی ہے۔

(۲) میدان کارزار گرم ہو جائے اور گھمسان کی جنگ جاری ہونے کی تعبیر ان الفاظ سے فرمائی۔

وحمی الوطیس (۱۵۹)

(تندور گرم ہو گیا ہے)

ولا یلدغ المومن من حُجرٍ مرّتین (۱۶۰)

مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔

اس باپ سے تعلق رکھنے والے بہت سارے الفاظ ضرب الامثال کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور انہی کلمات میں وہ تمام اسمائے شریعہ بھی داخل ہیں جنہیں آپ نے ایجاد فرمایا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں بحوالہ محمد بن اسحاق روایت کیا ہے اور انہوں نے محمد بن ابراہیم سے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ بن عتیک انہوں نے اپنے باپ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

مات حتف انفه (وہ اپنی موت آپ مرا)

قسم بخدا یہ ایسا کلمہ ہے جو میں نے آپ سے پہلے عربوں سے نہیں سنا۔

سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول مات حتف انفه واللّٰه انها لکلمة ما سمعتها من العرب قبل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

[(حوالہ ۱۵۹) مسلم الجہاد حدیث: ۷۶ مسند احمد: ۱/ ۲۰۷]

[(حوالہ ۱۶۰) البخاری، فتح الباری ۱۰/ ۵۲۹، مسلم الزھد حدیث: ۶۳ ابوداؤد الادب باب: ۲۹]

اکثر الانبیاء تبعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو ابن دحیہ رحمۃ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث سے اخذ کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انا اوّل شفیع یوم القیامة وانا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامة لان من الانبیاء من یاتی یوم القیامة ما معه مصدق غیر واحد (۱۶۱)

قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں گا۔ انبیاء کرام میں سب سے زیادہ امتی میرے ہوں گے۔ انبیاء کرام میں بعض ایسے نبی بھی ہوں گے جو قیامت کے روز صرف ایک تصدیق کرنے والے کے ساتھ تشریف لائیں گے۔

ابن دحیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان لی حوضا طوله ما بین الکعبة الی بیت المقدس ابیض من اللبن وانی اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامة (۱۶۲)

مجھے ایسا حوض عطا کیا گیا ہے جس کی لمبائی کعبہ معظمہ سے لیکر بیت المقدس تک (کی لمبائی کی مانند) ہو گی جو دودھ سے زیادہ سفید ہو گا اور میں قیامت کے روز تمام انبیاء سے زیادہ پیروکاروں والا ہوں گا۔

تبعاً حرف تا اور با کے فتحہ کے ساتھ تابع کی جمع ہے جیسا کہ خدم خادم کی جمع ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جزم ویقین کے ساتھ فرمایا کہ میں قیامت کے روز تمام انبیاء سے زیادہ پیروکاروں والا ہوں گا اور دوسری حدیث میں اس بارے میں صرف امید کا اظہار فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری

[(حوالہ ۱۶۱) البیہقی ۹/۴ تاریخ بغداد ۱۲/۴۰۰]

[(حوالہ ۱۶۲) مسند امام احمد ۴/۴۲۴۔ مجمع الزوائد ۱۰/۳۶۵]

نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما بین الانبیاء نبی الا اعطی من الایات ما مثله امن علیه البشر وانما کان الذی اوتیت وحیا او حاه الله الی فارجوا ان اکون اکثرهم تابعا یوم القیامة (۱۶۳)

انبیاء میں سے کچھ ایسے نبی بھی ہیں جنھیں معجزات کی اتنی مقدار عطا ہوئی کہ انسان ان پر ایمان لائے۔

اور مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا اس لئے مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے روز تمام انبیاء سے زیادہ پیروکاروں والا ہوں گا۔

(مصنف فرماتے ہیں)

میں کہتا ہوں کہ شاید یہ بات آپ نے اپنی امت کے احوال وتعداد کے منکشف ہونے سے پہلے فرمائی ہو اور بعد میں اللہ تعالیٰ آپ کی امید پوری فرمادی ہو۔

اخبرنی ابوالفضل بن احمد الامام قراءة، اخبرنا ابواحمد العسقلانی، اخبرنا ابوالحزم القلانسی، اخبرنا قاضی بن ابی الفضل، اخبرنا ابوحفص بن طبرزد، اخبرنا ابوالقاسم الشیبانی، اخبرنا ابوطالب بن غیلان، اخبرنا ابوبکر الشافعی، حدثنا محمد بن غالب، حدثنا خلف بن موسیٰ بن خلف، حدثنا ابی عن قتادة عن الحسن والعلاء بن زیاد عن عمران بن حصین ان عبدالله بن مسعود قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

عرضت علی الانبیاء باتباعها فاذا النبی معه ثلاثة من امته واذا النبی معه عصابة من امته واذا النبی معه نفرو اذا النبی لیس معه احد وقد انبأکم الله عن قوم لوط فقال

[(حوالہ ۱۶۳) فتح الباری ۹/۳، ۱۳/ ۲۴۷]

اَلَیسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ حَتّٰی مَرَّبی موسی بن عمران فی کبکبة من بنی اسرائیل فلما رأیتهم اعجبونی وراعونی قلت من هذا قالوا هذا اخوك موسیٰ ومن معه من بنی اسرائیل قلت یا رب این امتی ؟

قال انظر عن یمنیك فاذا الظراب ظراب مکة وقد سد وجوه الرجال فقال ارضیت یا محمد قلت رب رضیت

قال انظر عن یسارك فاذا الافق قد سد وجوه الرجال فقال ارضیت یا محمد قلت رب رضیت

قال فان مع هؤلاء سبعین الفا یدخلون الجنة بغیر حساب (۱۶۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مجھ پر انبیاء کرام کو ان کے پیروکاروں سمیت پیش کیا گیا پس (میں نے دیکھا کہ) کسی نبی کے ساتھ اس کے تین پیروکار ہیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت اور کسی نبی کے ساتھ کچھ افراد ہیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک بھی نہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے بارے میں خبر دی ہے الیس منکم رجل رشید ؟(کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں ہے)

یہاں تک کہ مجھ سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے ایک قافلے کے ساتھ گزر ہوا جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھے تعجب اور خوف لاحق ہو گیا۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے ربّ میری امت کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی داہنی طرف نظر ڈالو پس میں نے ایک جگہ دیکھی جو مکہ کی سرزمین (کی مانند) نظر آئی جس میں لوگ ہی لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد تم راضی ہو

[(حوالہ ۱۶۴) حلیۃ الاولیاء: ۹/۲ و ۱۳۰/۱۴۷ - اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی ۱۰/۵۶۷]

گئے؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی بائیں جانب دیکھو۔ جب میں نے بائیں جانب دیکھا تو زمین سے افق آسمان تک فضا لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد کیا تم راضی ہو گئے؟ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں راضی ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کے ساتھ ستر ہزار لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدالصمد، حدثنا عبدالعزیز بن مسلم، حدثنا ابوسفیان الشعبانی عن محارب بن دثار عن ابی بریدة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اهل الجنة عشرون مائة صف هذه الامة بین ذالك ثمانون صفا (۱۶۵)

ابو بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور اس امت کی اسی کے قریب صفیں ہوں گی۔

اس حدیث کو طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔

اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

اخبرنا عبد بن حمید، اخبرنا عبید الله بن موسیٰ عن موسیٰ بن عبیدة الربذی عن ایوب بن خالد عن عبید الله بن ابی رافع عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تأتی امتی یوم القیامة مثل اللیل والسیل تتقولوا الملئکة لما جاء مع محمد من امته اکثر ممّا جاء مع عامة الانبیاء

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

[(حوالہ ۱۶۵) الترمذی حدیث نمبر ۲۵۴۶ ابن ماجہ: ۴۲۸۹ - الدارمی: ۲/ ۳۳۷، المستدرک: ۱/ ۸۲، مسند احمد: ۵......۳۴۷ و ۳۵۵ مجمع الزوائد: ۱۰/ ۷۰ و ۴۳۳]

''قیامت کے دن میری امت رات اور سیلاب کی مانند آئے گی تو فرشتے کہیں گے تمام انبیاء کرام کے ساتھ آنے والی اُمتوں کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آنے والی امت زیادہ کس لئے ہے؟ (۱۶۶)

الاکرم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے فرمایا ہے اور انہوں نے امام دارمی کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جو انہوں نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا اولهم خروجا وقائدهم اذا وفدوا وانا خطيبهم اذا نصوا وانا مستشفعهم اذا حبسوا وانا مبشرهم اذا ئيسوا الكرامة والمفاتيح يومئذ بيدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی يطوف علی الف خادم کانهم بيض مکنون اولو لوء (۱۶۷)

میں قیامت کے روز انبیاء میں سب سے پہلے مرقد انور سے باہر نکلوں گا اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب وہ مہر بلب ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ روک دیئے جائیں گے تو میں ان کی سفارش کروں گا اور وہ جب مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کی مغفرت کی خوشخبری سناؤں گا۔ ساری عزتیں اور سارے خزانے اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گے۔ میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ اپنے پروردگار کے ہاں مکرم و معزز ہوں گا۔ جنت میں میرے اردگرد ایک ہزار خدمت گار دست بستہ حاضر ہوں گے وہ اتنے خوبصورت ہوں گے جیسے

[(حوالہ ۱۶۶) مجمع الزوائد: ۱۰/۳۴۴ ہیثمی نے فرمایا کہ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

[(حوالہ ۱۶۷) الدارمی: ۱/۲۶]

چھپائے ہوئے انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا اکرم الاولین والاخرین علی اللّٰہ ولا فخر (١٦٨)

میں اللہ کے ہاں اولین وآخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے معزز ومکرم ہونے کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم کے کئی مقامات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی قسم یاد فرمائی ہے۔

امام بیہقی وغیرہ محدثین نے ابی الجوزاء سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔

ما خلق اللّٰہ وما ذرأ نفسا اکرم علیہ من محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وما سمعت اللّٰہ اقسم بحیاۃ احد الا بحیاتہ فقال

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (١٦٩)

اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام کائنات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معزز کوئی بھی نہیں میں نے نہیں سنا کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک کے سوا کسی کی حیات کی قسم یاد فرمائی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (١٦٩)

اے حبیب تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

تیری حیات وبقاء کی قسم

ابن مردویہ نے ابوالجوزاء کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی

[(حوالہ ١٦٨) تفسیر ابن کثیر: ٢/٣٧٥]

[(حوالہ ١٦٩) سورہ حجر: ٧٢]

اللہ تعالیٰ عنہما نے "لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" کی تفسیر میں فرمایا۔

ما حلف الله بحياة احد الابحياة محمد قال وحياتك وعمرك وبقائك انهم لفي سكرتهم يعمهون

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اے حبیب! تیری حیات کی اور تیری عمر کی اور تیری بقاء کی قسم یقیناً وہ کافر نشے میں بھٹک رہے ہیں"

اس حدیث کی مثل حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مکرم ہونے کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے قسم اٹھائی کہ آپ مرسلین میں سے ہیں اور آپ مجنون نہیں اور آپ خلق عظیم پر فائز ہیں اور آپ کو آپ کے رب نے نہ چھوڑا اور نہ ناراض ہوا۔

حضرت امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں۔

حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن الاسود بن قيس سمعت جندبا يحدث ان جبريل ابطأ على النبي فجزع فقيل له فنزلت وَالضُّحٰي وَ اللَّيْلِ اِذَا سَجٰي مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰي (۱۷۰)

اسود بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے جندب کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جبریل امین نے کچھ عرصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری میں تاخیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے تاب ہو گئے اور لوگوں نے آپ کے متعلق چہ مگوئیاں شروع کر دیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَالضُّحٰي وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰي ...... الاية

چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور

[(حوالہ ۱۷۰) سورہ ضحیٰ:۱]

نہ مکروہ جانا۔

رسول اللہ کی عبادت الٰہی

اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز ہونے کی ایک یہ علامت بھی ہے کہ آپ عبادت الٰہی میں بہت زیادہ مشقت اٹھاتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے عبادت میں کمی کرنے کا حکم فرمایا آپ کے سوا کسی کو اس کا امر نہیں فرمایا۔ بلکہ دوسروں کو تو زیادتی عبادت کی ترغیب دی ہے۔ (۱۷۱)

ابن مردویہ نے محمد بن حنفیہ کے حوالے سے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

لما نزل علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا فقام اللیل کلہ حتی تورمت قدماہ فجعل یرفع رجلا ویضع رجلا فھبط جبریل علیہ فقال

طٰہٰ طئی الارض بقدمیك یا محمد مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی (۱۷۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ ...... الایہ (اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے) کا نزول ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری پوری رات قیام فرمایا کرتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم مبارک میں ورم آ گیا جس کی وجہ سے آپ ایک پاؤں زمین سے اٹھاتے اور دوسرا زمین پر رکھتے۔ جبریل امین بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔

''اے طٰہٰ یعنی زمین کو اپنے قدموں سے روندھنے والے اے محمد اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں''

اور امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے میمون بن مھران کے حوالہ سے ابن عباس

[(حوالہ ۱۷۱) مسند احمد: ۴/۳۱۳]

[(حوالہ ۱۷۲) البخاری التہجد باب: ۶ الرقاق باب: ۲۰ مسلم المنافقین حدیث: ۸۰]

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اوّل ما انزل اللّٰہ علیہ الوحی یقوم علی صدور قدمیہ اذا صلی فانزل اللّٰہ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی (۱۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلے پہلے وحی نازل ہوئی تو آپ نماز کی ادائیگی کے وقت پاؤں کے اگلے حصوں پر قیام فرماتے پس اللہ تعالیٰ نے طٰـہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی نازل فرمائی۔

یہ حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت علی سے بھی مروی ہے جس کو امام بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم ہونے پر دلالت کرنے والی آیات کی کثیر تعداد ہے اور آپ کی مدح وثناء کرنے والی ان آیات میں سے آپ کے لئے ہر اچھی صفت کو ثابت کرنے والی اور آپ کے دشمنوں کی مذمت کرنے والی اور انبیاء سابقین کے واقعات سے آپ کو تسلی دینے والی اور آپ پر شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے آپ کو کفار کے اسلام نہ لانے پر غم کی ممانعت کرنے والی آیات کریمہ سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم میں غور وفکر کرلے تو وہ اس بارے میں اتنا کچھ استخراج کرلے گا جس کے بیان سے زبانیں اور اقلام تھک جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناف بریدہ پیدا کئے گئے

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکرم ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آپ ناف بریدہ پیدا کئے گئے تاکہ آپ کی شرم گاہ پر کسی کی نگاہ نہ پڑے۔

امام طبرانی روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن احمد بن الفرج، حدثنا سفیان بن محمد الفزاری، حدثنا ھیشم عن یونس بن عبید عن الحسن عن

[(حوالہ ۱۷۳) اخلاق النبوہ ص ۱۸۵]

انس بن مالك قال، قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من كرامتي على ربي أني ولدت مختونا ولم يرا حد سوء تي (١٨٤)

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا اپنے ربّ کے ہاں مکرم ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ مجھے ناف بریدہ پیدا کیا گیا اور میری شرم گاہ کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔

ملک الموت بھی آپ کے ہاں اجازت لے کر حاضر ہوئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے ہاں مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ ملک الموت (روح قبض کرنے والا فرشتہ) آپ کے پاس اجازت لے کر حاضر ہوئے اور آپ کی روح اقدس کو آپ کی اجازت سے قبض کیا۔ ملک الموت آپ سے قبل کسی کے ساتھ بھی اس طرح پیش نہیں آئے۔

اخبرنا ابوالمعالي بن احمد الفخري وام الفضل بنت محمد المصرية سماعا عليهما قالا اخبرنا ابوالفرج بن الشمنة اخبرنا ابوالحسن بن قريش اخبرنا عبدالمحسن بن عبدالعزيز عن محمد بن حامد الارتاحي احبرنا ابوالحسن الفرا اخبرنا عبدالباقي بن فارس، اخبرنا الامام ابوعبدالله الشافعي قال لما كان قبل وفاة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بثلاث هبط اليه جبريل فقال يا محمد ان اللّٰه ارسلني اليك اكراما لك وتفضيلا وخاصة لك ليسئلك عما هو اعلم به منك يقول كيف تجدك قال احدني يا جبريل مغموما واجدني يا جبريل مكروبا فلما كان يوم الثاني هبط اليه جبريل فقال له مثل ذالك فلما كان يوم الثالث هبط اليه جبريل معه ملك الموت ومعهما ملك في الهوى يقال له اسمعيل علي سبعين الف ملك

[(حوالہ ۱۸۴) الروض الانف للسہیلی: ۱/۱۸۱]

كل ملك منهم على سبعين الف ملك فسبقهم جبريل فقال يا محمد ان الله ارسلني اليك اكرام لك وتفضيلا لك وخاصة لك يسئلك عما هو اعلم به منك يقول كيف تجدك ؟

قال اجدني يا جبريل مغموما واجدني يا جبريل مكروبا قال واستأذن ملك الموت على الباب فقال له جبريل هذا ملك الموت يستأذن عليك ولم يستأذن على آدمي قبلك ولا يستأذن على آدمي بعدك فقال ائذن له يا جبريل فقال، عليك السلام يا احمد ان الله ارسلني اليك وامرني ان اطيعك فان امرتني ان اقبض نفسك قبضتها وان امرتني ان اتركها تركتها قال وتفعل ذالك يا ملك الموت

قال نعم بذالك امرت

قال جبريل يا احمد ان الله اشتاق الى لقائك

قال يا ملك الموت امض لما امرت به (۱۷۵)

امام ابوعبداللہ شافعی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تین دن قبل حضرت جبریل امین حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔

''اے محمد اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں آپ کی عزت وفضیلت اور آپ کی خصوصیت کے اظہار کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے وہ چیز دریافت کر رہا ہے جس کو وہ آپ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل میں اپنے آپ کو غمگین پاتا ہوں اور اے جبریل میں اپنے آپ کو مشقت میں پاتا ہوں۔ دوسرے روز پھر جبریل امین بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسی طرح عرض کرنے لگے جس طرح پہلے عرض کیا تھا اور پھر تیسرے روز ملک الموت کے ہمراہ حاضر ہوئے اور ان دونوں کے ساتھ ایک فرشتہ فضا

میں موجود تھا جس کا نام اسماعیل ہے اور وہ فرشتہ ستر ہزار فرشتوں پر رئیس تھا اور ان ستر ہزار فرشتوں میں سے ہر فرشتہ کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے۔ سب سے پہلے جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے اے محمد اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف آپ کی عزت وفضیلت اور آپ کی خصوصیت کے اظہار کے لئے بھیجا ہے۔ وہ آپ سے اس چیز کو دریافت کر رہا ہے جس کو وہ آپ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبریل میں اپنے آپ کو مغموم پاتا ہوں اور اے جبریل میں اپنے آپ کو کرب میں پاتا ہوں جبریل نے عرض کیا یا رسول اللہ ملک الموت دروازے پر کھڑا آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے اور یہ ملک الموت صرف آپ سے اجازت طلب کر رہا ہے۔ آپ سے پہلے بھی اس نے کسی آدمی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ کے بعد وہ کسی سے اجازت طلب کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت نے حاضر ہو کر عرض کیا سلام علیک یا احمد (اے احمد آپ پر سلامتی ہو) اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے آپ کے حکم کی تعمیل کا حکم دیا ہے اگر آپ مجھے اپنی روح مبارک قبض کرنے کا حکم دیں تو میں آپ کی روح قبض کروں گا اور اگر آپ مجھے اس کو ترک کرنے کا حکم دیں تو میں ترک کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت تو یہ کام کرے گا؟ اس نے عرض کی ہاں مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ جبریل امین نے عرض کیا اے احمد اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریئے۔

اس حدیث کو عدنی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

تنبیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم گرامی بھی اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے نبی کو موسوم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ

الاکلیل

اس اسم پاک کو العزفی رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے۔
اور انہوں نے فرمایا

ان اللّٰه اظهر من صهيون نبيا ومكة اكليلا محمودا
اللہ نے صھیون سے نبی اور مکہ مکرمہ سے اکلیل محمود کو ظاہر فرمایا۔
اور فرماتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اکلیل محمود سے موسوم فرمایا۔ اکلیل کا معنی تاج ہے اور بعض نے کہا اکلیل مطلق تاج کو نہیں بلکہ گول اور مدور تاج کو اکلیل کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے تاج اور اصفیاء کے سردار ہیں۔

الامام، امام المتقین، امام النبیین، امام الناس، امام الخیر

یہ پانچوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی ہیں۔
اسم الامام کو علامہ عزفی اور ابوالفتح بن سید الناس نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے۔
شاید یہ اسم پاک اللہ تعالیٰ کے ارشاد
يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ سے ماخوذ ہے۔
جس روز ہم تمام انسانوں کو ان کے امام یعنی ان کے نبی کے ذریعے بلائیں گے۔
کہا جائے گا اے فلاں کی امت جیسا کہ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔
حدثنا الحسن بن عرفة حدثني عبدالقدوس بن بكر بن حنيس عن مسعر بن كدام عن قتادة عن انس بن مالك في قوله تعالیٰ يوم ن دعوا كل اناس بامامهم قال بينيهم
حضرت انس نے اس آیت کریمہ میں باماھم کی تفسیر بنیھم سے کی ہے اور لغت میں امام اسے کہا جاتا ہے جس کی خیر اور بھلائی میں اقتداء کی جاتی ہو۔

اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (۱۷۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ کا اطلاق ہر مقتداء پر ہوتا ہے۔ خواہ اس کی اقتداء اچھائی میں کی جائے یا برائی میں لیکن امام کا اطلاق صرف اس ذات پر ہوگا جس کی لوگ اچھائی میں اقتداء کرتے ہوں اور انباری فرماتے ہیں۔ امام کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے واحد کی مثال یہ ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (۱۷۸)

میں آپ کو لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔

اور جمع کی مثال یہ ہے۔

وَ جَعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (۱۷۹)

اے رب تو ہمیں متقی لوگوں کے پیشوا بنا۔

علامہ عزفی فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم امام سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق آپ کی اقتداء کرتی ہے اور اپنے معاملات میں آپ کی طرف اور آپ کے اقوال وافعال کی طرف رجوع کرتی ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ آپ نے شب معراج تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی اور آپ کے اسم گرامی ''امام النبیین'' کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے اس نام کو امام احمد وامام ترمذی کی مروی اس حدیث سے اخذ کیا ہے۔

جو انہوں نے حضرت ابی ابن کعب سے روایت کی ہے۔

حضرت ابی ابن کعب فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[(حوالہ ۱۷۷) التوبہ:۱۲]

[(حوالہ ۱۷۸) البقرۃ:۱۲۴]

[(حوالہ ۱۷۹) الفرقان:۷۴]

اذا كان يوم القيامة كنت امام النبيين وخطيبهم وصاحب شفاعتهم غير فخر

قیامت کے روز میں نبیوں کے امام اور ان کا خطیب اور ان کی سفارش کرنے والا ہوں گا بغیر کسی فخر کے۔

امام احمد کے ہاں یہ الفاظ ہیں۔

کنت امام الناس (میں تمام انسانوں کا امام ہوں گا)

اسی لفظ سے انہوں نے امام الناس والا اسم اخذ کیا ہے۔

اور یہ امام النبیین سے عام ہے کیونکہ انسانوں کی تمام اجناس کو شامل ہے اس اسم کو قیامت کے دن کے ساتھ خاص فرمانے کا نکتہ آپ کے اسم پاک ''سید الناس'' کے تحت آئے گا۔

تیسرے اسم پاک (امام المتقین) کو قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اور یہ ایک حدیث پاک میں بھی وارد ہے جس کو امام بزار نے روایت کیا ہے۔

حدثنا عيسىٰ بن مريم حدثنا يحيىٰ بن ابي بكير حدثنا جعفر بن زياد الاحمر عن هلال الصيرفي حدثنا ابو كثير الانصاري حدثنا عبدالله بن اسعد بن زرارة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى بي انتهيت الى قصر لولو يتلالا نورا واعطيت في على ثلاث انك سيد المرسلين وامام المتقين وقائد الغرا المحجلين (۱۸۱)

حضرت اسعد بن زراۃ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میں نور کی مانند چمکنے والے موتیوں سے بنے ہوئے ایک محل تک پہنچا اور مجھے تین القاب عطا فرمائے گئے کہ آپ سید المرسلین ہیں اور آپ امام المتقین ہیں اور آپ ان لوگوں کے قائد ہیں جن کے (قیامت کے روز) ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکنے والے

[(حوالہ ۱۸۱) موارد الظمان حدیث ۲۴-تفسیر القرطبی ۴/۱۰۱ او ۶/۱۱ کشف الخفاء للعجلوی ۲/۲۷۴]

ہیں۔

(مصنف فرماتے ہیں) امام بزار نے اس حدیث کو یوں ہی روایت فرمایا ہے۔

لیکن ابن قانع نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امرلی فی علی بثلاث خصال انه سید المسلمین، وامام المتقین وقائد الغرا المحجلین

مجھے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں تین شمائل کا حکم دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے سردار اور متقیوں کے امام ہاتھ، پاؤں اور چہرہ چمکنے والے لوگوں کے قائد ہیں۔

اس روایت کے مطابق یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم امام المتقین کی دلیل نہیں بن سکتی۔

اور پانچویں اسم (امام الخیر) کو میں نے اس حدیث پاک سے اخذ کیا ہے جسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

اذا صلیتم علیٍ رسول الله صلی الله علیه وسلم فاحسنوا الصلوة فانکم لا تدرون لعل ذالك یعرض علیه قالوا له فعلمنا قال قولوا اللهم اجعل صلوتك ورحمتك وبرکاتك علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمدٍ عبدك ورسولك امام الخیر وقائد الخیر ورسوله الرحمة (۱۸۲)

جب تم بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود شریف کا ہدیہ بھیجو تو درود بھیجنے میں خوبصورت وحسین انداز اختیار کرو تمہیں کیا خبر کہ شاید تمہارا یہ ہدیہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہمیں سکھائیں (کہ ہم کس طرح درود پڑھیں) انہوں نے فرمایا تم یوں کہو۔

[(حوالہ ۱۸۲) ابن ماجہ حدیث ۹۰۶]

اے اللہ تو اپنی رحمتیں اور اپنی نوازشات اور اپنی برکات سید المرسلین، امام المتقین، خاتم النبیین حضرت محمد پر نازل فرما جو تیرے بندے تیرے رسول اور امام الخیر، قائد الخیر اور رسول رحمت ہیں۔

الأمان امنة اصحابه

ان دونوں مبارک ناموں کو میں نے اس حدیث سے اخذ کیا ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

امانان(۱۸۳)عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع احدهما وبقى الآخر وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (۱۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو امان تھے اب ایک امن اٹھا دیا گیا اور دوسرا امن باقی ہے۔ (پھر یہ آیت تلاوت کی)

امام ترمذی کے ہاں حضرت ابوموسیٰ سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ وہ کہتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انزل الله علىّ لامتى اما نين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے مجھ پر دو امانیں اتاریں (ایک میرا ان میں تشریف فرما ہونا اور ایک ان کا استغفار کرنا) (اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

(اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں)

[(حوالہ ۱۸۳) مسند امام احمد ۴/ ۳۹۳ و ۴۰۳]

[(حوالہ ۱۸۴) سورۃ انفال ۳۳]

(اور پھر آپ نے فرمایا)

فاذا مغیت ترکت فیھم الاستغفار الی یوم القیامة (۱۸۵)

پھر جب میرا وصال ہو جائے تو میں ان کے اندر استغفار کو تا روز قیامت چھوڑ جاؤں گا۔

ان کے علاوہ دیگر محدثین نے صرف آیت کریمہ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" نقل کی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

رفع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رأسه الی السماء فقال النجوم أمنة للسماء فاذا ذهبت النجوم الی السماء ما توعد وانا أمنة لاصحابی فاذا ذهبت انی اصحابی ما یو عدون وأصحابی أمنة لامتی فاذا ذهب اصحابی اتی امتی ما یوعدون (۱۸۶)

(ایک مرتبہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا ستارے آسمان کے لئے امن کا سبب ہیں جب ستارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے تو آسمان پر وہ آئے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (یعنی ٹوٹ پھوٹ جائے گا) اور میں اپنے صحابہ کے لئے امن ہوں جب میرا وصال ہو جائے گا تو میرے صحابہ پر وہ آئے گا جن کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ (یعنی حوادث وفتن) اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امن ہے جب وہ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو میری امت پر وہ آئے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت اور اپنی قوم کے لئے عذاب الٰہی سے امن تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان میں موجودگی کے سبب ان کو عذاب سے محفوظ رکھا اور عذاب کو ان سے دور

[(حوالہ ۱۸۵) الترمذی حدیث ۳۰۸۲]

[(حوالہ ۱۸۶) مسند امام احمد ۳/۳۹۹، الطبرانی الصغیر ۲/۷۳، مستدرک الحاکم ۳/۴۵۷]

رکھا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک حیات ظاہری سے متصف رہے اور جب تک آپ کی سنت باقی رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہیں اور جب آپ کی سنت مردہ ہو جائے (یعنی سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے) تو پھر بلاء وآزمائش اور فتنہ وفساد اور اختلاف انشقاق کا انتظار کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "انا أمنة لاصحابی" کا بعض لوگوں نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدعات سے امن کا سبب ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ امت کے باہمی اختلاف اور فتنوں سے امن کا سبب ہیں۔

الامر الناهی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں مبارک ناموں کو ابن العربی اور علماء کرام کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (۱۸۷)

"انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا"

امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا (درج ذیل شعر ہمیں ہمارے شیخ امام شمنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھ کر سنایا اور وہ فرماتے ہیں یہی شعر امام ابوالفضل الفخری کے سامنے پڑھا گیا اور میں سن رہا تھا اور امام ابوالفضل فخری اور امام شمنی دونوں نے فرمایا کہ ہمیں ع" بن علی کنانی نے بتایا اور کنانی نے فرمایا کہ ہمیں عبدالعزیز بن محمد بن جماعۃ نے بتایا کہ امام شرف الدین بوصیری نے اجازت کے طور پر ہمیں سنایا۔

نبینا الآمر النا ھی فلا احد ابر فی قول لامنه ولا نعم

ہمارے نبی امر معروف، نہی منکر کرنے والے ہیں کوئی

ان سے سچا نہیں، نہیں اور ہاں بولنے میں

[(حوالہ ۱۸۷) سورۃ الاعراف ۱۵۷]

علامہ عزفی فرماتے ہیں آمر وناہی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں اس سے ان اوصاف کی آپ کی طرف اضافت کی جاتی ہے کیونکہ آمر وناہی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور ہمیں دلیل سے معلوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں اور آپ اس ذات سے احکام نقل کرتے ہیں جو حقیقی آمر وناہی ہے (انتھی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آمر ہونے کے کئی معانی ہیں اور صحیح ترین مذہب کے مطابق امر سے ایجاد شئی کی اور نہی سے ترک شئی کی طلب مقصود ہوتی ہے۔

شیخ شیرازی اور علماء اصول کی ایک جماعت کے نزدیک صحیح ترین روایت کے مطابق امر اور نہی دونوں میں علو (بلندئی مرتبہ) کا اعتبار ہے۔ یعنی طالب کا مرتبہ مطلوب منہ (جس سے طلب کی جا رہی) سے بلند ہونا چاہیئے۔ امام رازی، آمدی اور ابن حاجب کے نزدیک اصح روایت کے مطابق استعلاء یہ ہے کہ طلب عظمت کے ساتھ ہو۔

جب تم نے مذکورہ باتوں کو معلوم کر لیا ہے تو یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو امر وناہی کے اوصاف سے موصوف فرمانا تمام مخلوق پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے علو اور آپ کے منصب کے استعلاء اور آپ کی قدر وعزت کی بلندی پر دلیل ہے اور اسی سے آپ کے احکام کی تعمیل اور آپ کے امر ونہی میں آپ کی اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت کے اظہار کے طور پر فرماتا ہے۔

مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۱۸۸)

جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

[(حوالہ ۱۸۸) الحشر ۷]

الامن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم اقدس کو حضرت ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے روز کی ہولناکیوں سے مامون فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَوْمَ لَا يُخْزِی اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (۱۸۹)

(جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو)

اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے جب کہ دیگر تمام انبیاء کرام نفسی نفسی پکاریں گے اگر آپ اس روز مامون نہ ہوتے تو تمام انبیاء کرام کی طرح اپنی ذات میں مشغول ہوتے۔ (انتھی)

(مصنف فرماتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت کے روز مامون ہونے پر حدیث بھی وارد ہے جسے امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اوسط میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا جبریل صف لی النار ...... الحدیث (۱۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا اے جبریل: میرے سامنے جہنم کے احوال بیان کیجئے۔

اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

فنظر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی جبریل وھو یبکی فقال تبکی یا جبریل وانت من اللّٰہ بالمکان الذی انت بہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ وہ اشکبار ہیں

[(حوالہ۱۸۹) التحریم ۸]

[(حوالہ۱۹۰) حلیۃ الاولیاء ۶/۳۱۹]

تو آپ نے فرمایا اے جبریل! آپ بھی رو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں وہ بلند مقام ملا ہے جس مقام پر فائز ہو یہ سن کر جبریل امین عرض کرنے لگے۔

وما لا ابکی لعلی أن أکون فی علم اللہ علی غیر الحالۃ الر انا علیھا فبکی رسول اللہ وبکی جبریل فماذ الایبکیان حتی نودی ان یاجبریل و یا محمد ان اللہ قد امنکھما أن تعصیاہ

میں کیوں نہ روؤں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں میری وہ حالت نہ ہو جس حالت پر اب میں ہوں (یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے اور جبریل آمین بھی، دونوں مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے اے جبریل اور اے محمد اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کو ارتکاب معصیت سے مامون و معصوم فرما لیا ہے۔ (اس لئے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں)

الأمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو شیخ ابن فارس رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے بعد کے علماء نے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (۱۹۱)

(یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، امانت دار ہے)

ایک قول کے مطابق اس آیت کریمہ میں رسول، کرم، ذی قوۃ، مکین امین سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قاضی عیاض نے اس قول کو اکثر مفسرین کی طرف منسوب فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانۂ جاہلیت اور آپ کے بچپن میں بھی آپ کے وقار اور

[(حوالہ ۱۹۱) سورۃ التکویر۔ ۲۱]

آپ کی صداقت زبان اور آپ کی راست بازی اور زمانہ جاہلیت کی آلودگیوں سے اجتناب کی وجہ سے امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

کعب بن مالک آپ کے بارے میں کہتے ہیں۔

امین، محب فی العباد مسوم بخاتم رب قاھر للخواتم

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندوں میں امانتدار اور محبّ اور انجاموں کو مغلوب کرنے والے رب کی طرف سے ختم نبوت کی علامت والے ہیں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ اوسط میں روایت فرماتے ہیں۔

حدثنا ابومسلمة، حدثنا ابوعمر الضرير، حدثنا حماد بن سلمة، عن داود بن ابی هند عن سماك بن حرب عن خالد بن عروة عن علی بن ابی طالب فی بناء البیت قال: لما ارادت قریش ان یضعوا الحجر تشا حنوا فی وضعه فقالوا اوّل من یخرج من هذا الباب فهو یضعه فخرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فلما رأوه قالوا: قد جاء الامین

تعمیر کعبہ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا قریش نے جب حجر اسود نصب کرنا چاہا تو اس کے نصب کرنے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے جو شخص اس دروازے سے ظاہر ہو گا وہ نصب کرے گا۔ پس سب سے پہلے اس دروازے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سب لوگوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا قد جاء الامین (امین ہستی تشریف لائی ہے)

اسی حدیث کو اسحاق بن راہویہ اور حارث بن ابی اسامۃ نے بھی اپنی اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالصمد، حدثنا ثابت یعنی ابا زید، حدثنا هلال یعنی ابن خباب عن مجاهد عن مولاه انه حدثه انه کان فیمن یبنی

الكعبة فی الجاهلیه

مجاہد اپنے مولا سے روایت کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے مولا نے بتایا کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھا جن لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ معظمہ کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔

وہ کہتے ہیں۔

فبنينا حتى بلغنا موضع الحجر فقال بطن من قريش نحن نضعه وقال آخرون نحن نضعه فقالوا اجعلوا حكما قالوا اوّل رجل يطلع من الفج، فجاء النبي صلى الله عليه وسلم، فقالوا أتاكم الأمين فقالواله فوضعوه في ثوب ثم دعا بطونهم فاخذوا في نواحيه معه فوضعه هو صلى الله عليه وسلم

ہم تعمیر کرتے ہوئے حجر اسود کے نصب کی جگہ تک پہنچے تو قریش ایک قبیلے نے کہا اس کو ہم نصب کریں گے اور دوسروں نے کہا ہم نصب کریں گے۔ پھر انہوں نے کہا اپنے درمیان ایک فیصلہ کرنے والے کو مقرر کر لو تو انہوں نے اتفاق کرتے ہوئے کہا اس راستے سے سب سے پہلے آنے والے شخص کو ہم حکم (فیصلہ کرنے والا) بناتے ہیں۔ پس اچانک اسی راستے سے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے تو سب نے بیک زبان کہا امین تشریف لائے۔ انہوں نے آپ سے ماجرا عرض کیا۔ پھر انہوں نے حجر اسود کو ایک کپڑے میں رکھا اس کے بعد آپ نے تمام قبائل کو بلایا اور انہوں نے آپ کے ساتھ اس کپڑے کے اطراف کو پکڑا (اور نصب کی جگہ تک اٹھایا) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے حجر اسود کو اسی جگہ نصب فرما دیا۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ سونا درخت مسلم کے پتوں سے دباغت دیتے ہوئے چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر ارسال کیا جو انہیں سرزمین یمن سے ملا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا چار افراد حضرت زید الخیر، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، علقمہ بن علاثہ اور عامر بن طفیل

کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ اس کی وجہ سے بعض صحابہ کو رنج ہوا (کہ انہیں عطا نہیں فرمایا گیا) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الاتا منونی وانا أمین من فی السماء یاتینی خبر من فی السماء صباح ومساء (۱۹۲)

کیا تم مجھے امین تسلیم نہیں کرتے ہو حالانکہ میں اس کا امین ہوں جو آسمانوں کا مالک ہے اور میری طرف آسمان کے مالک کی طرف سے صبح وشام وحی آتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ ابن دحیہ نے فرمایا کہ بعض مغاربہ کی کتاب ''انس الوحش'' میں ہے کہ برۃ بنت عامر ثقفیہ نے اپنے بھائیوں سے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا سنا ہے تو اس کے بھائی جہم نے کہا۔

ہم نے عرب سے ان کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں ظاہر وباطن کے اعتبار امین وصادق ہی معروف ہیں۔ ان کے ہاں آزاد خواتین کی امانتیں اور لونڈیوں کے ڈھیروں مال اور دیہاتیوں کی امانتیں اور شہریوں کے اموال مرہونہ رکھے جاتے ہیں۔ ان کے پاس دوست دشمن سب اپنی امانتیں رکھتے ہیں دوست اور دشمن امانتیں رکھنے میں برابر ہیں۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی جن کا نام لقیط تھا نے اپنی زوجہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں کے بارے میں درج ذیل شعر کہا اور یہ واقعہ ان کے اسلام قبول کرنے سے قبل کا ہے اور وہ اس وقت تجارت کی غرض سے شام گئے ہوئے تھے۔

ذکرت زینب لما یممت اضما ۔۔۔ فقلت سقیالشخص یسکن الحرما

بنت الأمین جزاك اللّٰه صالحة ۔۔۔ وکل بعل سیثنی بالذی علما

میں نے زینب کو یاد کیا جب میں قصد کر رہا تھا۔ تو میں نے کہا اللہ اس شخص کو

[(حوالہ ۱۹۲) فتح الباری ۸/ ۶۷، البخاری ۵/ ۲۰۷۔ مسلم الزکاۃ حدیث ۱۴۴ مسند امام احمد ۳/ ۴]

سیراب کرے جو حرم میں سکونت پذیر ہے۔

اے امین کی صاجزادی اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی جزا دے ہر شوہر اپنی بیوی کے بارے میں اسی وصف کے ساتھ تعریف کرتا ہے جس کو وہ جانتا ہے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا (اس وقت آپ کے پاس مہمان نوازی کے لئے کوئی چیز نہ تھی) آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس کو کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے فرماتے ہیں کہ ہمیں ضرورت کی اشیاء فروخت کر دو یا ماہِ رجب تک قرض دیدو میں نے یہودی سے جا کر آپ کا پیغام دیا تو اس نے کہا قسم بخدا میں بغیر رہن کے نہ فروخت کروں گا اور نہ قرض دوں گا۔ میں نے واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچا دی تو آپ نے فرمایا۔

اما واللّٰه لوباعني او اسلفني لقضيته اني لأمين في السماء أمين في الارض فنزلت هذه الآية تعزية له صلى الله عليه وسلم (۱۹۳)

اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر فروخت کر دیتا یا مجھے قرض دے دیتا تو میں اس کی ضرور ادائیگی کر دیتا۔ میں یقیناً آسمان میں امین ہوں، زمین میں امین ہوں۔

اس کے بعد یہ آیت کریمہ آپ کی تسلی کے لئے نازل ہوئی۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (۱۹۴)

اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دینوی زندگی کی اس شان وشوکت کو جو ہم نے ان میں سے قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔

امین، فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس جگہ یہ بمعنی مفعول یعنی بمعنی مامون ہے اور امین کبھی فاعل کے معنے میں بھی آتا ہے۔

[(حوالہ ۱۹۳) الدر المنثور ۴/۳۱۲۔ امام جلال الدین سیوطی اور امام بزار وابویعلی وابن جریر نے ابن ابی شیبہ کا حوالہ دیا ہے۔]

[(حوالہ ۱۹۴) سورہ طٰہٰ ۱۳۱]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (۱۹۵)

''اور اس امن والے شہر کی قسم''

یہاں پر امین بمعنی آمین (امن والے) ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ اسم (امین) اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے کیونکہ مجاہد فرماتے ہیں دعا میں مذکور اسم امین اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور وہ ہمزہ کی مد کے ساتھ آمین بھی اور قصر کے ساتھ آمین بھی ہے۔ (یعنی دعا میں اس لفظ کو آمین اور امین دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے)

الامّی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ (۱۹۶)

ترجمہ: وہ جو غلامی کریں گے رسول بنی امی کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (۱۹۶)

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر۔

اور اُمی سے مراد وہ ہے جو نہ پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے

یہ اُم (ماں) کی طرف منسوب ہے۔ گویا وہ اس حالت پر ہے جس حالت پر اسے ماں نے جنا تھا۔

[(حوالہ ۱۹۵) التین۔۳]

[(حوالہ ۱۹۶) الاعراف:۱۵۷]

[(حوالہ ۱۹۶) الاعراف:۱۵۷]

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ''النبی الامی'' کی تفسیر میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے۔

امام طبرانی نے اوسط میں حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز متوجہ ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ ان کو دیکھ رہے تھے صحابہ آپس میں کہنے لگے۔ قسم بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو امی ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضور صحابہ کے قریب آ گئے آپ نے اپنے داہنے ہاتھ والی کتاب کھولی پھر فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ کتاب رحمٰن رحیم کی طرف سے محمد کی طرف ہے۔ جس میں جنت والوں کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں اور اس کے آخر میں میزان مکمل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے پھر آپ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کھولی جو جہنم والوں کے لئے تھی۔ پس آپ نے اسی طرح فرمایا جس طرح پہلے فرمایا تھا۔ (۱۹۷)

اور بعض لوگوں نے کہا کہ امی ام القریٰ کی طرف منسوب ہے اور ام القریٰ مکہ مکرمہ کا نام ہے۔ ابن عطیہ فرماتے ہیں اس تفسیر کے مطابق امی کا لفظ آپ کے ساتھ مختص ہوگا اور عدم کتابت کے معنی کو متضمن نہ ہوگا۔

المغرب میں ہے کہ امی امۃ العرب کی طرف منسوب ہے۔ قوم عرب نہ پڑھ سکتی تھی نہ لکھ سکتی تھی۔ پھر بطور استعارہ ہر اس شخص کو امی کہا جانے لگا جو لکھنے پڑھنے کی معرفت نہیں رکھتا اور علامہ نسفی کہتے ہیں۔ امی اُمۃ کی طرف منسوب ہے اور اُمۃ کا معنی بلندی ہے اور امی کا معنی سردار ہوگا۔

امی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معجزہ ہے۔ اگرچہ آپ کے علاوہ میں یہ عیب و نقص ہے۔

قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں۔

معجزات نبوی میں اہم اور عظیم ترین معجزہ قرآن حکیم ہے جو کہ معارف وعلوم کو

[(حوالہ ۱۹۷) طبرانی کبیر: ۸/۹-۱۷۹-مجمع الزوائد: ۷/۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۱۲]

شامل وحاوی ہے اور اس میں وہ فضائل وشمائل ہیں جن کے ذریعے اللہ رب العالمین نے حضور کی تعریف وتوصیف فرمائی اور یہ تعجب کی بات ہے جس شخص نے نہ تعلیم حاصل کی ہو اس کو نہ لکھنا آتا ہو نہ پڑھنا نہ کسی مدرسہ میں کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے ہوں (وہ معلم انسانیت بن کر بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت دکھائے گرتے ہوئے اخلاق کو سہارا دے اور بے علموں کو علم کی دولت سے نوازے) اس سے ایسے کارناموں کا اظہار تعجب کا قیام ہے۔ اس طرح آپ کے امی ہونے میں کوئی توہین نہیں بلکہ اس کو تو معجزات میں شمار کیا جائے گا۔

حصول علم کا مقصد تو معرفت وپہچان ہے اور پڑھنا لکھنا معرفت کے لئے وسیلہ وذریعہ حوصلہ ہیں اور فی نفسہ مقصود بالذات نہیں لہٰذا اگر وسیلہ اور ذریعہ کے بغیر نتیجہ اور ثمرہ حاصل ہو جائے تو مطلوب ومقصود کے حصول کے لئے ذریعہ ووسیلہ کی کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے امی ہونا نقص وعیب میں شمار ہوگا کیونکہ یہ جہالت کا سبب اور غباوت وکند ذہنی کی علامت ہے۔ (۱۹۸)

(مصنف فرماتے ہیں)

میں کہتا ہوں کہ اسی لئے ہمارے اصحاب نے صفت اجتہاد سے متصف امی شخص کو منصب قضاء تفویض کرنے کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ کتابت تو تحصیل علوم کا وسیلہ ہے اور جب علوم بغیر اس کے حاصل ہو جائیں تو انسان اس کا محتاج نہیں رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے کی حکمتیں

علامہ عزفی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے کی حکمت میں کئی وجوہ بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّ تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (۱۹۹)

[(حوالہ ۱۹۸) الشفاء: ۱/۵۰۰] [(حوالہ ۱۹۹) العنکبوت: ۴۸]

اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے شک وشبہ میں پڑتے۔

یعنی اگر ایسا ہوتا تو لوگ آپ کے بارے میں شک کرتے اور کہتے وہ تو پہلے ہی سے لکھتے اور جانتے تھے پس معجزہ کا ظہور نہ ہوتا جو لکھ پڑھ نہ سکنے کے باوجود غیبی امور اور سابقہ امتوں کے واقعات بیان کرے تو عجیب وغریب بات ہوتی ہے۔

۲- اور آپ کے امی ہونے کی ایک یہ حکمت بھی ہے اگر آپ لکھ سکتے تو لوگ آپ کی کتابت سے اخذ کرتے اور آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتے۔

۳- آپ کے امی ہونے میں یہ حکمت بھی مضمر ہے کہ اگر آپ لکھ سکتے تو آپ کی تحریر مبارک بسا اوقات ایسے لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جاتی جو اس کی معرفت نہ رکھتے اور اس کی تعظیم وقدر اس طرح نہ کرتے جس طرح کرنے کا حق ہے۔

۴- اور یہ حکمت بھی ہے تحریر اس شخص کے لئے وسیلہ وآلہ ہے جو حفظ نہ کر سکتا ہو جس طرح کہ لاٹھی چلنے کا آلہ ہے نہ دیکھ سکنے والے کے لئے (اللہ تعالیٰ نے حضور کو عظیم قوت حافظہ عطا فرمائی تھی اس لئے آپ آلہ حفظ کے محتاج نہ تھے)

۵- اور ایک حکمت یہ بھی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے۔

لا ارید الخط لان ظل القلم یقع علی اسم اللّٰہ تعالیٰ

میں تحریر کو نہیں چاہتا کیونکہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک پر پڑتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس ادب واحترام کی جزاء یہ دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کو زمین سے اٹھا دیا تا کہ اس پر کسی کا قدم نہ پڑے پس اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اس حدیث کو حکیم ترمذی نے زکوان کی مروی حدیث سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی متروک ہے۔

۶- اور ایک وجہ حکمت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے نہیں لکھا تا کہ آپ کا قلم اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے اوپر نہ پڑے۔

پس اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزاء عطا فرماتے ہوئے فرمایا

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (۲۰۰)

اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے۔

اس قسم کی بہت ساری وجوہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

فائدہ

ہمارے بعض اصحاب کا مذہب ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم لکھ سکتے تھے لیکن آپ لکھتے نہیں تھے۔ صحیح بات یہی ہے کہ آپ اصلاً لکھ نہ سکتے تھے۔ اس کو روضہ میں خصائص کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز عطا فرمائی گئی تھی حتیٰ کہ آثار وارد ہیں کہ آپ کو حروف کی تحریر اور ان کے لکھنے کی معرفت حاصل تھی۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے۔

لا تمدد بسم الله الرحمٰن الرحيم

کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو مد نہ دو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سامنے لکھ رہے تھے آپ نے انہیں فرمایا۔

الق الدواة وحرف القلم واقم الباء وفرط الشين ولا تعود الميم وحسن الله ومد الرحمن وجود الرحيم

دوات رکھ اور ٹیڑھا خط لگا اور با کو سیدھا رکھ شین کو چھوڑ دے میم کو دوبارہ نہ لکھ، لفظ اللہ کو خوبصورت بنا کر لکھ الرحمٰن کو مد دے اور الرحیم کو بہتر بنا۔

(امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)

اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کے بارے میں وارد روایات صحیح نہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ بعید نہیں کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کا علم عطا

[(حوالہ ۲۰۰) الحجرات]

فرمایا ہو اور اس کے بعد لکھنے پڑھنے سے منع فرما دیا ہو۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں۔

بعض علماء سے غلطی ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ لکھا تھا اور اس پر بخاری کی مروی اس حدیث کو دلیل لاتے ہیں کہ

انه کتب وهو لا یحسن الکتابة

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا حالانکہ آپ اچھا لکھ نہ سکتے تھے)

اس واقعہ کا تعلق صلح حدیبیہ سے ہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو یہ وہم لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اس خاص گھڑی میں لکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ حقیقت یوں نہیں کیونکہ کتب کا معنیٰ ہے حضرت علی سے آپ نے قلم لے کر کاتب کو لکھنے کا حکم دیا۔

(امام جلال الدین سیوطی کہتے ہیں)

اس حدیث سے بھی زیادہ حرج میں ڈالنے والی ایک اور حدیث ہے جس کو شیخ ابن حیان نے روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن یحی، حدثنا ابوبکر بن ابی النضر، حدثنا ابوالنضر وهو هاشم بن القاسم، حدثنا ابوعقیل الثقفی حدثنا مجالد، حدثنی عون بن عبدالله بن عتبة عن ابیه قال ما مات النبی صلی الله علیه وسلم حتی قرء وکتب[۲۰۱]

عون بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا حتیٰ کہ آپ نے پڑھنا اور لکھنا سیکھ لیا تھا۔

مجالد کہتے ہیں میں نے یہ حدیث شعبی سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا عبداللہ بن عتبہ نے سچ فرمایا ہے میں نے اپنے اصحاب کو یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے۔

[(حوالہ ۲۰۱) یہ حدیث مجھے نہ ملی]

اس حدیث کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اس کی سند میں ابوعقیل اور مجالد ضعیف ہیں۔

فائدہ

قاضی عیاض نے شفا میں فرمایا کہ جو شخص حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو امی یا اس کی مثل یتیم وغیرہ ایسے الفاظ سے موصوف کرے جس سے مقصود ایذا ہوتی ہے ان سے اگر آپ کی تعظیم اور آپ کی نبوت پر دلالت کی غرض کا قصد کرے تو کوئی حرج نہیں اور جو شخص ان الفاظ کو غیر تعظیم وغیرہ کے ارادہ سے کہے اور ان الفاظ سے اس کا سوء مقصد بھی معلوم ہو جائے تو وہ سب کرنے والے کے ساتھ شامل ہوگا۔ پس اس کو قتل کر دیا جائے گا یا اس کے حسب حال تعزیری سزا دی جائے گی۔

اَلْاَمِّیُّ

الامی کے لفظ کو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

ابن عطیہ فرماتے ہیں یہ اسم ''ام'' بمعنی قصد کی طرف منسوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امی اس لئے ہیں کہ آپ لوگوں کے مقصد ہیں۔ لوگ اپنے افعال و طریقوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرتے ہیں اس لحاظ سے یہ ایک مستقل نام ہوگا۔

ابن جنی فرماتے ہیں کہ

یہ بھی ایک احتمال ہے کہ یہ سابقہ نسبتوں کی تغیر کے بغیر امی بمعنی امی ہو اس لحاظ سے یہ ایک مستقل اسم نہ ہوگا بلکہ ایک دوسری لغت ہوگی۔

انفس العرب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام مبارک کو میں نے اس آیت کریمہ سے اخذ کیا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (۲۰۲)

[(حوالہ ۲۰۲) التوبہ: ۱۲۸]

(انفسکم کی فا پر ایک قراءت کے مطابق فتحہ ہے)

حضرت امام حاکم نے المستدرک میں عبداللہ بن طاؤس کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرء لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِکُمْ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ میں انفسکم فتحہ فا کے ساتھ پڑھا۔

جس کا معنی ہے تم میں سب سے زیادہ قدر والوں میں سے رسول آئے۔ (۲۰۳)

ابن مردویہ نے روایت فرمایا ہے۔

حدثنا علی بن الحسن البلخی، حدثنا عبداللہ بن عجلان بن الحارث المقبری، حدثنی ابی حدثنا ابوعامر عن بھز بن حکیم عن الحسن عن انس قال قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِکُمْ

حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ میں انفسکم (فا کے فتحہ کے ساتھ) پڑھا۔

تو حضرت علی نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ تعنی انفسکم

یارسول اللہ آپ انفسکم (بفتحہ فا) مراد لیتے ہیں۔

تو آپ نے فرمایا۔

انی انفسکم نسبا ومھرا وحسبا لیس فی ولا فی اباءی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح (۲۰۴)

[(حوالہ ۲۰۳) المستدرک: ۲/ ۳۳۸]

میں نسب صہر اور حسب کی رو سے تم لوگوں میں سب سے زیادہ نفیس ہوں۔
حضرت آدم سے میرے آباؤ اجداد میں کوئی سفاح نہیں ہم سب نے نکاح کیا ہے۔
ابن عطیہ فرماتے ہیں۔
اس آیت کریمہ کے مخاطب کون لوگ ہیں؟ اس میں کئی اقوال ہیں۔
جمہور کہتے ہیں اس کے مخاطب عرب ہیں جب رسول اعظم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم عرب سے افضل ہوئے تو تمام مخلوق سے بھی افضل ہوئے کیونکہ عرب باقی سب لوگوں سے افضل ہیں لیکن عرب کے افضل ہونے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان میں ہوتا ہے۔
جیسا کہ فرمایا گیا۔

کم اب قد علا بابن ذوی شرف کما علت برسول اللہ عدنان

کتنے باپ اپنے شرف والے بیٹے کے سبب بلندی پا گئے۔
جس طرح کہ عدنان (عرب) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بلندی حاصل کی۔
بعض علماء نے فرمایا کہ اس آیت میں خطاب صرف اہل مکہ سے ہے۔
(امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)
اس قول کی تردید کی گئی ہے کیونکہ آیت کریمہ کے مدنی ہونے پر اجماع ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ نزول کے اعتبار سے سب سے آخری آیت ہے۔
بعض حضرات نے فرمایا کہ اس آیت کے مخاطب مومنین ہیں اور بعض نے فرمایا تمام انسانیت اس کی مخاطب ہے۔
اس اسم پاک کے مناسب احادیث المصطفیٰ اور المختار کے تحت آئیں گی۔

الاوّاہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث سے اخذ کیا ہے۔

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدعو ربی اجعل لی شکارالك ذکارالك زھابالك مطواعالك مخبتًا الیك اواھًا منیبا رب تقبل توبتی واغسل حوبتی واجب دعوتی، وثبت حجتی، وسدد لسانی، واھد قلبی واسطل سخیمۃ قلبی (۲۰۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے۔

"اے میرے پروردگار تو مجھے اپنا شکر کرنے والا، اپنا ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا، اپنی اطاعت کرنے والا، اپنے لئے عاجزی کرنے والا، اپنے لئے خشوع وتضرع کرنے والا، اپنی طرف رجوع کرنے والا، اے میرے رب میری توبہ قبول فرما۔ اور میری دعا قبول فرما، میری صحت کو ثابت رکھ، میری زبان کو درست ومحفوظ رکھ، میرے دل کی رہبری فرما اور میرے دل میں نرمی ڈال۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد

اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ لَاَوَّاہٌ (۲۰۶)

کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔

۱- ابن ابی حاتم نے شہر بن حوشب کے واسطہ سے عبداللہ بن شداد سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

ما الاواہ؟

اواہ کیا ہے؟

[(حوالہ ۲۰۵) موردالظمان للہیثمی حدیث: ۲۴۱۴ اتحاف السادۃ المتقین ۹/۴۹]

[(حوالہ ۲۰۶) التوبہ: ۱۱۴]

آپ نے فرمایا

الخاشع المتضرع الدعا (۲۰۷)

اللہ سے دعا کرنے میں خشوع وتضرع اختیار کرنے والا اواہ ہے۔

''یہ حدیث مرسل ہے۔ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبار تابعین میں سے ہیں''

حضرت علی ابن طلحہ نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

الاواہ المومن التواب

اواہ توبہ کرنے والا مومن ہے۔

عزفی نے ابن عباس سے لفظ مومن کی جگہ ''بلسان الحبشة'' کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یعنی آپ نے فرمایا حبشیوں کی زبان میں توبہ کرنے والے کو اواہ کہا جاتا ہے اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

الاواہ الموقن (اواہ سے مراد یقین کرنے والا ہے)

اور اسی کو عکرمہ نے بھی ابن عباس سے روایت کیا ہے اور بلسان الحبشۃ کا اضافہ فرمایا ہے یعنی اواہ حبشہ کی زبان میں یقین کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ اس روایت کو ابوشیخ ابن حیان نے اپنی تفسیر میں عکرمہ کی سند سے نقل کیا ہے۔ مجاہد اور عکرمہ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے فرمایا۔

الاواہ الموقن بلسان الحبشة

اور مجاہد سے مروی ہے

الاواہ الفقیہ الموقن

اواہ سے مراد فقیہ موقن ہے۔

اور ان ہی سے مروی ہے۔

الاواہ المنیب (اواہ سے مراد توبہ کرنے والا)

[(حوالہ ۲۰۷) تہذیب تاریخ ابن عساکر: ۲/۱۵۶]

اور ان ہی سے مروی ہے۔

الاواہ الحفیظ الرجل یذنب سرا ویتوب سرا

اواہ سے مراد حفیظ ہے جو شخص پوشیدگی میں گناہ کرے اور پوشیدگی میں توبہ کرے۔

شعبی سے مروی ہے۔

الاواہ المسبح

اواہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی تسبیح و پاکیزگی بیان کرنے والا ابوایوب سے مروی ہے۔

الاواہ الذی اذا ذکر خطایاہ استغفر منھا

اواہ وہ شخص ہے جب اپنے گناہ یاد کرے تو بخشش طلب کرے الفریابی نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اواہ کا معنی حلیم ہے اور انہی سے مروی ہے کہ اواہ کا معنی رحیم ہے۔

ابوشیخ بن حیان نے عمرو بن شرجیل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

اواہ حبشہ کی زبان میں رحیم کو کہا جاتا ہے۔

اسی کی طرح حسن وغیرہ سے مروی ہے۔

ذر نے عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اواہ سے مراد دعا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ

الاواہ الحلیم المومن المطیع

یعنی اواہ سے مراد حلیم اطاعت کرنے والا مومن ہے۔

زید بن اسلم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

الاواہ الدعاء المتکین الی اللہ کھیئۃ المریض المتأقرۃ من مرضہ

اواہ سے مراد بیماری کی وجہ سے نڈھال مریض کی طرح اپنے آپ کو اللہ کے سامنے عاجز وذلیل بنانے والے کی دعا ہے۔

حضرت ابی ابن کعب فرماتے ہیں۔

الاواہ الذی اذا ذکر النار قال اوہ

اواہ وہ شخص ہے جو جب جہنم کو یاد کرتا ہے تو اف کہہ دیتا ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

كان رجل يطوف بالبيت وهو يقول اواه اواه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه لاواه

ایک شخص بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اوہ اوہ کہہ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اواہ ہے۔

عقبہ بن عامر سے مروی ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لرجل يقال له ذوالبجادين انه لاواه (۲۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جن کا نام ذوالبجادین تھا کے متعلق فرمایا وہ اواہ ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کو قرآن کی تلاوت اور دعا کے ذریعے یاد کیا کرتا تھا۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کر رہا تھا۔ دوسرے شخص نے کہا کاش یہ اپنی آواز کو پست کر لیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دعه فانه اواه (۲۰۹)

اس کو اپنے حال پر رہنے دیجئے یہ اواہ ہے۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ

ان النبى صلى الله عليه وسلم ادخل ميتا القبره ليلا بسراج وقال رحمك الله ان كنت لاواها تلاء للقرآن (۲۱۰)

[(حوالہ ۲۰۸) مصنف عبدالرزاق حدیث ۶۵۵۹ وتفسیر طبری ۱۱/۴۷۵]

[(حوالہ ۲۰۹) مصنف عبدالرزاق ۶۵۵۹ تفسیر طبری: ۱۱/۴۷۵]

[(حوالہ ۲۱۰) الترمذی حدیث: ۱۰۵۷۔ مشکوۃ حدیث ۱۷۰۶]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات کسی میت کو چراغ کی روشنی میں قبر کے اندر اتارا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے بے شک تو اواہ اور کثرت سے تلاوت کرنے والا تھا۔

(امام سیوطی فرماتے ہیں)

یہ جو کچھ مجھے اواہ کے معنی میں منقول ملا ہے جب تم نے یہ معلوم کرلیا تو پھر سمجھ لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام معانی کے لحاظ سے اواہ ہیں۔ آپ دعا میں خشوع وخضوع اور تضرع وزاری کرنے والے بھی ہیں۔ آپ مومن، تواب، موقن بھی ہیں۔ آپ بغیر کسی گناہ کے منیب وحفیظ بھی ہیں اور معصوم ہونے کے باوجود تسبیح واستغفار کرنے والے بھی ہیں اور آپ علیم، رحیم، مطیع، متکین، الی اللہ اور الخائف الوجل اور الذاکر اور التلاء للقرآن بھی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

الاوّل الاٰخر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں ناموں کو علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے اور یہ دونوں نام اس حدیث میں وارد ہیں جسے حضرت قتادہ نے حسن سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرۃ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ (۲۱۱)

(اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے)

تو آپ نے فرمایا

کنت اولھم فی الخلق وآخرھم فی البعث (۲۱۲)

میں خلق میں سب انبیاء سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخری ہوں۔

[(حوالہ ۲۱۱) الاحزاب:۷]

[(حوالہ ۲۱۲) تفسیر بغوی:۵/۲۳۲- تذکرۃ الموضوعات للفتنی:۸۶]

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں۔

(شب معراج) جبریل امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری کے لئے جب براق پیش کیا تو حضور فرماتے ہیں یوں محسوس ہوتا تھا گویا براق اپنے کانوں کو حرکت دے رہا ہے۔ جبریل امین نے اس سے فرمایا اے براق ٹھہر جا قسم بخدا تیرے پر آج تک ان کی مثل کوئی سوار نہیں ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیر کا آغاز فرمایا۔ اچانک آپ کا گزر راستے کے کنارے بیٹھی ہوئی ایک بڑھیا پر ہوا۔ حضور نے فرمایا اے جبریل یہ کون ہے؟ جبریل نے عرض کیا یا محمد آپ چلئے پھر آپ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا چلے آپ کا اچانک راستے سے ایک طرف کو ہٹی ہوئی ایک چیز سے گزر ہوا جو آپ کو اپنی طرف بلا رہی تھی کہ اے محمد ادھر کو آؤ۔ جبریل نے عرض کی یا محمد آپ چلئے پھر آپ جتنا اللہ نے چاہا چلے پھر آپ کی ملاقات ایک مخلوق سے ہوئی اور وہ ساری مخلوق ان الفاظ کے ساتھ آپ پر سلام بھیج رہی تھی۔

السلام علیك یا محمد السلام علیك یا اخی السلام علیك یا حاشر

جبریل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان کو سلام کا جواب دیں...... الحدیث

آپ کے اول اور آخر کے ساتھ موسوم ہونے کے بارے میں بہت ساری احادیث میں وارد ہے جن سے آپ کے حق میں اول و آخر کا معنی اخذ کیا جا سکتا ہے۔

واقعہ معراج میں حضرت ابو ہریرۃ کی مروی حدیث میں ہے۔

وجعلتك اول النبیین خلقا وآخرھم بعثا (۲۱۳)

(اللہ نے فرمایا)

میں نے آپ کو تخلیق کے لحاظ سے سب انبیاء سے پہلے اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر میں رکھا۔

اس حدیث کو امام بزار نے نقل کیا ہے۔

[(حوالہ ۲۱۳) مجمع الزوائد: ۱/۷۱]

ابن ابی حاتم راویت کرتے ہیں۔

حدثنا ابی حدثنا صفوان بن صالح الدمشقی، حدثنا مروان بن محمد، حدثنا سعید بن بشیر ماورد فیه الاوّل قوله تعالیٰ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (۲۱۴)

سعید ابن بشیر سے مروی ہے کہ حضور کا اسم گرامی الاول اس آیت کریمہ میں وارد ہے۔

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ

یعنی اس امت میں سب سے پہلا مسلمان میں ہوں۔

اور ایک حدیث میں ہے۔

وانا اول الناس خروجا اذا بعثوا (۲۱۵)

میں سب لوگوں سے پہلے اپنی مرقد انور سے نکلنے والا ہوں۔ جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔

اور ایک حدیث میں ہے۔

انا اول شفیع (۲۱۶)

میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں۔

امام طبرانی روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمود بن محمد المروزی، حدثنا احمد بن حفص البلخی، حدثنا اصرم بن حوشب عن قرة بن خالد عن الضحاك عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

[(حوالہ ۲۱۴) الانعام: ۱۶۳]

[(حوالہ ۲۱۵) مجمع الزوائد: ۸/۲۰۵ - شفاء: ۱/۱۸۹ تفسیر ابن کثیر: ۷/۱۲]

[(حوالہ ۲۱۶) مسلم الایمان حدیث: ۳۳۲ - مسند احمد: ۳/۱۴۰ - البیہقی: ۹/۴]

انا الاول ابوبکر الثانی وعمر الثالث والناس بعدنا علی السبق الاوّل فالاوّل (۲۱۷)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اول ہوں اور ابوبکر ثانی اور عمر ثالث ہیں اور باقی سب لوگ ہمارے بعد میں سابقہ اولیت کے مطابق اول اول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا اول من تغشق عنه الارض ولا فخر (۲۱۸)

سب سے پہلے میرے سے زمین شق ہو گی۔ اس میں کوئی فخر نہیں (بلکہ اظہار حقیقت ہے)

امام مسلم نے حدیث انس میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

اول من یقرع باب الجنة (۲۱۹)

سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا۔

اور حضرت ابو ہریرۃ سے مروی ہے۔

انا سید ولد آدم یوم القیامة واول من ینشق عنه القبر واول شافع واول مشفع (۲۲۰)

قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے مجھ سے قبر انور شق ہو گی اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میری سب سے پہلے قبول فرمائی جائے گی۔

ابو سھل القطان نے اپنی امالی کی ایک جزء میں سھل بن صالح ہمدانی سے نقل کیا

[(حوالہ ۲۱۷) تاریخ بغداد: ۳۱/۷- تنزیہ الشریعۃ: ۳۴۹/۱- الفوائد ص ۳۳۹]

[(حوالہ ۲۱۸) الترمذی حدیث ۳۱۴۸- المستدرک ۴۶۵/۲- فتح الباری ۴۳۶/۱۱]

[(حوالہ ۲۱۹) فتح الباری ۴۳۶/۱۱- مسلم الایمان حدیث ۳۳۱]

[(حوالہ ۲۲۰) مسلم الفضائل حدیث ۳ الترمذی حدیث ۳۱۴۸و ۳۶۱۵۔ مسند احمد ۲/۳/۲]

ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام پر تقدم کیسے حاصل ہوا ہے۔ حالانکہ آپ سب سے آخر میں مبعوث فرمائے گئے ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

ان اللّٰہ لما اخذ من بنی آدم من ظھورھم ذریاتھم واشھدھم علٰے انفسھم الست بربکم کان محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوّل من قال بلی ولذالك صاریتقدم الانبیاء وھو آخرمن بعث

جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے جبکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے عہد لیا اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ بنایا تو فرمایا

الست بربکم تو سب نے کہا بلی (ہاں یا اللہ تو ہمارا رب ہے) ان میں سب سے پہلے بلی کہنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس لئے آپ کو تمام انبیاء پر تقدم حاصل ہوا حالانکہ آپ کی بعث سب سے آخر میں ہوئی۔

جن احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی الآخر وارد ہے ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

صلوۃ فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم افضل بن الف صلوۃ فیما سواہ من المساجد الامسجد الحرام فان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ومسجدہ آخر المساجد (۲۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز ادا کرنا اس کے ماسوا مساجد میں ہزار نمازیں ادا کرنے سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں اور آپ کی مسجد آخر المساجد ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا۔

[(حوالہ ۲۲۱) مسلم الحج حدیث ۵۰۷]

ان اللہ لم یبعث نبیا الاحذرامتہ الدجال وانا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم (۲۲۲)

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی امت کو دجال سے ڈرایا ہے اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔

تنبیہ

یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اوّل سے مراد وہ ذات ہے جو اشیاء کے موجود ہونے سے قبل اشیاء پر سابق ہے اور اللہ کے حق میں آخر سے مراد وہ ذات جو اشیاء کے فناء ہونے کے بعد باقی رہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے نہ اوّل ہے اور نہ آخر۔

اُخرایا

اس اسم پاک کو علامہ عرفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اور وہ کہتے ہیں انجیل میں آپ کا اسم اخرایا ہے اور اس کا معنیٰ آخر الانبیاء ہے۔

ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مصنف میں روایت کیا ہے۔

حدثنا عبدة بن سلیمان عن مسعر عن عبدالملک بن میسرة عن مصعب بن سعد عن کعب قال اوّل من یاخذ حَلقَه باب الجنة فیفتح له محمد رسول الله ثم قرء علینا آیة من التوراة اخرایا قدمایا الآخرون الاوّلون

حضرت کعب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلے جنت کے دروازے کا حلقہ پکڑنے والی ذات اور جن کے لئے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

پھر حضرت کعب نے تورات کی یہ آیت پڑھی:

اخر ایا قد ما یاالاخرون الاوّلون

اس حدیث کو ابوسعید نے نقل فرمایا ہے۔

آیۃ اللّٰہ الأبطحی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم مبارک کو علامہ ابن خالویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ ابن دحیہ فرماتے ہیں یہ ابطح کی طرف منسوب ہے اور ابطح مکہ مکرمہ اور منی کے درمیانی حصہ کو کہا جاتا ہے۔ اور اس جگہ کی ابتداء وادی محصب سے ہے۔

لغت میں ابطح اس شخص کو کہا جاتا ہے جو پہاڑ سے نیچے اترے اور وادی سے اوپر کو چڑھے۔

اور بعض نے کہا کہ ابطح لغت میں زمین پر پھیلی ہوئی ریت کو کہا جاتا ہے۔ اور ابوزید کہتے ہیں ابطح لغت میں سیلاب کے اثر کو کہا جاتا ہے۔

لغت کی معروف کتاب صحاح میں ہے۔

الابطح لغت میں ایسی وسیع وادی کو کہا جاتا ہے جس میں باریک باریک کنکریاں پائی جاتی ہوں اور اس کی جمع اباطع اور بطاح آتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابطحی کہنے کی وجہ یہ ہے آپ قریش البطاح سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے پانچویں جد قصی جب کعبہ کے متولی بنے اور مکہ کے امیر مقرر ہوئے تو انہوں نے مکہ معظّمہ کو اپنی قوم کے لئے چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جب بنوکعب بن لؤی اور بنو عامر بن لوی کی کثرت ہوئی تو انہوں نے بنی محارب ارو بنی حارث بن منہر کو بطاح سے ظواہر کی طرف نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ظواہر سے مراد مکہ مکرمہ کے اردگرد کے وہ مقامات ہیں جو حرم شریف سے خارج ہیں۔

شاعر کہتا ہے۔

فلو شهدتني من قريش عصابة

قريش ابطاح لا قريش الظواهر

کاش میرے پاس قریش کی ایک جماعت حاضر ہوتی
قریش بطاح کی نہ کہ قریش ظواہر کی

قریش بطاح میں کعب بن لوی کے قبائل، بنی عبد مناف، بنی عبدالدار، بنی زہرہ بن کلاب، بنی مخزوم بن نقطۃ، بنی تمیم بن مرۃ، بنی جمع و بنی مہم (جمع اور سھم دونوں عمرو بن ھصیص بن کعب کے بیٹے ہیں) اور بنی عدی بن کعب اور بنی عامر بن لوی شامل ہیں۔

اور قریش ظواہر میں فہر کے دو بیٹوں محارب و حارث کی اولاد اور الآدم بن غالب کی اولاد اور عامر بن لوی کی اکثر اولاد شامل ہے۔

اور عبدالمطلب کو سید الابطح اور سید الاباطح کہا جاتا تھا۔

آلمر۔ آلمص

ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں شامل فرمایا ہے۔ انہوں نے اس پر مزید کوئی بات نہیں فرمائی۔ میں نے کسی مفسر وغیر مفسر کو اس بارے میں ابن دحیہ کا ہمنوا نہیں پایا۔

مشہور قول تو یہ ہے یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں اگر ابن دحیہ کا قول صحیح ہو تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہیں جن کے ساتھ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔

حرف باء سے شروع ہونے والے اسماء گرامی

البارقلیط

اس اسم شریف کو قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ کا یہ اسم انجیل میں تھا اور اس کا معنی روح القدس ہے۔ اور ثعلب فرماتے ہیں حق و باطل کے درمیان تفریق کرنے والے کو بارقلیط کہا جاتا ہے۔

اور ہمارے شیخ امام شمنی نے حاشیہ شفاء میں اس کا ضبط بیان کیا ہے کہ الف اور راء مکسورہ ہیں اور قاف ساکن اور لام مکسورہ اور یاء ساکنہ اور طاء مھملہ ہے۔

اور انہوں نے فرمایا کہ بعض نے اس کا معنی حامد اور بعض نے حماد اور بعض نے حمد بیان کیا ہے اور اکثر اہل انجیل کا خیال ہے کہ اس کا معنی مخلص ہے۔ (انتھی)

الباطن

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا۔

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء سے ہے جن کے ساتھ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں باطن کا معنی ہے وہ ذات جس کی کنہہ اور حقیقت کا ادراک عقول وحواس نہ کرسکیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کا معنی ہے وہ ذات کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مقام اور اتنی عظیم شان سے نوازا ہے کہ عقول اپنی نارسائی کی وجہ سے اس کی عظمت شان اور بلندئ مقام کا ادراک نہ کرسکیں۔

امام بوصیری قصیدہ بردہ میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

احی الوری فهم معناه فلیس یری	للقرب والبعد فیه غیر منفحم
کالشمس تظهر للعینین من بعد	صغیرة وتکل الطرف من امم
وکیف یدرك فی الدنیا حقیقته	قوم نیام تسلوا عنه بالحلم
فمبلغ العلم انه بشر	وانه خیر خلق اللّٰه کلهم

آپ کے کمالات دریافت کرنے میں ساری خلقت عاجز رہ گئی ہے
پس قرب وبعد میں سوائے اپنے فہم کے عجز کے کچھ نہیں دکھائی دیتا
جیسا کہ آفتاب دور سے آنکھوں کو چھوٹا دکھائی دیتا ہے
اور دیکھوتو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں
کیونکہ دریافت کرسکتی ہے دنیا میں آپ کی حقیقت کو
وہ قوم جس کو نیند کی حالت میں خواب کے ذریعہ تسلی دی گئی ہے
پس علم کی رسائی تو اتنی ہے کہ وہ بشر ہیں
اور بے شک وہ اللہ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں

البرقلیطس

رومی زبان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برقلیطس کہا جاتا ہے۔ میں نے اس اسم پاک کا ضبط باء کے فتحہ وکسرۃ دونوں کے ساتھ اور قاف کے فتحہ اور طاء کے کسرہ کے ساتھ پایا ہے۔

البرھان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (۲۲۴)

(اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی)

سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں آیت کریمہ میں برھان سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ

[(حوالہ ۲۲۴) النساء ۴:۱۷۴]

وسلم ہیں۔اس قول کو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔ابن عطیہ اور نفی نے اسی قول پر جزم کیا ہے۔ان دونوں کے علاوہ کسی دوسرے سے یہ قول منقول نہیں۔

برہان کا لغوی معنی محبت ودلیل ہے۔بعض علماء نے فرمایا کہ برہان ایسی واضح، روشن حجت کو کہا جاتا ہے جو یقین تام کا فائدہ دے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو معنوں کے اعتبار سے برہان ہیں۔آپ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی محبت بھی ہیں اور آپ اپنے معجزات ونشانیوں کی بناء پر حجت نیرہ واضحہ بھی ہیں کہ یہ معجزات ونشانیاں آپ کی صداقت پر واضح دلالت کر رہی ہیں۔

علامہ نفی نے اس آیت کریمہ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

جاء کم حجة من الله (اللہ کی جانب سے تمہارے پاس حجت آئی)

تنبیہ

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہیں جن کے ساتھ اس نے اپنے نبی کو موسوم فرمایا ہے۔

البشیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (۲۲۵)

بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

اور فرمایا

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ (۲۲۶)

خوشی اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا۔

ان کے علاوہ دیگر بہت ساری آیات میں یہ اسم پاک وارد ہے۔

[(حوالہ ۲۲۵) البقرہ ۱۱۹]

[(حوالہ ۲۲۶) المائدہ ۱۹]

بشیر فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ بشارۃ (با پر فتحہ اور کسرۃ دونوں آسکتے ہیں) سے مشتق ہے۔ بشارت خیر کی خبر دینے کو کہا جاتا ہے۔ شر کی خبر دینے کو بشارت سے نہیں تعبیر کیا جاتا۔ البتہ

فَبَشِّرْنَاهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۲۷)

تو یہ حکم سے تعلق رکھتا ہے اور اس کو بشارت اس لئے فرمایا گیا کہ عربی میں کھال کو بشرہ کہا جاتا ہے اور عذاب دیکھنے کے وقت انسان کے چہرے کی کھال میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اس لئے عذاب کی خبر کو بشارت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا مسرت وغم دونوں کی خبر کو بشارت کہا جاتا ہے ابن ابی حاتم نے محمد بن مسعر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے سفیان بن عینیہ سے بشارت کے بارے میں پوچھا کہ کیا ناپسندیدہ خبر کو بھی بشارت کہا جاتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۲۸)

اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔

لغت کی معروف کتاب صحاح میں ہے کہ مطلق بشارت کا تعلق صرف خیر سے ہے اور بشارت جب مفید ہو تو پھر اس کا تعلق شر سے بھی ہوتا ہے۔

بشیر، مبشر، بشرت الرجل، ابشرہ، بشرا وبشوراً

یہ سب الفاظ بشریٰ سے ماخوذ ہیں۔

بشارت میں خبر خیر کا ہونا شرط ہے کتب فقہہ میں مزید دو شرطوں کا ہونا بشارت کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

۱- خبر کا پہلی مرتبہ ہونا

۲- خبر کا سچا ہونا

[(حوالہ ۲۲۷) التوبہ:۳۴]

[(حوالہ ۲۲۸) التوبہ:۳]

اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی بیویوں سے یوں کہہ دے

من بشرتنی بکذا فهی طالق

میری بیویوں میں سے جو فلاں امر کی مجھے بشارت دے تو وہ طلاق ہے۔

اس صورت میں اگر خبر دینے والی نے جھوٹی خبر دی یا اس کی بیوی کے علاوہ کسی دوسرے نے خبر دی یا یمین اٹھانے والے نے خبر ملنے سے پہلے بذات خود حال کا مشاہدہ کر لیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

الحاوی الصغیر کی عبارت ہے۔

البشارة: الخبر الصدق

یعنی بشارت کا اطلاق سچی خبر پر ہوتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے عکرمہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (۲۲۹)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور معاذ کو یمن جانے کا حکم فرمایا اور ساتھ یہ ہدایت فرمائی۔

انطلقا فبشرا ولا تنفرا ویسرا ولا تعسرا فانه قد انزلت علی یا ایها النبی انا ارسلناك شاهداو: علی امتك ومبشرا بالجنة ونذیرا من النار وداعیا الی شهادة ان لا اله الا الله باذنه وسرا جا منیرا بالقرآن (۲۳۰)

تم دونوں (یمن) جاؤ پس (لوگوں کو) بشارت سناؤ۔ متنفر نہ کرو، آسانیاں پیدا

[(حوالہ ۲۲۹) الاحزاب:۵۴]

[(حوالہ ۲۳۰) مجمع الزوائد ۷/۹۲]

کرو، سختی نہ کرو کیونکہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا ہے۔

''اے نبی ہم نے آپ کو آپ کی امت پر شاہد اور جنت کی خوشخبری دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا اور اس کے حکم سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کی طرف بلانے والا اور قرآن کے سبب چمکنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا مبشرھم اذا یئسوا (۲۳۱)

میں سب لوگوں سے پہلے اپنی مرقد انور سے باہر نکلنے والا ہوں۔ جب لوگ اٹھائے جائیں گے اور میں انہیں بشارت سنانے والا ہوں۔ جب وہ مایوس ہوں گے۔

(تنبیہ)

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس آیت کریمہ میں بشارت کے ساتھ موصوف فرمایا ہے۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ (۲۳۲)

ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے۔ اپنی رحمت اور اپنی رضا کی۔

بماذ ماؤذ

باء مکسورہ میم ساکن اور ہمزہ مضموم اور ذال دونوں لفظوں میں ساکن ہے۔

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں یہ اسم مبارک تورات کے دفتر اول میں موجود تھا اور فرماتے ہیں۔ حرف باء کے دو عدد میم کے چالیس اور الف کا ایک اور صرف ذال کے چار عدد ہیں (کیونکہ اہل حساب کے ہاں حرف ذال کے عدد صرف دال کی طرح چار ہوتے ہیں) اور دوسری میم کے چالیس عدد الف کا ایک عدد اور ذال کے چار عدد ہیں۔ ان سب اعداد کو جمع کیا تو بانوے کا عدد حاصل ہوتا ہے اور اس طرح یہ اسم پاک ابجد کے اعتبار سے اسم محمد کے موافق بن جاتا ہے۔ اس محمد کے اعداد

[(حوالہ۲۳۱) الشفاء ۱۱/ ۳۹۸۔ مناھل الصفاص: ۳۲ مجمع الزوائد: ۸/ ۲۰۵۔ المشکوٰۃ حدیث ۵۷۶۵]

[(حوالہ۲۳۲) التوبہ: ۲۱]

بھی بانوے ہیں۔

صاحب شفاء نے ''ماذ ماذ'' کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حرف باء کی بجائے حرف میم اس کا اول حرف ہے۔

میرے خیال میں ماذ ماذ یہی مذکورہ اسم ہے جس میں تحریف ہوئی ہے۔

عنقریب ماذ ماذ کی بحث آئے گی۔

البلیغ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے لیکن اس پر انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔

البینة

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (۲۴۳)

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے وہ اللہ کا رسول۔

اس آیت کریمہ میں بینة سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

رسول بینة سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (۲۴۴)

تو کیا جو اپنے ربّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہو۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں بھی بینة سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اور ''من'' سے مراد مومنین ہیں۔

ابن عطیہ فرماتے ہیں۔

[(حوالہ ۲۴۳) البینة:۱]

[(حوالہ ۲۴۴) سورۂ محمد:۱۴]

بینۃ میں ھاء (گول تاء) علامہ اور نسابۃ کی مانند مبالغہ کے لئے ہے۔

البیان

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر مزید کوئی بات نہیں کی۔
صحاح میں ہے۔
البیان اس کو کہا جاتا ہے جو کسی شی کو دلالت وغیرہ کے ذریعے واضح کر دے۔

حرف تاء سے شروع ہونے والے اسماء مبارکہ

التقي

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے بیان کیا ہے اور اس پر کوئی مزید بات نہیں کی۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

ایک پرانی چٹان پر یہ لکھا ہوا ملا۔

محمد تقی مصلح سید امین

تقی تقویٰ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

فالتہامی

اس اسم پاک کو ابن خالویہ اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور ابن دحیہ نے فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ میں سے ہیں اور آپ کی ولادت بھی مکہ معظمہ میں ہوئی اور مکہ مکرمہ تہامہ میں واقع ہے اور تہامہ حجاز مقدس میں پائے جانے والے شہروں میں سے نجد کی اترتی جانب واقع ہے۔ اور اس علاقہ کو تہامہ اس کی ہوا کے تغیر کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ تھم الدھن اس وقت کہا جاتا ہے جب تیل میں تغیر پیدا ہو جائے۔

ابن فارس فرماتے ہیں۔

تہامہ التھم (بفتحة تاء وھاء) سے ماخوذ ہے۔

اور التھم حرارت کی شدت اور ہوا کے رکنے کو کہا جاتا ہے۔

حرف الثاء سے شروع ہونے والے اسماء

ثانی اثنین

اس نام پاک کو عزفی، ابن دحیہ اور ابن سید الناس وغیرہم علماء نے ذکر کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (۲۳۵)

اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔

ثانی اثنین سے مراد دو میں سے ایک ہے اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔
امام بخاری و امام مسلم نے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ
حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے فرمایا
ہم غار ثور میں تھے اور مشرک ہمارے بالکل قریب تھے اس حال میں میں نے مشرکوں کے پاؤں کو دیکھا تو عرض کیا۔
یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں کو دیکھے وہ ہمیں اپنے پاؤں کے نیچے سے دیکھ لے گا تو آپ نے فرمایا۔

یا ابا بکر ما ظنك باثنين الله ثالثهما (۲۳۶)

[(حوالہ ۲۳۵) التوبہ:۴۰]

[(حوالہ ۲۳۶) البخاری:۵/۴]

اے ابوبکر ان دونوں کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔

اللہ تعالیٰ جن کا تیسرا ہے۔

الثمال

اس اسم پاک کو میں نے ابوطالب کے اس شعر سے اخذ کیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے۔

وابیض یستقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

حرف الجیم

الجبار

اس اسم پاک کو ابن دحیہ اور قاضی عیاض نے اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں ذکر کیا ہے جن کے ساتھ اللہ نے اپنے حبیب کو موسوم فرمایا ہے اور فرمایا کہ اللہ نے حضرت داؤد کی کتاب میں حضور کو اسی اسم جبار سے موسوم فرمایا تھا۔

چنانچہ ارشاد تھا:

اے جبار تو اپنی تلوار لگا کیونکہ تیری ناموس اور سری شریعت تیرے داہنے ہاتھ کی قوت وہیبت کے ساتھ مقرون ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں جبار کا معنی مصلح کا ہے اور بعض نے کہا جبار کا معنی اللہ کے حق میں قاہر کا ہے اور بعض نے کہا علو رکھنے والے، عظیم شان رکھنے والے کے معنی میں ہے اور بعض نے کہا متکبر کے معنی میں ہے۔

اور جبار کا معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ ہے کہ آپ تعلیم وہدایت کے ذریعہ امت کی اصلاح فرمانے والے ہیں یا یہ کہ آپ اپنے دشمنوں پر غلبہ پانے والے ہیں۔

آپ کا مرتبہ تمام مخلوق سے بلند واعلیٰ ہے اور آپ کا امر عظیم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبر کی اس جبریت کی نفی فرمائی ہے جو آپ کی شان کے لائق نہ تھی۔

وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (۲۳۷)

[(حوالہ ۲۳۷) سورۃ ق:۴۵]

اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں۔

صحاح میں ہے کہ

جبر کا معنی تمہارا کسی کو فقر سے بے نیاز کر دینا ہے یا کسی کی ٹوٹی ہڈی کو درست کر دینا اور باب افعال میں یہ اکراہ کے معنی میں آتا ہے۔

اجبرتہ علی الامر کا معنی اکرہتہ ہے۔

بعض نے فرمایا کہ باب افعال سے فعال کے وزن پر سوائے جبار اور دراک کے صفت کا کوئی صیغہ نہیں آتا۔

ابن درید فرماتے ہیں۔

جبار عظیم اخلاق والے کے معنی میں بھی آتا ہے اور مسلط علی الناس کے معنی میں بھی آتا ہے۔

ابن عباس نے وما انت علیھم بجبار کی تفسیر بمسلط سے کی ہے اور فرمایا کہ یہ آیت آیت قتال سے منسوخ ہے۔

(امام سیوطی کہتے ہیں)

اس اعتبار سے جبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جہاد کے حکم کے بعد مسلط کے معنی میں ہوگا اور یہی معنی کتاب زبور کے سیاق کے مناسب بھی ہے۔

حرف الحاء

الحاتم

اس اسم پاک کو قاضی عیاض نے شفا میں ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقہ کتب میں پائے جانے والے اسماء میں الخاتم اور الحاتم بھی شامل ہیں۔ اس قول کو کعب احبار نے نقل کیا ہے۔

ثعلب فرماتے ہیں۔

خاتم کا معنی وہ ذات جن پر انبیاء کرام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے اور حاتم کا معنی وہ ذات جو تمام انبیاء کرام میں خلق اور خلق دونوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین ہے۔ ہمارے شیخ امام شمنی نے اول کا ضبط خاء معجمہ کے ساتھ اور دوسرے کا حاء مھملہ کے ساتھ بیان کیا۔ ابن دحیہ نے بھی ان دونوں ناموں کا تذکرہ کیا ہے لیکن انہوں نے دونوں کا ضبط خاء معجمہ کے ساتھ بتایا ہے اور دونوں کے درمیان فرق یہ بتایا کہ اول تاء کے کسرۃ کے ساتھ خاتِم ہے اور دوسرا تاء کے فتحہ کے ساتھ خاتَم ہے۔ یہی ضبط ثعلب سے بھی منقول ہے جیسا کہ مبھمات ابن عساکر میں ہے۔

وہ کہتے ہیں خاتم بفتحہ خاء کا معنی انبیاء کرام میں خلق اور خلق کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمال الانبیاء ہیں۔ جس طرح کہ خاتم (انگشتری) کے ذریعے زینت و جمال حاصل کیا جاتا ہے اور بعض نے فرمایا جب آپ پر نبوت کے سلسلے کا اختتام ہوا تو آپ اس مہر کی مانند بن گئے جو مکتوب لکھنے کے بعد اس کے آخر میں ثبت کر کے اس کو بند کیا جاتا ہے اور الخاتم تاء کے کسرۃ کے ساتھ تو اس کا معنی سب انبیاء سے آخر میں تشریف لانے والے ہے یہ اسم

فاعل کا صیغہ ہے۔

الحاشر

مقدمہ کتاب میں یہ حدیث گزری ہے جس میں یہ الفاظ وارد ہیں۔

انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی (۲۳۹)

ایک روایت میں یحشر اللّٰہ الناس کے الفاظ اور ایک تیسری روایت میں احشر الناس کے الفاظ وارد ہیں اور ایک روایت میں علی قدمی کی بجائے علی عقبی کے الفاظ وارد ہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

علی قدمی کے معنی میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا اس کا معنی ہے "میرے زمانے اور میرے عہد میں اٹھائے جائیں گے" یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ لہٰذا سارا زمانہ میرا زمانۂ نبوت ہے۔ اس لئے ان کا حشر میرے زمانے میں ہوگا۔

اور بعض نے فرمایا اس کا معنی ہے۔

لوگوں کو میرے سامنے اٹھایا جائے گا۔

جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا (۲۴۰)

خطابی اور ابن دحیہ نے کہا

قدمی کا معنی "علی اثری" ہے یعنی آپ سب لوگوں سے پہلے اٹھائے جائیں گے اور باقی لوگوں کو آپ کے بعد اٹھایا جائے گا۔

کیونکہ قیامت کے روز سب سے پہلے آپ کی قبر انور سے زمین شق ہوگی اس کے بعد تمام نفوس کو زندہ کیا جائے گا۔ اور وہ آپ کے تابع ہوں گے۔

[(حوالہ ۲۳۹) البخاری ۴/ ۲۲۵، ۶/ ۱۱۱۔ مسلم الفضائل حدیث ۱۲۴، ۱۲۵]

[(حوالہ ۲۴۰) البقرۃ ۱۴۳]

خطابی فرماتے ہیں۔ اس معنی پر ''علی عقبی'' والی روایت بھی دلالت کر رہی ہے۔
عزفی کہتے ہیں اس حدیث میں قدم کے ذکر سے اثر کی تعبیر کی گئی ہے کیونکہ اثر قدم سے پیدا ہوتا ہے۔
اور بعض نے فرمایا کہ قدمی کا معنی ہے میری بعثت کے قریب جیسا کہ حضور نے فرمایا

بعثت انا والساعة کھاتین (۲۴۱)

مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح متصل بھیجا گیا ہے۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بھی اس آیت کریمہ میں حشر کے ساتھ موصوف فرمایا ہے۔

يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ (۲۴۲)

اور فرمایا

وَحَشَرْنَاهُمْ (۲۴۳)

ان کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں۔ اس لئے یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔

حاط۔ حاط

اس اسم پاک کو علامہ عزفی نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم پاک زبور میں پایا جاتا تھا۔

الحافظ

رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو علامہ ابن دحیہ رحمہ اللہ

[(حوالہ ۲۴۱) فتح الباری: ۱۰/ ۴۳۶،۵۵۶، ۱۱/ ۳۴۷، ۳۴۸]

[(حوالہ (۲۴۲) الانعام: ۲۲ الترمذی حدیث ۲۲۱۴] [(حوالہ ۲۴۳) الکھف ۴۷]

تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی تمام موجودات کی عدم سے حفاظت وصیانت کرنا اور آپس میں متضاد اشیاء کو ایک دوسرے سے محفوظ رکھنا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بندوں میں حافظ وہ بندہ ہے جو اپنے قلب واعضاء کی حفاظت کرے اور اپنے دین کو غضب کے حملہ اور شہوت کے فریب، نفس کے دھوکہ اور شیطان کے مکر سے محفوظ رکھے۔

الحاکم

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے اس آیت کریمہ سے اخذ کر کے ذکر کیا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاس (۲۴۴)

اے حبیب ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری کہ آپ لوگوں میں فیصلہ کریں۔

اس کے علاوہ دیگر آیات میں بھی اس اسم پاک کا بیان ہے۔

حامد

اس اسم کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس کو کعب اور عزفی نے بیان فرمایا ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا

انك قد حملت بخير البرية وسيد العالمين فاذا ولدتيه فسميه محمدا فان اسمه في التوراة حامد وفي الانجيل احمد

تیرے شکم اطہر میں خیر البریہ اور سید العالمین ہیں جب ان کی دنیا میں تشریف

[(۲۴۴) النساء ۱۰۵]

آوری ہو جائے تو ان کا نام محمد رکھے تورات میں ان کا نام حامد ہے اور انجیل میں احمد ہے۔

حامل لواء الحمد

اس اسم پاک ابن دحیہ نے ترمذی شریف کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا حبیب اللّٰہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر (۲۴۵)

میں اللہ کا حبیب ہوں اس میں کوئی فخر نہیں (بلکہ اظہار حقیقت وتحدیث نعمت ہے) اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے پاس ہوگا اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

(امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)

مجھ سے لواء الحمد کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ حقیقی جھنڈا ہوگا یا معنوی؟ میں نے جواب دیا کہ وہ معنوی پرچم ہوگا اور اس سے مراد حمد باری تعالیٰ ہے کیونکہ حقیقی پرچم لشکر کے سپہ سالار کے پاس ہوتا ہے۔

حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن تمام لوگوں کے سردار اور امام ہوں گے اور اس دن آپ کی شہرت حمد کے ساتھ ہوگی۔

ابن نے اثیر نے حدیث

"لکل عادل لواء" (۲۴۶)

(ہر عادل کے پاس پرچم ہوگا)

کے تحت ہمارے جواب کی نظیر بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ہر عادل کے پاس ایسی علامت ہوگی جس کے سبب لوگوں میں اس کی شہرت ومعرفت ہو

[(حوالہ ۲۴۵) الترمذی حدیث ۳۶۱۶-شرح السنۃ ۱۳/۲۰۴]

[(حوالہ ۲۴۶) یہ حدیث نہیں ملی۔]

گی کیونکہ پرچم سے مقصد رئیس کے مرتبہ کی شہرت ہوتی ہے۔

حبیب اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو ابن العربی، ابن دحیہ وغیرہم دیگر علماء نے اسم حامل لواء الحمد کے تحت مذکور حدیث پاک سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

محبت درحقیقت محبوب کی موافق شی کی طرف میلان کا نام ہے اور محبت کا یہ معنی اس کے حق میں ہے جس کی طرف میلان کی نسبت صحیح ہو سکے اور جو موافقت سے نفع حاصل کر سکے اور یہ مخلوق کا درجہ ہے۔ رہ گئی خالق کی شان تو وہ بلند وبالا ہے وہ تو اغراض سے پاک ومنزہ ہے۔ اس لئے خالق کی محبت سے مراد بندے کو سعادت کے حصول کی قدرت سے نوازنا اور اس کو گناہ سے بچانا نیک عمل کی توفیق دینا، اپنے قرب کے اسباب مہیا فرمانا، اپنی رحمت کا اس پر فیضان فرمانا اور اس کے دل سے حجابات ہٹانا ہے حتیٰ کہ وہ بندہ اپنے ربّ کو اپنے دل اور اپنے نور بصیرت سے دیکھ لے اور اس طرح بن جائے جس طرح حدیث میں وارد ہے۔

فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصره ولسانه الذی ینطق به (۲۴۷)

پس میں جب اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ بولتا ہے۔

مقام محبت وخلت

مقام محبت وخلت میں سے کون سا بلند وارفع ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا دونوں مساوی ہیں کیونکہ خلیل حبیب اور حبیب خلیل ہوتا ہے۔ بعض نے فرمایا

محبت کا درجہ ارفع ہے۔ اکثر علماء کی یہی رائے ہے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حبیب ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بلند و بالا ہے۔

واقعہ اسراء کو بیان کرنے والی طویل حدیث جس کو حافظ بزار نے روایت کیا ہے جو عنقریب آئے گی اس میں بھی حبیب کے درجہ کے ارفع ہونے پر دلیل ہے۔

اور بعض نے کہا کہ خلت کا درجہ بلند ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے۔

لو کنت متخذا خلیلًا غیر ربی لا تخذت ابابکر خلیلا (۲۴۸)

(اگر میں اپنے ربّ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا)

لیکن آپ نے حضرت ابوبکر کو خلیل نہیں بنایا حالانکہ آپ نے حضرت فاطمہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسن و حسین اور اسامہ رضی اللہ عنہم کے لئے محبت کا اطلاق فرمایا ہے۔ (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلت کا درجہ محبت سے ارفع ہے)

صوفیاء کرام نے حبیب و خلیل کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

۱۔ خلیل وہ ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ

وَكَذٰلِكَ نُرِیٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی حضرت ابراہیم خلیل کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے ملک اور عجائب منکشف فرمائے۔

لیکن حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جن کے بارے میں ارشاد ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

(تو اس جلوے اور اس محبوب کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم)

(کنز الایمان)

۲۔ اور خلیل وہ ہے جس کی بخشش حد امید میں ہو۔

والذی اطمع ان یغفرلی (۲۴۹)

[(حوالہ ۲۴۸) الشفاء ۱/۳۱۲ (حدیث ۸۰ اور ۸۲ دیکھئے)] [(حوالہ ۲۴۹) الشعراء: ۸۲]

اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری بخشش فرمائے گا۔

اور حبیب وہ ہے جن کی بخشش حد یقین میں ہو۔

لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ

۳- اور خلیل وہ ہے جو عرض کریں

وَلَا تُخْزِنِيْ (۲۵۰)

(مجھے رسوانہ کرنا)

اور حبیب وہ ہے جس کے بارے میں فرمایا جائے۔

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ (۲۵۱)

(جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی کو)

پس آپ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سوال کرنے سے پہلے بشارت دی گئی۔

۴- خلیل وہ جو مشقت میں حسبی اللہ کہے اور حبیب وہ جس کو

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۲۵۲)

(اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے)

پس حبیب کو سوال کے بغیر عطا فرمایا گیا۔

۵- اور خلیل وہ جو عرض کرے

وَاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (۲۵۳)

(مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا)

اور حبیب وہ جن کے بارے میں فرمایا جائے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ

[(حوالہ ۲۵۰) الشعراء:۸۷]

[(حوالہ ۲۵۱) التحریم:۸]

[(حوالہ ۲۵۲) سورۃ الانشراح:۴]

[(حوالہ ۲۵۳) سورۃ ابراہیم:۳۵]

تَطْهِيْرًا (۲۵۴)

(اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے ستھرا کر دے)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

حبیب الرحمٰن

یہ اسم پاک واقعہ اسراء بیان کرنے والی طویل حدیث جسے حافظ بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے میں وارد ہے۔

اس میں یہ الفاظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا سل (مانگئے) تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

انك اتخذت ابراهيم خليلاً ......

اے میرے رب توں نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا ہے...... تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا

"قد اتخذتك حبيبا" میں نے آپ کو اپنا حبیب بنالیا ہے۔

اور آپ کے بارے میں تورات میں مکتوب تھا۔

"محمد حبيب الرحمن" (۲۵۵)

(محمد رحمٰن کے حبیب ہیں)

(مصنف فرماتے ہیں) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ البتہ ربیع بن انس نے فرمایا کہ اس کی سند میں ابی العالیہ یا ان کے علاوہ کسی دوسرے سے روایت کرنے والا مجہول ہے۔

حبیطا

اس اسم پاک کو عزفی نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[(حوالہ ۲۵۴) الاحزاب: ۳۳]

[(حوالہ ۲۵۵) مجمع الزوائد]

کے ان اسماء میں سے ہے جو انجیل میں مذکور تھے۔ اور اس کا معنی ہے حق و باطل کے درمیان تفریق کرنے والا۔

الحجة

اس اسم کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔

حجت برہان کے معنی میں ہے اور مسند الفردوس میں یہ حدیث پاک ہے۔

انا حجة الله (۲۵۶)

(میں اللہ کی حجت ہوں)

مسند الفردوس میں اس کی تبیض موجود ہے لیکن سند ذکر نہیں کی گئی ہے۔

حرز الامیین

امام بخاری وغیر محدثین نے حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملا اور ان سے میں نے کہا آپ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کریں تو انہوں نے کہا ہاں میں ضرور بیان کروں گا۔ فرمایا

قسم بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض قرآنی صفات تورات میں بھی موجود ہیں۔

یا ایها النبی انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذیرا وحرزا للامیین (الحدیث)

ابن دحیہ فرماتے ہیں حرز کا معنی منع اور امیین کا معنی عرب ہے۔ لہٰذا ''حرز الامیین'' کا معنی ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کو عذاب اور ذلت سے بچانے والے ہیں۔

فالحریص

اس اسم مبارک کو بھی ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ اس پر مزید کوئی

[(حوالہ ۲۵۶) یہ حدیث مسند الفردوس میں موجود ہے، مسند الفردوس ابھی تک مخطوطہ کی صورت میں ہے جس کی تحقیق جاری ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب دارالکتب العلمیہ اسے طبع کرے گا۔]

کلام نہیں فرمایا اور یہ اسم اس آیت پاک سے ماخوذ ہے۔

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ (۲۵۸)

یعنی تمہاری ہدایت اور تمہارے ایمان کو نہایت چاہنے والے

لغت کی کتاب المحکم میں ہے کہ حرص، مطلوب کو شدت سے چاہنے کو کہا جاتا ہے۔

الحسیب

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔اس پر کوئی بات نہیں کی۔ یہ الحسب سے فعیل کے وزن پر ہے اور حسب آباء اور اجداد میں فخر کرنے کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے''رجل حسیب نسب'' (نسب کی وجہ سے فخر کرنے والا شخص)

حسیب محاسب اور کافی کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس معنی کے اعتبار سے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حسیب ہونے کے وصف میں انسان کو کوئی دخل نہیں۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی وصف ہے کسب کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتا)

البتہ باپ جب اپنے بچے کی اچھی تربیت کرے یا استاد اپنے شاگرد کو اچھی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرے کہ جس کی وجہ سے وہ غیر کا محتاج نہ رہے تو بطور مجاز کہا جاتا ہے کہ باپ نے اپنے بچے کو یا استاد نے اپنے شاگرد کو حسیب بنا دیا۔

اور یہ معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صحیح ہے کیونکہ آپ نے اپنی امت کی دنیا و آخرت کے ان تمام امور میں تربیت فرمائی ہے۔ جن کی امت محتاج تھی۔ جس کی وجہ سے امت آپ کے سوا کسی کی محتاج نہیں رہی۔

اَلْحَفِيْظُ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور کوئی بات اس پر نہیں کی اور یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ بعض نے فرمایا کہ حفیظ حافظ سے زیادہ بلیغ ہے۔ حافظ کا

[(حوالہ ۲۵۸) التوبہ:۱۲۸]

معنی گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (۲۵۹)

اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کو نہ بھیجا۔

یعنی ہم نے آپ کو اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ ان کو بچائیں تاکہ وہ کفر اور معاصی میں پڑیں۔ یا ہم نے آپ کو ان کی برائیوں اور گناہوں کو شمار کرنے اور اس پر ان کا محاسبہ کرنے کے لئے نہیں بھیجا۔

اور فرمایا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قتال کے حکم کے بعد معنی اول کے لحاظ سے حفیظ ہیں۔

یعنی آپ انہیں کفر و معصیت سے روکتے ہیں اور اس کے خلاف آپ ان سے جہاد فرماتے ہیں اور دوسرے معنی کے لحاظ سے بھی آپ حفیظ ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کفار کے خلاف شہادت دیں گے۔

اَلْحَقُّ

اس اسم گرامی کو قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ (۲۶۰)

(تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا)

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (۲۶۱)

(یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف بتانے والا رسول تشریف لایا)

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ (۲۶۲)

[(حوالہ ۲۵۹) النساء:۸۰]

[(حوالہ ۲۶۰) یونس:۱۰۸]

[(حوالہ ۲۶۱) الزخرف:۲۹]

[(حوالہ ۲۶۲) الانعام:۵]

(تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا)
ایک قول کے مطابق یہاں پر حق سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
اور بعض نے کہا کہ یہاں حق سے مراد قرآن کریم ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَشَهِدُوٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ (۲۶۳)

(اور وہ گواہی دے چکے ہیں کہ رسول سچا ہے)
اور حدیث پاک میں ہے۔

وَ مُحَمَّدٌ حَقٌّ (۲۶۴)

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں۔
یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی وہ ذات جو موجود ہے اور جس کا امر اور جس کی الوہیت متحقق و ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کا معنی ہے۔
وہ شخصیت کہ جس کی نبوت اور جس کا صدق ثابت و متحقق ہے۔

فائدہ

صدق و حق میں فرق

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صدق و حق میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شی کی نسبت واقع کی طرف ہو تو صدق ہے اور اگر مافی الواقع کی نسبت شی کی طرف ہو تو یہ حق ہے۔

اَلْحَکِیْم

اس اسم مبارک کو عزفی نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

[(حوالہ (۲۶۳) آل عمران:۸۶]

[(حوالہ ۲۶۴) البخاری ۲/۶۰]

حکیم اس لئے ہیں کہ آپ نے جانا اور عمل کیا اور اپنے ربّ کا یقین کر لیا۔

(مصنف فرماتے ہیں) یہ حکمت سے ماخوذ ہے اور فعیل کے وزن پر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ (۲۶۵)

(اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں)

ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (۲۶۶)

(یہ ان وحیوں میں سے ہے جو تمہارے رب تمہاری طرف بھیجی حکمت کی باتیں)

جو ذات علم وتعلیم کے لحاظ سے حکمت کے ساتھ متصف ہو وہ حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ (۲۶۷)

(اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے)

اس آیت کریمہ میں حکمت سے کیا مراد ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

۱۔ بعض نے فرمایا حکمت سے مراد نبوت ہے۔

۲۔ بعض نے فرمایا قرآن کی معرفت اور اس کی سمجھ ہے۔

۳۔ بعض نے کہا قول میں صواب تک رسائی حکمت ہے۔

۴۔ بعض نے کہا عمل تک پہنچانے والا علم حکمت ہے۔

۵۔ حکمت سے مراد سنت ہے۔

۶۔ حکمت سے مراد خشیت الٰہی ہے کیونکہ حدیث میں

رأس الحكمة مخافة الله (۲۶۸)

[(حوالہ ۲۶۵) الجمعۃ: ۲]

[(حوالہ ۲۶۶) الاسراء: ۳۹]

[(حوالہ ۲۶۷) البقرۃ: ۲۶۹]

[(حوالہ ۲۶۸) کشف الخفاء للعجلونی ۱/۲۰۲، ۵۰۷]

(حکمت کی اصل خوف خدا ہے)

اس حدیث کو ابن مردویہ نے نقل کیا ہے۔

۷- امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے خیال میں حکمت سے اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ اور وہ امر مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دلوں میں داخل فرماتا ہے۔ میرے اس خیال کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ تم روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہو کہ ایک شخص دنیا کے معاملات میں دانشمند، زیرک اور صاحب فکر ونظر ہوتا ہے اور دوسرا آدمی دنیاوی معاملات میں نہایت کمزور ضعیف ہوتا ہے لیکن دینی امور کو خوب جاننے والا اور صاحب بصیرت ہوتا ہے۔

تو غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دنیاوی امور کی سمجھ سے نوازا اور دینی امور کی بصیرت سے محروم رکھا اور ایک کو دینی امور کی بصیرت سے سرفراز فرمایا اور دنیاوی امور کی بصیرت سے محروم رکھا۔ پس اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمت تفقہ فی الدین کا نام ہے۔ (انتہی)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حکمت کے مذکورہ تمام معانی کے اعتبار سے حکیم ہیں۔

تنبیہ

یہ اسم بھی اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی ہے وہ جس کی پناہ محکم وپائیدار ہے۔ بعض نے کہا اللہ کے حق میں اس کا معنی ہے وہ ذات جو فساد سے روکے۔ یہ دونوں معنی حکمت بمعنی وضع الشیء فی محلہ (شی کو اپنی جگہ رکھنا) کی طرف راجع ہیں اور بعض نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے حق میں حکیم بمعنی حاکم ہے۔

الحلیم

اس اسم گرامی کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں تورات شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اسم پاک سے موصوف تھے۔ یہ اسم بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں

سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی وہ ذات ہے جو سزا دینے میں جلد بازی نہ فرمائے اور یہ معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی صحیح ہے۔

شفا میں ہے۔

اسباب محرکہ پائے جانے کے باوصف استقامت وثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا، آلام وموذی امور کی موجودگی کے باوجود اپنے نفس کو روکے رکھنا حلم ہے۔ صبر، حلم کی مانند ہے اور ترک مواخذہ کو عفو کہا جاتا ہے۔

یہ دونوں الفاظ قریب المعنی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حلیم وبردبار تھے۔ ہر حلیم سے کوئی نہ کوئی لغزش اور کوئی نہ کوئی ٹھوکر ضرور پائی گئی ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس وہ ہے جنہیں جتنی زیادہ اذیتوں اور تکالیف کا نشانہ بنایا گیا اتنا ہی آپ کے صبر واستقامت اور حلم وبردباری میں اضافہ ہوتا گیا۔

لوگوں کے جاہلیت میں تجاوز کرنے کے باوجود آپ کی ثابت قدمی اور آپ کے حلم میں اضافہ ہوتا رہا۔

امام احمد بن حنبل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نجد کی جانب کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک تھے۔ جب غزوہ سے واپس لوٹے تو راستے میں ایک ایسی وادی میں دوپہر کے وقت آرام فرمانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وادی میں بڑے بڑے کانٹے دار درخت ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے سایہ تلے آرام فرمایا اور اپنی شمشیر کو درخت کے ساتھ لٹکا دیا اور صحابہ متفرق ہو گئے۔ جابر فرماتے ہمیں نیند آ گئی۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آواز دی تو ہم فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی شخص بیٹھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا میری نیند کی حالت میں اس شخص نے تلوار اتاری اور جب میں اچانک بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ یہ مجھ پر تلوار

سونت کر وار کرنے کے لئے تیار کھڑا ہے اور مجھے کہہ رہا ہے من یمنعك منی؟ (تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟) تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ بچانے والا ہے۔ پس اس نے تلوار میان میں کر لی اور بیٹھ گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو سزا نہیں دی۔ (۲۶۹)

(یہ واقعہ تنعیم کا ہے)

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لقد اذیت فی اللّٰہ وما یؤذی احد واخفت فی اللّٰہ وما یخاف احد (۲۷۰)

مجھے اللہ کی راہ میں اتنی اذیت دی گئی جتنی کسی کو بھی نہیں دی گئی اور مجھے راہِ خدا میں اتنا خوف زدہ کیا گیا اتنا کسی دوسرے کو نہیں کیا گیا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے دن سے بھی زیادہ کوئی دن آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا مجھے تیری قوم نے مصائب میں مبتلا کئے رکھا عقبہ کے دن مجھے سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جبکہ میں نے (تبلیغ کی معاونت کے سلسلہ میں) اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا۔ لیکن اس نے میری بات پر کان نہ دھرا تو میں وہاں سے غمزدہ ہو کر نکلا۔ قرن الثعالب مقام پر افاقہ ہوا میں نے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا تو ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس میں جبریل تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی باتوں کو سنا اور انہوں نے جس قسم کا جواب دیا ہے وہ بھی اسے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف پہاڑوں پر مقرر فرشتہ بھیجا ہے

[(حوالہ ۲۶۹) مسند امام احمد ۳/۳۱۱ فتح الباری ۷/۱۲۶]

[(حوالہ ۲۷۰) مسند امام احمد ۳/۱۲۰]

تاکہ آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کو حکم دیں چنانچہ پہاڑوں پر مقرر فرشتے نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کہنے کے بعد کہا اے محمد اللہ نے تیری قوم کی باتوں کو سنا اور میں پہاڑوں پر متعین فرشتہ ہوں اور میرے ربّ نے مجھ کو تیری طرف بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے حکم دیں گے (میں بجالاؤں گا) اگر آپ چاہیں تو میں ان کو اخشبین پہاڑوں کے درمیان کچل کر رکھ دوں۔ آپ نے فرمایا بلکہ میں تو امید رکھتا ہوں کہ اللہ پاک ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہوں گے۔ (۲۷۱)

حمطایا

ابراہیم فرماتے ہیں۔

اخبرنا ابوعمر الزاھد غلام ثعلب اجازۃ حدثنا ثعلب، حدثنا ابن الاعرابی، حدثنا الفضل عن الشعبی عن ابن عباس انہ کا یسمی فی الکتب القدیمۃ احمد ومحمد والماحی والمقفی ونبی الملاحم وحمطایا وفا رقلیطا وماذ ماذ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتب قدیمہ میں ان ناموں سے موسوم تھے۔

احمد، محمد، ماحی، مقفی، نبی الملاحم، حمطایا، فارقلیط اور ماذ ماذ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی تحقیق کرنے والی علماء کی ایک جماعت نے آپ کے اس نام مبارک کا تذکرہ کیا ہے۔

اور ہمارے شیخ امام شمنی نے اس اسم کا ضبط فتحہ حاء اور میم مشددہ اور طاء مھملہ اس کے بعد الف اور یاء کے ساتھ بیان کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں ابوعمر نے فرمایا کہ میں نے یہودیت سے اسلام قبول کرنے والے بعض لوگوں سے اس کا معنی دریافت کیا تو

[(حوالہ ۲۷۱) بخاری: ۴/ ۱۳۹]

انہوں نے کہا اس کا معنی ہے وہ ذات جو حرم کی نگہبانی کرے اور حرام سے منع کرے۔

صاحب الغریبین نے اس اسم کا ضبط، حاء کے کسرہ اور میم کے سکون اور یاء کی الف پر تقدیم اور اس کے بعد طاء مھملہ اور الف کے ساتھ حمیاطا بتایا ہے اور اس کی تفسیر حامی الحرم (حرم کا نگہبان) کے ساتھ کی ہے۔ ابن دحیہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں اور ریاء کاری اور فسق وفجور سے حرم پاک کو محفوظ کرلیا ہے۔

الحمید

اس اسم پاک کو حضرت ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ فعیل کے وزن پر بمعنی حامد یا بمعنی محمود ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء کریمہ میں سے ہے۔

حٰمٓعٓسٓقٓ

ان دونوں اسماء گرامی کو ابن دحیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں شامل کیا ہے۔ علامہ ماوردی نے ان کے بارے میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

۱- حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں۔

۲- جعفر بن محمد کے قول کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء ہیں۔

۳- حضرت قتادہ کے قول کے مطابق یہ قرآن حکیم کے اسماء ہیں۔

۴- کمیت نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں کہا ہے۔

وجدنا لکم فی آل حم ایة

تاولها منا تقی ومعرب

ہم نے تمہارے بارے میں آل حم میں ایک علامت پائی ہے

جس کی تاویل ہم میں سے متقی اور فصیح انسان نے کی ہے

ابن دحیہ فرماتے ہیں آل حم سے مراد اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اَلْحَنِیْفُ

اس اسم پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے فرمایا ہے۔ انہوں نے اس پر مزید کوئی کلام نہیں فرمایا۔ یہ اسم گرامی اس آیت کریمہ سے ماخوذ ہے۔

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا (۲۷۲)

(اور یہ کہ اپنا منہ دین کے لئے سیدھا رکھ سب سے الگ ہو کر)

تمام ادیان سے رخ موڑ کر دین حق کی طرف مائل ہونے والا حنیف ہے۔ حنف کا لغوی معنی ہے استقامت سے پہلے جھکنا۔ پس حنیف کا معنی ہوگا تمام طاعات پر مداومت کرنے اور قائم رہنے والا۔

بعض نے فرمایا حنیف کا معنی حج ادا کرنے والا ہے۔

اور بعض نے کہا حنیف سے مراد مسلم ہے۔

حضرت امام احمد وغیرہ محدثین نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

بعثت بالحنفیه السمعة (۲۷۳)

الحيي

میں نے اس اسم کو اخذ کیا ہے.......... (آگے عبارت موجود نہیں)

(مواہب اللدنیہ میں ہے الحیی بمعنی کثیر الحیاء دارمی نے سھل بن سعد سے روایت کی ہے۔

کان صلی اللہ علیه وسلم حییًا لا یسئل شیئا الا اعطا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے حیادار تھے کہ ہر سائل کو منہ مانگا دیتے۔

اور الحیی کا معنی باقی رہنے والا اور قبر انور میں لذت پانے والا ہے۔

[(حوالہ ۲۷۲) سورۃ یونس: ۱۰۵]

[(حوالہ ۲۷۳) مسند امام احمد ۵/۲۶۶]

(مواہب اللدنیہ ج دوم ص ۷۲)

حرف خاء سے شروع ہونے والے اسماء مبارکہ

الخاتم خاتم النبیین

ابن دحیہ نے ان دونوں اسماء کو جمع کیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ (۲۷۴)

(محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے)

نافع ابن جبیر سے مروی حدیث میں مذکور ہوا ہے کہ انہوں نے خاتم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں شمار کیا ہے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں جب کسی شئی کو مکمل کیا جائے اور اس کے آخر تک پہنچا جائے تو ختمت الشیء کہا جاتا ہے۔

شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مثلي ومثل الانبياء بن قبلي كمثل رجل بنى بيتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النبيين (۲۷۵)

[(حوالہ ۲۷۴) الاحزاب:۴۰]

[(حوالہ ۲۷۵) البخاری ۴/۲۲۶]

میری اور میرے سے قبل کے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک عمارت بنائی اور اس کو حسین وجمیل بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ پس لوگ اس عمارت کے گرد چکر لگاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ پس میں (عمارت نبوت) کی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ایک طویل حدیث شفاعت میں یہ الفاظ وارد ہیں۔

فیاتون عیسی فیقول ارایتم لو کان متاع فی دعاء قد ختم علیه اکان یقدر علی ما فی الدعاء حتی یفیض الحاتم فیقولون لا فیقول: ان محمدا خاتم النبیین (۲۷۶)

پس لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیں گے تو آپ فرمائیں گے اگر ایک برتن میں کچھ سامان رکھا ہوا ہو اور اس کو سیل بمہر کر دیا گیا ہو تو تمہارا کیا خیال اس سیل شدہ برتن سے وہ سامان مہر توڑے بغیر نکالنے پر کسی کو قدرت حاصل ہوگی تو لوگ عرض کریں گے نہیں۔ تو آپ فرمائیں گے بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

(اس کو امام احمد نے حدیث ابن عباس سے روایت کیا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی حکمت کی وجوہ

علماء اسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی حکمت میں کئی وجوہ بیان کی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱- سلسلہ نبوت ورسالت کا اختتام رحمت پر ہو (کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں)

۲- اللہ تعالیٰ نے آپ کی تکریم وتعظیم کی خاطر چاہا کہ آپ کی امت (موت کے بعد قبر میں) طویل مدت تک زمین کے نیچے نہ رہے۔ (اس لئے آپ پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا تاکہ جلدی قیامت کو قائم فرمایا جائے؟)

۳- سابقہ امتوں کے احوال سے بعد میں آنے والی امتیں مطلع ہوتی رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تکریم کے لئے آپ کی امت کو آخری امت بنایا تا کہ کوئی ان کے احوال سے مطلع نہ ہو۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ آپ کی شریعت کے لئے ناسخ ہوتا حالانکہ آپ کے شرف میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ کی شریعت تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے اور اس کو منسوخ کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جب نزول ہوگا تو وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اپنی شریعت پر عمل نہیں کریں گے کیونکہ وہ منسوخ ہو چکی ہے۔

اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ کیا جائے گا۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ کیا جائے گا اگرچہ عیسی علیہ السلام آپ کے بعد موجود ہوں گے۔

الحازن لمال اللّٰہ

اس اسم مبارک کو ابن دحیہ نے حضرت امام احمد کی مروی اس حدیث سے اخذ کرکے بیان کیا ہے جسے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

واللہ ما اوتیکم من شی ولا امنعکموہ ان انا الاخازن اضع حیث امرت (۲۷۷)

قسم بخدا میں تمہیں نہ کوئی شی اپنی مرضی سے دیتا ہوں اور نہ کوئی شی اپنی مرضی سے روکتا ہوں مین تو خازن ہوں وہی کرتا ہوں جس کا مجھے حکم دیا جاتا ہے۔

[(حوالہ ۲۷۷) مسند امام احمد ۲/۳۱۴]

الخاشع

اس اسم کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔اس پر مزید کوئی بات نہیں کی۔

خشوع کا مطلب

لغت میں خشوع سکون کے معنی میں ہے۔ازہری فرماتے ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے کا مطلب ہے اس کے سامنے تذلل اختیار کیا جائے اور ابن سیدہ نے المحکم میں فرمایا کہ

۲- خشع الرجل (فلاں نے خشوع کیا) کا معنی اپنے نگاہ کو زمین پر ڈالنا یعنی عاجزی کے ساتھ نگاہ جھکا لینا۔

۳- اور صوفیاء کرام کے نزدیک خشوع سے مراد حق کے لئے انقیاء اختیار کرنا ہے۔

۴- بعض حضرات نے فرمایا کہ رب کے حضور خشوع کرنے کا مطلب ہے اس کے حضور مکمل قصد و یکسوئی کے ساتھ قلب کا قیام ہے۔

۵- حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

انسان کے دل کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے خوف خشوع ہے۔

۶- حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

هو تذلل القلوب لعلام الغيوب

علام الغیوب کے حضور دلوں کا تذلل خشوع ہے۔

۷- حضرت محمد بن علی الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الخاشع بن خمدت نيران شهوته وسكن وخان صدره واشرق نورا لتعظيم في قلبه فماتت شهوته وحيي قلبه فخشت جوارحه

خاشع (خشوع کرنیوالا) وہ ہے جس کی شہوت کی آگ بجھ چکی ہو اور جس کے سینے سے اٹھنے والا دھواں ساکن ہو چکا ہو۔جس کے دل میں تعظیم الٰہی کا نور روشن ہو چکا ہو پس اس کی شہوت مردہ ہو چکی ہے اور اس کا دل زندہ ہو چکا ہے۔اور اس کے جوارح

واعضاء خشوع میں مصروف ہو چکے ہیں۔

۸- حضرت قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

صوفیاء کا اتفاق ہے کہ خشوع کا محل قلب ہے اور خشوع تواضع کے قریب ہے۔

الخاضع

اس اسم مبارک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور مزید اس پر کوئی بات نہیں فرمائی۔

لغت کی معروف کتاب صحاح میں ہے۔

خضوع کا معنی عاجزی اور تواضع ہے۔

ازہری فرماتے ہیں۔

خضوع اور خشوع قریب المعنی ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ خشوع کا تعلق بدن، آواز، آنکھ وغیرہ اعضاء ظاہرہ سے بھی ہے مگر خضوع کا تعلق صرف قلب سے ہے۔

الخبیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم اقدس کو قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے اس آیت کریمہ سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا (۲۷۸)

(وہ بڑی مہربانی والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بکر بن العلاء نے فرمایا کہ اس آیت میں مامور بالسوال غیر نبی ہے اور مسئول خبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور فرماتے ہیں۔

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں خبیر کا معنی شئی کی کنھیہ پر مطلع اور اس کی حقیقت کا علم رکھنے

[(حوالہ (۲۷۸) الفرقان: ۵۹]

والا ہے اور بعض نے کہا اللہ کے حق میں خبیر بمعنی مخبر (خبر دینے والا) ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ دونوں معنوں کے لحاظ سے خبیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے علم مکنون اور اپنی عظیم معرفت کے بارے میں جس علم سے آپ کو نوازا ہے اس کے آپ غایت درجہ کے عالم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس چیز کے متعلق امت کو خبر دینے کی اجازت دی ہے آپ اس کی اپنی امت کو خبر دیتے ہیں۔

خطیب النبیین

ابن دحیہ نے اس اسم پاک کا تذکرہ کیا ہے لیکن انہوں نے اس پر مزید کلام نہیں فرمایا۔ یہ اسم پاک حدیث سابق سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبھم (۲۷۹)

قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور ان کا خطیب ہوگا۔

انبیاء کے خطیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام سے مقدم ہوں گے اور ان کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے حضور کلام کریں گے۔
جیسا کہ حدیث شفاعت سے معلوم ہے۔

خلیل اللہ

اس اسم پاک کو ابن العربی، قاضی عیاض ابن دحیہ العزفی اور دیگر بہت سارے علماء کرام نے حضرت امام احمد کی اس مروی حدیث سے اخذ کر کے بیان کیا ہے جس حدیث کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لو کنت متخذا حدا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا وان صاحبکم خلیل اللہ (۲۸۰)

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا (لیکن) تمہارے صاحب تو اللہ کے

[(حوالہ ۲۷۹) مسند امام احمد ۵/ ۱۳۷، ۱۳۸]

[(حوالہ ۲۸۰) مسند امام احمد ۱/ ۴۶۳ - شفاء ۱/ ۴۱۱]

خلیل ہیں۔

خلیل خلۃ سے ماخوذ ہے اور خلۃ کی تفسیر اور اشتقاق میں اختلاف ہے۔

۱۔ بعض نے کہا خلیل وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے۔

۲۔ خلیل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو جائے۔

۳۔ بعض نے کہا کہ خلۃ کا معنی استصفاء (انتخاب کرنا) ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لئے فرمایا کہ وہ لوگوں سے دوستی و دشمنی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ان کے لئے خلیل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد و نصرت فرمائی اور انہیں بعد میں آنے والوں کے لئے پیشواء و امام بنایا۔

۴۔ بعض نے کہا کہ خلیل خلۃ سے ماخوذ ہے اور خلۃ کا معنی حاجت ہے لہٰذا خلیل کا معنی فقیر، محتاج ہوگا۔ حضرت ابراہیم کو خلیل اس لئے فرمایا گیا کہ آپ نے اپنی حاجت صرف اپنے ربّ تک محدود رکھی اور اپنے آپ صرف اسی کا محتاج بنائے رکھا۔

۵۔ ابن فورک فرماتے ہیں خلۃ وہ خالص مودت ومحبت ہے جو ایک دوسرے کو ہمراز بنا دیتی ہے۔

بعض شعراء نے کہا ہے۔

۱۔ قد تخللت سلك الروح مني

ولذا سمي الخليل خليلًا

۲۔ فاذا انطقت كنت حديثي

و اذا سكت كنت الخيلا

۱۔ بیشک میری روح کی تار مل چکی ہے

اسی لئے خلیل کو خلیل سے موسوم کیا جاتا ہے

۲۔ جب میں بولتا ہوں تو تم میری بات بن جاتے ہو

اور جب خاموش ہوتا ہوں تو تم خلیل بن جاتے ہو

۶۔بعض نے فرمایا کہ خلت کی اصل محبت ہے اور اس کا معنی مدد کرنا، مہربانی سے پیش آنا، بلند کرنا اور وسفارش قبول کرنا ہے۔

اور فرماتے ہیں خلۃ کا درجہ بنوۃ (بیٹا بننے) سے زیادہ قوی ہے کیونکہ والدین اور اولاد میں کبھی عداوت بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ (۲۸۱)

(تمہاری کچھ بیویاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں)

لیکن خلۃ عداوت یکجا نہیں ہوسکتی ہیں۔

پس اس اعتبار سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل فرمانے کی وجہ یا تو یہ ہوسکتی ہے انہوں نے اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کا محتاج رکھا اور اپنی حوائج کو صرف اسی کی بارگاہ تک محدود رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے انقطاع اور وسائط سے اعراض فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا اختصاص دوسروں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخفی الطاف سے نوازا اور ان کے باطن کو اپنے اسرارِ الوہیت اور اپنے محفوظ غیوب اور اپنی معرفت سے سرفراز فرمایا۔

یا ان دونوں عظیم الشان ہستیوں کو خلیل اس لئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مقدس ہستیوں کو چن لیا اور ان کے دلوں کو اپنے ماسوا سے الگ فرما لیا حتیٰ کہ ان کے دلوں میں اللہ کے سوا کسی کی محبت نہیں پائی گئی۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ خلیل وہ ہوتا ہے جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری چیز کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور صحیحین کی اس حدیث کا بھی یہی مطلب ہے جو حضرت ابن عباس مروی ہے کہ

لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلًا (۲۸۲)

[(حوالہ ۲۸۱) التغابن ۱۴]

خلیفۃ اللہ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ اس اسم کو ثقہ شخصیت ابوذکریا یحییٰ بن عائذ نے بیان کیا ہے اور فرمایا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شب میلاد فرشتوں نے آپ کا یہ نام رکھا ہے۔

واقعہ اسراء بیان کرنے والی احادیث میں ہے کہ انبیاء کرام نے شب معراج آپ سے یوں خطاب کیا۔

فنعم الاخ ونعم الخلفیة وحیاہ اللّٰہ من اخ وخلیفة

اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھائی اور خلیفہ کی جانب سے بقا وسلامتی سے نوازے۔

حدیث میں اللہ تعالیٰ پر بھی خلیفہ کا اطلاق وارد ہے۔

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاھل (۲۸۳)

اے اللہ تو ہی سفر میں میرا رفیق اور تو ہی میرے اہل میں خلیفہ ہے۔

اس لحاظ سے یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں خلیفہ کا معنے وکیل، باقی اور آخر ہے۔

خلافت مستخلف کے جانے کے بعد کا عمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے وجود دائمی کی وجہ سے ہر آخر کے بعد آخر ہے (اس لئے اللہ کی ذات پر بھی خلیفہ کا اطلاق آیا ہے)

(امام سیوطی فرماتے ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خلیفہ کا معنی یہ ہے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق کے درمیان نافذ فرمانے میں اللہ تعالیٰ کے نائب وخلیفہ ہیں اور خلیفہ کا یہ معنی وکیل کے معنی کے قریب ہے۔

[(حوالہ ۲۸۳) مسند امام احمد ۸۳/۵۔ مجمع الزوائد ۱۲۹/۱۰۔ المستدرک ۹۲/۲]

حضور کے حق میں خلیفہ بمعنی باقی بھی درست ہے کیونکہ آپ کا دین اور آپ کی شریعت تا قیام قیامت باقی ہے اور آپ کا دین تمام ادیان کے بعد ہے جسے کوئی منسوخ نہیں کرے گا۔

اور آپ کے حق میں خلیفہ بمعنیٰ آخر بھی صحیح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

خیر العالمین۔ خیر خلق اللہ

ان دونوں اسماء مبارکہ کو حضرت شیخ ابن دحیہ نے ذکر فرمایا ہے۔ یہ دونوں نام احادیث اور آثار مشہورہ سے ثابت ہیں اور دونوں متحد المعنیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (۲۸۴)

تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

یہ بات واضح اور ظاہر ہے کہ امت کو حاصل ہونے والا شرف اس کے نبی کے شرف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیر الانبیاء ہیں تو خیر العالمین بھی ہیں کیونکہ انبیاء کرام عالمین سے اشرف ہیں۔ عالمین میں ملائکہ بھی داخل ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔

امام بیہقی وغیرہ محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان والوں پر بھی فضیلت دی اور انبیاء کرام پر بھی فضیلت سے نوازا تو ان سے کسی نے عرض کیا آسمان والوں پر آپ کی کیا فضیلت ہے تو ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے فرمایا۔

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ (الانبیاء ۲۹)

اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔

[(حوالہ ۲۸۴) آل عمران: ۱۱۰]

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (۲۸۵)

بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے (کنز الایمان)

اور ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء کرام پر کیا فضیلت ہے؟ انہوں نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (۲۸۶)

اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (۲۸۷)

اور اے حبیب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

ابن عبد السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں اپنی کتاب "تنویر الحلك فی التفضیل بین البشر والملك" میں بہت عمدہ گفتگو فرمائی ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

درج ذیل احادیث سے مذکورہ فضیلت کی تردید نہیں کی جا سکتی۔

[(حوالہ (۲۸۵) الفتح: ۱-۲]

[(حوالہ ۲۸۶) سورۂ ابراہیم: آیت نمبر ۴]

[(حوالہ ۲۸۷) سورۂ السباء: ۲۸]

۱-لا تخیرونی علی موسٰی (۲۸۸)
مجھے حضرت موسیٰ پر ترجیح نہ دو۔
کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کے ساتھ عرض کیا۔
۲-یا خیر البریۃ (اے مخلوق میں سب سے افضل)
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ذٰلِكَ اِبْرَاھِیْم (۲۸۹)
(خیر البریۃ تو ابراہیم ہیں)
۳-حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وَلَا تَفَضِّلُوْنِیْ بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ (۲۹۰)
انبیاء کے درمیان مجھے فضیلت نہ دو۔
ان مذکورہ احادیث کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

۱-یہ آپ نے اس وقت فرمایا ہے جس وقت تک آپکو اپنے خیر الخلق ہونے کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔
۲-آپ نے یہ بطور تواضع اور اپنے سے کبر کی نفی کی غرض سے فرمایا ہے۔
۳-اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء پر ایسی فضیلت نہ دی جائے جو بعض انبیاء کے تنقص اور ان کے رتبۂ علیا سے انحطاط کا سبب بن جائے۔
۴-انبیاء کرام پر فضیلت دینے کی ممنوعیت کا تعلق نفس نبوت و رسالت سے ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام نفس نبوت و رسالت میں حد واحد پر ہیں۔ اس لئے کہ نبوت شئی واحد ہے جس میں انبیاء کرام کا باہم تفاضل نہیں ہو سکتا البتہ تفاضل کا تعلق ایسے امور

[(حوالہ ۲۸۸) حدیث نمبر ۱۷ ملاحظہ ہو]
[(حوالہ ۲۸۹) مسلم الفضائل حدیث نمبر ۱۵۰- ابوداؤد السنۃ حدیث: ۱۳]
[(حوالہ ۲۹۰) البخاری: ۴/۱۹۴ مسلم الفضائل حدیث: ۱۵۹]

سے ہے جو نبوت و رسالت کے علاوہ اور نبوت و رسالت سے اضافی ہیں۔
اسی لئے انبیاء کرام میں سے کچھ رسل ہیں اور کچھ اولوالعزم ہیں اور کچھ کو اللہ تعالیٰ نے بلند رتبہ سے نوازا اور بعض کو بچپن میں ہی نبوت سے سرفراز فرمایا۔

خير هذه الامة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو حضرت شیخ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس روایت سے اخذ کر کے بیان کیا ہے جس کو انہوں نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

هل تزوجت ؟ (کیا تو نے شادی کی ہے)
تو میں نے عرض کیا کہ میں نے شادی نہیں کی۔ اس پر انہوں نے فرمایا

فتزوج فان خير هذه الامة اكثرها نساء يعني النبي صلى الله وسلم

شادی کر لو کیونکہ اس امت میں سب سے افضل ہستی سب سے زیادہ بیویوں والے تھے۔ ان کی مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

حرف دال سے شروع ہونے والے اسماء

دار الحکمت

اس نام اقدس کو میں نے حدیث:

"انا دار الحكمة وعلى بابها" (۲۹۱)

(میں دار الحکمت اور علی اس کا دروازہ ہے) سے اخذ کیا ہے۔

امام حاکم نے اس حدیث کو المستدرک میں روایت فرما کر صحیح قرار دیا ہے اور ابن جوزی نے الموضوعات میں اس حدیث کے موضوع ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ

صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ صحت کے درجے کو بھی نہیں پہنچتی اور مرفوع بھی نہیں۔

داعی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ کی تحقیق کرنے والے علماء کی ایک جماعت نے اس اسم پاک کو ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ (۲۹۲)

(اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے)

اُجِيْبُ دَاعِيَ اللّٰهِ (۲۹۳)

[(حوالہ۲۹۱) الترمذی حدیث: ۳۷۲۷

[(حوالہ۲۹۲) الاحزاب:۴۶] [(حوالہ۲۹۳) الاحقاف:۳۱]

اللہ کے منادی کی بات مانو۔

وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ (۲۹۴)

جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے

حضرت امام بخاری وغیرہ محدثین نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں فرشتے آئے اور آپس میں کہنے لگے ان کے لئے کوئی مثال بیان کرو۔ ایک فرشتہ نے کہا ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی عمارت تیار کی اور پھر اس میں دسترخوان بچھا دیا۔ پھر ایک بلانے والے کو لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا پس جس نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہی وہ تو گھر میں بھی داخل ہو گیا اور دسترخوان سے کھانا بھی کھا لیا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھا سکا۔ فرشتوں نے ایک دوسرے سے کہا اگر اس مثال کی آپ کے لئے تاویل کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سمجھتے۔ تب فرشتوں نے کہا گھر سے مراد جنت ہے اور ''داعی'' (بلانے والا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (۲۹۵)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان ربکم فتح دارا وضع مأدبه وارسل داعیه فمن اجاب الداعی رضی اللّٰه عنه السید ودخل الدار واکل من المادبة اللّٰه هو السید والداعی محمد والدار الاسلام والمأدبة الجنة (۲۹۶)

[(حوالہ ۲۹۴) الاحقاف:]

[(حوالہ ۲۹۵) البخاری: ۹/۱۱۴]

[(حوالہ ۲۹۶) حدیث مجھے ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی البتہ سابقہ حدیث کے معنی میں ہے جس کی تخریج ۲۷۵ نمبر کے تحت ہو چکی ہے۔]

تمہارے رب نے گھر کو کھول دیا ہے اور دستر خوان چن دیا ہے اور بلانے والے کو بھیج دیا ہے پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی۔ اس سے آقا راضی ہو گیا اور وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دستر خوان سے کھانا کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ سید ہے اور داعی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور گھر سے مراد اسلام اور دستر خوان سے مراد جنت ہے۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس آیت کریمہ میں دعا سے موصوف فرمایا ہے۔

"واللّٰه يدعو الى الاسلام"

پس یہ اسم اللہ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے حضور کو موسوم کیا ہے۔

الدامع

اس اسم پاک کو میں نے اس حدیث سے اخذ کیا ہے جسے امام طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اے لوگو تم یوں درود بھیجا کرو۔

اللهم داحي المدحوات وبارئ المسموكات وجبار القلوب على فطراتها مشقيها وسعيدها اجعل شرائف صلواتك ونوامي بركاتك ورأفة تحيتك على محمد عبدك ورسولك الخاتم لما سبق والفاتح لما اغلق والمعلي الحق بالحق والدامغ جيشات الا باطيل كما حمل فاضطلع بامرك في طاعتك مستو فرا في مرضاتك غير نكل في اقدام ولا نغي في اعرام داعيا لرحيك حافظا لعهدك ماضيا على نفاذ امرك

اے اللہ زمینوں اور کشادگیوں کو پھیلانے والے اور آسمانوں اور بلندیوں کو پیدا

کرنے والے دلوں کو ان کی شقی وسعید فطرت پر قابو میں رکھنے والے، اپنی اشرف ترین رحمتیں اور بلند ترین برکتیں اور اپنی خاص مہربانیاں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرما جو تیرے بندے اور رسول ہیں (اور) اپنے پیش رو کے لئے خاتم اور بند شد کے لئے فاتح (کھولنے والے) ہیں اور حق کو حق کے ذریعے بلند کرنے والے، باطل کی بلندیوں کو کچلنے والے جب بھی انہیں مشقت میں مبتلا کیا گیا تو وہ تیرے امر کے ساتھ تیری اطاعت میں تیری مرضی کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے قوی بن گئے۔ آگے بڑھنے سے نہ باز رہنے والے اور نہ مشکلات میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ تیری وحی کی دعوت دینے والے اور تیرے عہد کی حفاظت کرنے والے اور تیرے امر کے نفاذ پر عمل کر گزرنے والے ہیں۔

دامغ، دمغتہ سے ہے۔ دمغتہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کے دماغ تک زخم پہنچا دیا جائے۔ دماغ انسان کی جائے قتل ہے جب کسی انسان کے دماغ تک ضرب پہنچ جائے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

الجیشات جیشتہ کی جمع ہے اور جیشہ بلند ہونے والی چیز کو کہا جاتا ہے۔ اسی لئے جب ہنڈیا کا جوش بلند ہوتا ہے تو جاشت القدر کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطل سے بلند ہونے والے ہر فتنہ وفساد کو ہلاک فرمانے والے اس کی بیخ کنی فرمانے والے ہیں۔

حرف ذال سے شروع ہونے والے اسماء

الذکر

اس اسم پاک کو العزفی اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

(الذکر بسکون کاف کا معنی ثناء وشرف ہے)

ابن دحیہ اور العزفی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کے ساتھ موسوم اس لئے فرمایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہٖ شریف ہیں اور دوسروں کو شرف بخشنے والے ہیں اور اپنے ذاتی شرف کی خبر دینے والے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذکر کی تینوں وجوہ جمع ہوگئی ہیں۔ (امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ تفسیر ابن جریر میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد

قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا (۲۹۷)

(بے شک اللہ نے تمہارے لئے عزت اتاری ہے وہ رسول)

میں ذکر سے مراد قرآن حکیم ہونے کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ دوسرے مفسرین کے نزدیک ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

الذکار

اس اسم مبارک کو میں نے اسم الاواہ کی شرح میں گزری ہوئی حدیث پاک سے اخذ کیا ہے۔

ذکار فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنی کثرت سے ذکر کرنے والا ہے۔

[(حوالہ ۲۹۷) سورہ الطلاق: ۱۰]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کثیر الذکر ہونا معلوم ومشہور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نیند اور بیداری کی حالت میں اور اپنی تمام حرکات وسکنات میں اور اپنے قیام وقعود میں اور اپنے تمام احوال میں اپنے رب کا ذکر کرنا اور اسے پکارنا معروف ومعلوم ہے۔

امام ابن ماجہ وغیرہ محدثین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ

ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یذکر اللّٰه فی کل احیانه (۲۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے تھے۔

ذوالقوۃ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انه لقول رسول کریم ذوقوۃ عند ذی العرش (۲۹۹)

بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے حضور۔

ایک قول کے مطابق ذوقوۃ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس قول کو قاضی عیاض نے نقل فرمایا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ذوقوۃ سے مراد جبریل امین ہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان اللّٰه هو الرزاق ذوالقوۃ المتین (۳۰۰)

[(حوالہ ۲۹۸) ابن ماجہ حدیث: ۳۰۲]

[(حوالہ ۲۹۹) التکویر: ۲۰]

[(حوالہ ۳۰۰) الذاریات: ۵۸]

(بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے)

حضرت امام ترمذی نے شمائل میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

ما رأیت احدا اسرع فی مشیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانما الارض تطوی لہ وانا لنجھد انفسنا وانہ لغیر مکترث

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کبھی نہیں دیکھا۔ گویا زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لپٹی جا رہی تھی۔ ہم اپنی طرف سے پوری طاقت صرف کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفتار میں کوئی تکلف نہیں فرماتے تھے۔

اسماعیلی نے اپنی معجم میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فضلت علی الناس بأربع بالسخاء والشجاعة وکثرة الجماع وشدة البطش (۳۰۱)

ہیثمی نے فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔]

مجھے چار چیزوں کے ساتھ لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ سخاوت، شجاعت اور کثرت جماع اور شدت پکڑ کے ساتھ۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے۔

اخبرنا عبید اللہ بن موسی عن اسرائیل عن جابر عن محمد بن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید البطش (۳۰۲)

[(حوالہ ۳۰۱) مجمع الزوائد: ۸/۲۹۹)

[(حوالہ ۳۰۲) امام سیوطی نے جامع کبیر میں نقل کیا ہے اور طبرانی کی الاوسط کا حوالہ دیا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں انس ابن مالک سے روایت کیا ہے اور کہا ذھبی نے اس کو خبیر منکر قرار دیا ہے اور اس حدیث کو اسماعیلی نے اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔]

محمد بن علی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سختی سے حملہ کرنے والے تھے۔

امام بخاری نے قتادہ کے واسطہ سے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ من اللیل والنھار وھن احدی عشرۃ قلت لانس او کان یطیقہ ؟

قال کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلاثین (۳۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن ورات کی ایک ساعت میں اپنی ازواج مطہرات پر گھومتے تھے حالانکہ وہ گیارہ تھیں (راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت انس سے عرض کیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا ہم کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی قوت عطا فرمائی گئی ہے۔

اور حلیہ میں طاؤس سے (اس کے آگے عبارت موجود نہیں)

[(حوالہ ۳۰۳) البخاری: ۱/۷۶]

حرف را سے شروع ہونے والے اسمائے گرامی

الراضی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۳۰۴)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

امام مسلم وغیرہ محدثین نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت فرمائی۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۰۵)

(اے میرے رب بے شک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (۳۰۶)

(اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں)

[(حوالہ ۳۰۴) الضحیٰ: ۵]

[(حوالہ ۳۰۵) سورہ ابراہیم آیت: ۳۶]

[(حوالہ ۳۰۶) سورہ المائدہ ۱۱۸]

اوراس کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور کہا۔

اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ (۳۰۷)

(اے اللہ میری امت میری امت)

اور رونے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو حکم فرمایا۔

"اے جبریل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر کہو کہ ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں عنقریب راضی کر دیں گے اور ہم تمہیں مایوس نہیں کریں گے"

ابن دحیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مذکورہ آیت کی تفسیر ہے۔

الراغب

اس اسم مبارک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ (الانشراح: ۸)

اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے حبیب اپنی رغبت صرف اپنے رب کے حضور پیش کرو اور مخلوق کی طرف رغبت مت کرو۔

اور ابن عباس نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے۔

تم اپنے رب کی طرف رغبت کرو اور اسی سے اپنی حاجت طلب کرو۔

اور عطا نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ

تم جہنم سے ڈرتے ہوئے اور جنت کی رغبت رکھتے ہوئے اپنے ربّ کی طرف تضرع کرو۔

ابن ابی عبلۃ نے فارغب کی بجائے فرغب پڑھا ہے۔

یہ باب تفعیل سے امر کا صیغہ ہے اور اس کا اسم فاعل مرغب آتا ہے۔

[(حوالہ ۳۰۷) صحیح مسلم ص ۱۹۱]

اَلرَّافِعُ الْوَاضِعُ

ابن سید الناس اور العزفی نے ان دونوں اسماء کو ذکر کیا ہے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رافع اور واضع سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ایک قوم (مسلم) کو بلند فرمایا اور ایک قوم (کفار) کو پست کیا۔ اور اپنے بیان سے اشیاء کو ان کے اپنے اپنے محل میں رکھا (ہر شے کو اس کا مقام عطا فرمایا)

(امام سیوطی کہتے ہیں)

یہ احتمال بھی ہے کہ اسم الواضع قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہو۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۳۰۸)

اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

الاصر، سے مراد شدت عبادت ہے اور

الاغلال سے مراد احکام شاقہ ہیں۔

جیسے کپڑوں اور بدن کے جس مقام کو نجاست لگے اسے کاٹ ڈالنا اور غنیمتوں کو جلانا اور گناہوں کا مکان کے دروازوں پر ظاہر ہونا، غلطی کرنے والے اعضاء کو قطع کرنا، توبہ میں جان کو قتل کرنا، قصاص کا بدون دیت واجب ہونا، زکوۃ میں مال کا چوتھائی حصہ ادا کرنا وغیرہ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں ناموں سے موسوم ہونا اس لئے بھی درست ہے کہ آپ نے شرک کو لوگوں سے اتار پھینکا اور اسلام کو سربلندی عطا فرمائی۔

یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں لیکن حدیث اسماء میں الواضع کی بجائے الخافض وارد ہے اور مسلم کی حدیث میں ہے۔

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین (۳۰۹)

اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کئی اقوام کو سربلندی سے نوازتا ہے اور

[(حوالہ ۳۰۸) الاعراف: ۱۵۷]

[(حوالہ ۳۰۹) مسلم صلوۃ المسافرین: ۱/۱۵۹ حدیث: ۲۶۹]

کئی دوسرے لوگوں کو اس کے ذریعے پست (ذلیل) کر دیتا ہے۔

راکب البراق

اس اسم کا تذکرہ قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے کیا ہے۔

امام ترمذی وغیرہ محدثین نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ شب معراج سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں براق اس حالت میں پیش کیا گیا کہ اس کے منہ میں نکیل پڑی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر زین ڈلی ہوئی تھی۔ پس براق نے کچھ شوخی کا اظہار کیا تو جبریل امین نے اسے فرمایا "کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس طرح پیش آ رہے ہو تم پر اللہ کے ہاں ان سے زیادہ مکرم کوئی بھی سوار نہیں ہوا۔ (یہ سن کر) براق شرمندگی کی وجہ سے پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ (۳۱۰)

صحیح حدیث کے بیان کے مطابق براق ایک چوپایا ہے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ہے۔ (۳۱۱)

اس کو اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے بجلی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے براق سے موسوم کیا گیا اور بعض نے کہا کہ اس کے بہت زیادہ صاف وشفاف ہونے کی وجہ سے براق کہا گیا اور بعض نے کہا کہ اس کے سفید ہونے کی وجہ سے براق کہا گیا اور بعض نے کہا کہ وہ دو رنگوں والا ہونے کی وجہ سے براق کے نام سے موسوم ہوا کیونکہ عرب شاۃ برق" اس بکری کو کہتے ہیں جس کے بالوں میں سفید بالوں کے مٹھے ملے جلے ہوں اور بعض نے کہا کہ اس کی تعبیر براق سے اس کے اشہب (سفیدی میں سیاہی آمیزش رنگ والا) ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

ابن منیر نے فرمایا:

براق کو یہ رنگ اس لئے عطا ہوا کہ سفید رنگ سب رنگوں میں افضل ہے اور

[(حوالہ ۳۱۰) المستدرک: ۴/۶۰۶ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسند احمد: ۴/۱۴۸ عن انس ری اللہ تعالیٰ عنہ]

[(حوالہ ۳۱۱) مسلم الایمان: ۱۴۵ حدیث: ۲۵۹]

اشھب تمام رنگوں میں سب سے زیادہ زینت بخشنے والا رنگ ہے۔

ہمارے شیخ امام شمنی فرماتے ہیں کہ

ابن ابوخالد کی کتاب الاحتفال میں ہے۔

براق کا چہرہ انسانی چہرے کی مانند ہے اور اس کا جسم گھوڑے کے جسم کی مانند اور ٹانگیں بیل کی ٹانگوں کی مثل ہیں اور دم ہرن کی دم کی طرح ہے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل براق پر کوئی سوار ہوا ہے یا نہیں اور کیا جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ براق پر سوار ہوئے تھے؟ میں نے اپنی کتاب ''الایۃ الکبریٰ فی شرح قصۃ الاسراء'' میں دیگر مسائل کے علاوہ اس موضوع پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔

راکب الجمل

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت شعیا (حضرت ذوالکفل) کی کتاب نبوت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا نگاہ دوڑاتے ہوئے اٹھ جاؤ دیکھو جو چیز تمہیں نظر آئے اس کی اطلاع دو۔ حضرت ذوالکفل فرماتے ہیں میں نے کہا میں دو آگے بڑھنے والے دو سواروں کو دیکھ رہا ہوں۔

ایک دراز گوش پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر پس وہ سواری سے اترے اور ایک نے اپنے ساتھی سے کہا شہر بابل اور اس کے بت تباہ ہو گئے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں

دراز گوش پر سوار سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اونٹ سوار سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ ملک بابل کی تباہی آپ کی نبوت اور آپ کی تلوار کے سبب آپ کے صحابہ کے ہاتھوں سے ہوئی۔

جیسا کہ آپ نے صحابہ سے اس کی تباہی کا وعدہ فرمایا تھا۔

(امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)

میں کہتا ہوں کہ جب نجاشی کے پاس آپ کا مکتوب مبارک پہنچا تو اس نے اسی لئے کہا تھا کہ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی راکب الحمار (دراز گوش سوار یعنی حضرت عیسیٰ) کے متعلق بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی راکب الجمل (اونٹ سوار یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق بشارت کی مانند ہے۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں مقاتل بن حیان سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی ''میرے امر میں کوشش کر'' غیر سنجیدگی اختیار نہ کر۔ اے پاک دامن کنواری عورت کے بیٹے میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ میں نے تجھے عالمین کے لئے نشانی بنایا۔ پس تو میری ہی عبادت کر اور مجھ پر ہی بھروسہ کر اور جو لوگ تیرے پاس موجود ہیں انہیں میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ میں اللہ حی اور ہمیشہ باقی وقائم رہنے والا ہوں (اور انہیں بتا دو) کہ وہ نبی، امی، عربی اونٹ ذرہ، تاج، نعلین اور عصا والے کی تصدیق کریں جو معمولی پیچدار بالوں والے مضبوط پیشانی والے، خمدار ابرو والے، سیاہ کشادہ آنکھوں والے، لمبی لمبی پلکوں والے، سفیدی میں سرخ لمبے لمبے ڈورے والی آنکھوں والے بلند بینی والے، کشادہ رخساروں والے (ہیں) جن کا پسینہ اور چہرہ موتیوں کی مانند (چمکدار) جن سے کستوری کی خوشبو بکھرتی ہے۔

اشکال

ابن عساکر کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ کی سواری اور عصا کے ساتھ کیوں خاص فرمایا گیا حالانکہ آپ نے گھوڑے اور دراز گوش کی سواری بھی فرمائی ہے اور عصا آپ کے علاوہ دیگر انبیاء نے بھی استعمال فرمایا ہے۔

جواب

ابن عساکر ہی نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان دونوں کے ساتھ تخصیص سے یہ بتانا

مقصود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ عرب کے علاوہ کسی دوسرے گروہ سے آپ کا تعلق نہیں کیونکہ اونٹ عام طور پر عرب کی سواری ہے اور ان کے ساتھ مختص ہے ان کے علاوہ کسی دوسرے گروہ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا اور عصا زیادہ تر اونٹوں کو ہانکنے اور مارنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

کثیر نے آپ کی تعریف میں کہا ہے۔

ینوح ثم یضرب بالهراوی فلا عرف لدیه ولا نکیر

اس میں آپ کے عربی ہونے پر دو کنائے استعمال ہوئے ہیں۔

فائدہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک اونٹ تھا جس کا نام عسکر تھا (۳۱۲)

رحمة للعٰلمین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۳۱۳)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں اور کافروں سب کے لئے رحمت ہیں کیونکہ کافروں کو دنیا میں پہنچنے والے اس عذاب سے بچایا گیا جو انبیاء کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں کو دیا گیا۔

ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے رحمت ہیں۔

مومن کو ہدایت مل گئی۔ منافق کو قتل سے امان مل گیا۔ کافر کے عذاب میں مہلت دی گئی۔

[(حوالہ ۳۱۲) یہ حدیث مجھے نہیں ملی]

[(حوالہ ۳۱۳) الانبیاء: ۱۰۷]

سمرقندی کہتے ہیں۔

آپ جنوں اور انسانوں کے لئے رحمت ہیں۔

شفاء میں ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا۔

هل اصابك من هذه الرحمة شيء ؟ (۳۱۴)

کیا تمہیں بھی اس رحمت سے کوئی حصہ ملا ہے؟

تو انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ میں اپنے انجام کے بارے میں ڈرتا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خوف سے اس آیت کریمہ کے ذریعے مامون فرما دیا۔

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ (الایة) (۳۱۵)

ابوبکر بن طاہر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو زینت رحمت سے آراستہ فرما دیا۔ پس آپ کی ذات اور آپ کے خصائل وصفات مخلوق پر رحمت ہیں۔ آپ کی حیات رحمت ہے اور آپ کا دنیا سے وصال فرمانا رحمت ہے۔

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم (۳۱۶)

میری حیات بھی تمہارے لئے خیر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لئے خیر ہے۔

اور آپ فرماتے ہیں

اذا اراد اللہ رحمة بامة قبض نبیها قبلها فجعله لها فرطًا

[(حوالہ ۳۱۴) شفاء: ۱/۷۵]

[(حوالہ ۳۱۵) التکویر: ۲۰]

[(حوالہ ۳۱۶) الجامع الصغیر: حدیث: ۳۷۷۰ حارث کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت انس سے روای تکیا ہے اور اس حدیث کے ضعیف ہونے کا بھی اشارہ دیا گیا ہے۔ مناوی کہتے ہیں حافظ عراقی نے المغنی میں فرمایا کہ اس کی سند میں ضعف ہے کہ اس میں حراش بن عبداللہ ساقط ہے۔]

وسلفا (۳۱۷)

جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کے نبی کو ان سے پہلے اٹھا لیتا ہے۔ پس نبی کو ان کے لئے اجر اور پیش رو بنا دیتا ہے۔

رحمة مهداة

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے مستدرک کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ امام حاکم نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا ایها الناس انی انا رحمة مهداة (۳۱۸)

اور امام طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بعثت رحمة مهداة (۳۱۹)

ابن دحیہ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی رحمت بنا کر بھیجا ہے کہ جس کا وہ بندوں سے کسی معاوضہ و بدلے کا خواہش مند نہیں کیونکہ ہدیہ دینے والا اگر ہدیہ رحمت کی بناء پر دے تو وہ اس کا کوئی عوض نہیں چاہتا۔

الرؤف الرحیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۳۲۰)

[(حوالہ ۳۱۷) الشفاء: ۱/۵۶ - مناحل الصفاء ص ۳]

[(حوالہ ۳۱۸) المستدرک: ۱/۳۵]

[(حوالہ ۳۱۹) جامع بیان العلم وفضلہ فی باب جامع فی قبض العلم: ۱/۱۵۴]

[(حوالہ ۳۲۰) التوبہ: ۱۲۸]

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان

ابن فورک وغیرہ علماء نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں نام اپنے ناموں میں سے عطا فرمائے ہیں۔

الرافۃ شدید ترین اور بلیغ ترین رحمت کو کہا جاتا ہے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں۔

رافۃ کا خاصہ یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ امور اور تکلیف دہ اشیاء اور مشکلات کو دور کرتی ہے۔ اور رحمت مرغوب کی طلب کو کہا جاتا ہے۔ اسی لئے رافۃ کو رحمت پر مقدم فرمایا گیا۔ کلام عرب میں رحمت مہربانی کرنے، شفقت کرنے، اور نرمی برتنے کو کہا جاتا ہے۔ رحمت کے یہ تمام معانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صحیح ہیں کیونکہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ احسان و مہربانی فرمانے والے اور سب سے زیادہ شفقت فرمانے والے اور سب سے زیادہ نرم و رقیق دل والے ہیں۔

اور رحمت اس معنی (رقت قلبی) کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے (کیونکہ وہ دل سے پاک ہے) اس لئے اللہ تعالیٰ کے حق میں رحمت کی رقت قلب کے لازم کے ساتھ تاویل کی جائے گی اور وہ ہے اہل خیر کے لئے خیر کا ارادہ فرمانا اور جو بندہ ثواب و جزاء کا مستحق ہے اس کو ثواب و جزاء عطا فرمانا اور جو سزا کا مستحق ہے اس سے سزا کو معاف فرمانا۔

(اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ درج ذیل حدیث روایت کی ہے)

اخبرتنی ام الفضل بنت محمد بقرأتی علیها اخبرنا ابوالفرج الغزی حضورا فی اربعة اخبرنا یوسف بن عمر الختنی،

اخبرنا ابن رواج حضورا فی الثالثه عن ابی ظاهر السلفی اخبرنا ابوالخطاب نصر بن عبدالله اخبرنا ابومحمد بن التبع اخبرنا الحسین بن اسماعیل المحاملی حدثنا محمد بن ادریس، حدثنا محمد بن عیسی بن الطباع حدثنا معاذ بن محمد بن ابی بن کعب حدثنا ابی عن جدی ابی قال سئل النبی صلی الله علیه وسلم ما اول ما انکرت من امر النبوة

قال ...... انی لفی صحراء وکلام فوقی یهوی الیّ اسمعه فاذا رجل یقول لِلاخر هو هو قال نعم فاستقبلو نی بوجوه لم ارها لخلقٍ قط وعلیهما ثیاب لم ارمثل حسنها قط ولهما ارواح لم اجد ریحا لا حد قط مثلها فاخذ احدهما بضعی واحذ الاخر بضعی الاخر لا اجد لهما مسا فقال احدهما لِلاخر اضجعه فاضجعانی بلاهصر ولا قصر فقال لصاحبه افلق صدره ففلق صدری فما اری بلا الم ولا وجع ولادم

فقال اخرج منه الغل والحسد وادخل فیه الرافة والرحمة فاخرج علقة رمی بها، واخرج شیا مثل الفضة فادخله فیه وقال هذه الافة والرحمة ثم قال بابهامه الیمنی علی صدری ثم قال اغد واسلم ثم قمت فجئت بغیر ما غدوت به من رحمتی للصغیر ورافتی علی الکبیر (۳۲۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ امر نبوت کی سب سے پہلی وہ کون سی چیز تھی جس کو آپ نے اجنبی پایا؟ آپ نے فرمایا میں ایک صحرا میں تھا اور میرے اوپر فضا میں گفتگو ہو رہی تھی جو میرے تک پہنچ رہی تھی جسے میں سن رہا تھا پس میں نے اچانک ایک شخص کو دیکھا جو

[(حوالہ ۳۲۱) مسند امام احمد ۵/۱۳۹]

دوسرے سے کہہ رہا تھا یہ وہ ہے۔ تو دوسرے نے کہا ہاں پھر وہ لوگ میرے سامنے ایسے چہروں کے ساتھ نمودار ہوئے جو میں نے کسی مخلوق کے کبھی نہیں دیکھے اور ان پر ایسا لباس تھا جس کی مثل حسین لباس میں نے کبھی نہیں دیکھا اور ان سے ایسی خوشبو بکھر رہی تھی جس کی مثل خوشبو میں نے کبھی کسی کے پاس نہیں پائی۔ پس ان میں سے ایک نے میرے پہلو کو پکڑا اور دوسرے نے دوسرا پہلو پکڑا لیکن مجھے ان کے لمس کا احساس تک نہ ہوا پس ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹا دو پس انہوں نے مجھے بغیر کسی تکلیف کے پہلو کے بل لٹا دیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کے سینہ اقدس کو چاک کر دو۔ اس نے میرا سینہ چاک کیا تو مجھے نہ تو کوئی درد محسوس ہوا اور نہ کوئی تکلیف ہوئی۔

اور نہ میں نے کوئی خون دیکھا۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا اس سے خیانت وحسد (بالفرض اگر ہوں تو) نکال دو اور رأفت ورحمت سے بھر دو۔ پس اس نے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا اور (اپنے پاس سے) چاندی کی مثل کوئی چیز نکال کر میرے سینے کے اندر داخل کر دی اور کہا یہ رأفت ورحمت ہے پھر اس نے اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھا میرے سینے پر پھیرا اور کہا جاؤ، سلامت رہو، اس کے بعد میں اٹھا اور جو حالت میں لیکر گیا تھا اس کے بجائے چھوٹے کے لئے رحمت اور بڑے کے ئے رأفت لیکر لوٹا۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے مذکورہ حدیث کے ہم معنی حدیث روایت کی ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر تخفیف وتسہیل فرمانا اور آپ کا بہت ساری اشیاء کو اس خوف سے ناپسند فرمانا کہ کہیں وہ امت پر فرض نہ ہو جائیں یہ آپ کی رأفت کے آثار میں سے ہے جیسا کہ آپ کا فرمان ہے۔

اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں انہیں ہر وضو اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا اور نماز عشاء کو رات کے تہائی حصہ تک موخر کرنے کا حکم دیتا۔ (۳۲۲)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان کی خبر دینا اور صوم وصال سے منع فرمانا اور

[(حوالہ ۳۲۲) مسلم الطہارۃ ۱/ ۲۲۰ حدیث ۴۲]

کعبہ معظمہ میں داخل ہونے کو ناپسند کرنا تاکہ امت مشقت میں نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ سے اس رغبت کا اظہار کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبّ وغیرہ کو اس شخص کے لئے رحمت اور طہارت و پاکیزگی کا باعث بنائے جس کو آپ نے سبّ فرمایا ہے۔ یہ سبّ امور آپ کی امت پر رأفت سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابن ابی حاتم عبدالرحمٰن بن بشیر کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدثنا موسیٰ بن عبدالعزی، حدثنا الحکیم بن ابان عن عکرمة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم جاءنی جبریل فقال لی یا محمد ان ربك یقرئك السلام وهذا ملك الجبال قدار سله معك وامره ان لا یفعل شیا الابامرك، فقال له ملك الجبال ان شئت ودمدمت علیهم الجبال وان شئت رمیتهم بالحصب وان شئت خسفت بهم الارض قال یا ملك الجبال فانی اناءبهم لعلهم ان یخرج منهم ذریة یقولون لا اله الا اللّٰه فقال ملك الجبال انت کما سماك ربك رؤف رحیم (۳۲۳)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جبریل امین میری خدمت میں حاضر ہو کر مجھ سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا رب تجھ پر سلام فرما رہا ہے اور یہ پہاڑوں کا (نگران) فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے حکم کی بجا آوری کرے۔ پہاڑوں کے فرشتے نے آپ سے عرض کیا اگر آپ چاہیں تو میں ان کافروں پر پہاڑوں کو گرا دوں اور اگر چاہیں تو ان پر پتھر برسا دوں اور اگر چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے پہاڑوں کے فرشتے؟ میں امید

[(حوالہ ۳۲۳) الدر المنثور ۳/ ۲۹۷]

رکھتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا ہوگی جو لا الٰہ الا اللہ پڑھے گی۔ پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کا یہ جواب سن کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کو اس طرح پایا جس طرح آپ کے ربّ نے آپ کا نام رؤف رحیم رکھا ہے۔

الرسول

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلاً (۳۲۴)

(اے حبیب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا)

اور فرماتا ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (۳۲۵)

(محمد اللہ کے رسول ہیں)

ازہری کہتے ہیں بھیجنے والے کے پیغام کو پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے اور یہ عربوں کے قول "جاءت الابل رسلاً" سے ماخوذ ہے۔ جب اونٹ گردہ در گردہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے آئیں تو اس وقت جاءت الابل رسلا کہا جاتا ہے۔

نبی اور رسول میں فرق

نبی اور رسول کے درمیان فرق بیان کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔

۱- علامہ واحدی رسول و نبی کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

رسول وہ ہے جسے مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہو اور جسے جبریل امین اللہ تعالیٰ کا پیغام آمنے سامنے پہنچائے اور جس کے ساتھ جبریل امین بالمشافہ ہم کلام ہو اور نبی کی نبوت الھامی یا منامی ہوتی ہے۔ پس ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں۔

۲- امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[(حوالہ ۳۲۴) النساء۔ ۷۹]

[(حوالہ ۳۲۵) الفتح ۲۹]

بعض لوگوں کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت مجردۃ فرشتے کی پیغام رسانی کے بغیر ہوتی ہے حالانکہ ایسا نہیں (بلکہ نبی کو بھی فرشتہ اللہ کی طرف سے پیغام پہنچاتا ہے)

۳۔ فراء نے رسول و نبی کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول نبی مرسل ہوتا ہے اور نبی محدث (جس کی طرف الہام کیا جاتا ہے) ہوتا ہے جس کی طرف فرشتہ کے ذریعے وحی نہیں کی جاتی۔

۴۔ حلیمی فرماتے ہیں۔

جس نبی کی طرف نئی شریعت وحی فرمائی گئی ہو اور ساتھ ہی اس کو تبلیغ کا حکم بھی دیا گیا ہو تو وہ رسول ہے اور یہی مشہور ہے۔

۵۔ بعض لوگوں نے کہا کہ جس نبی کو نئی شریعت وحی فرمائی گئی ہو اور اس کو تبلیغ کا حکم بھی دیا گیا ہو اور ساتھ ہی اس کو کتاب بھی عطا ہوئی ہو یا سابقہ شریعت کو منسوخ کرنے کا اختیار بھی تفویض ہوا ہو تو وہ رسول ہے۔

(مصنف فرماتے ہیں)

اس تعریف کے اعتبار سے نبی پر رسول کی وہ تعریف صادق آتی ہے جو تعریف حلیمی نے کی ہے۔

۶۔ بعض لوگوں کے نزدیک نبی اور رسول کا معنی ایک ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

ان لوگوں کے نظریہ کی تردید کی گئی ہے کہ اس کے مطابق تو نبیوں اور رسولوں کی تعداد برابر ہو جائے گی حالانکہ نبیوں کی تعداد رسولوں سے زیادہ ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء مائۃ الف واربعۃ وعشرون الف الرسل من ذالک ثلاث مائۃ وخمسۃ عشر جما

غفیرا (۳۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ان میں سے رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ کی جماعت کثیر ہے۔

فائدے

۱- اس بات پر اجماع ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انسانوں اور جنوں کی طرف رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاس (۳۲۷)

(اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے) (کنز الایمان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

بعثت الی الاحمر والاسود (۳۲۸)

(مجھے احمر واسود کی طرف مبعوث کیا گیا ہے)

بعض نے احمر واسود سے مراد انس وجن لئے ہیں اور بعض نے عرب وعجم صحیح مسلم میں ارشاد ہے۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَآفَّةً (۳۲۹)

مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔

رہ گئے فرشتے تو بعض نے کہا کہ آپ فرشتوں کی طرف رسول نہیں اسی قول کی حلیمی نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں تصریح کی ہے۔

اور حافظ ابوالفضل عراقی نے مختصر ابن صلاح کے حاشیہ میں اور امام جلال الدین محلی نے جمع الجوامع کی شرح میں اسی قول پر جزم کیا ہے۔

[(حوالہ ۳۲۷) سورۃ سبا ۲۸]

[(حوالہ ۳۲۸) مسند امام احمد ۱۶۲/۵ و ۳۲۸-فتح الباری ۴۳۹/۱]

[(۳۲۹) مسلم المساجد حدیث ۵]

اور جلال الدین محلی نے ذکر کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی اور علامہ برہان نسفی نے اپنی اپنی تفسیروں میں اس قول پر اجماع نقل کیا ہے اور شیخ تقی الدین سبکی نے مخالفت فرمائی ہے اور انہوں نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی طرف بھی رسول ہیں۔

۲۔ راجح قول یہ ہے کہ مقام رسالت کو نبوت پر فضیلت حاصل ہے ابن عبدالسلام سے منقول ہے کہ وہ نبوت کی رسالت پر فضیلت کے قائل تھے۔

رسول الرحمة ، رسول الراحة، رسول الملاحم

ان تینوں اسماء گرامی کو قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفاء (۲۳۰) میں ذکر کیا ہے۔

پہلا اسم مبارک (رسول الرحمۃ) ابن ماجہ کی اس حدیث پاک میں وارد ہے جو اسم ''امام الخیر'' کے تحت گزری ہے۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ آپ کائنات کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں اور راحت بمعنی استراحت ہے۔ اس کا مطلب بھی واضح ہے کیونکہ آپ شریعت حنیفیہ سمحہ کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں اور آپ نے لوگوں سے شرک کے بوجھ اور شدائد کی بیڑیاں اتار پھینکیں اور انہیں توحید کی تعلیم کے ذریعہ آرام وسکون بخشا۔ اور ملاحم ملحمۃ کی جمع ہے اور ملحمۃ میدان کارزار کو کہا جاتا ہے کیونکہ آپ جہاد اور تلوار کے ساتھ بھیجے گئے۔

الرفیع الذکر

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے اس قرآنی آیت سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ (۲۳۱)

(اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا)

[(حوالہ ۲۳۰) الشفاء: ۱/ ۴۵۱]

[(حوالہ ۲۳۱) الانشراح ۴]

اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آگے عبارت ساقط ہے)

تنبیہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک اسم الرفیع بھی ہے۔

رفیع الدرجات

اس اسم پاک کو میں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (۲۳۳)

(اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا) سے اخذ کیا ہے کیونکہ حضرت مجاہد کے قول کے مطابق اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور اس کو ابن دحیہ نے "مرفع للدرجات" کے لفظ کے ساتھ اس آیت کریمہ سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو رفعتوں اور بلندیوں سے نوازا آپ کو ایسے بے مثال فضائل سے خاص فرمایا جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں فرمائے۔ جیسا کہ آپ کو معراج، رؤیت عموم بعثت شفاعت سے نوازا اور آپ کے لئے غنائم کو حلال فرمایا اور زمین کو پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا اور پوری روئے زمین کو آپ کے لئے مسجد بنایا اور ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی آپ کا شرح صدر فرمایا۔ آپ کا ذکر بلند کیا۔ آپ کی حیات طیبہ اور آپ کے اسماء مبارکہ کی قسم یاد فرمائی۔ مقام محمود اور وسیلہ سے عظمت بخشی اور آپ کی فرشتوں اور معجزات کثیرہ سے تائید فرمائی۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار فضائل سے نوازا۔

رکن المتواضعین

یہ اسم پاک حضرت شعیا (ذوالکفل علیہ السلام) کی کتاب میں واقع تھا حرف میم

[(حوالہ ۲۳۲) تفسیر ابن کثیر ۸/۴۵۲]

[(حوالہ ۲۳۳) البقرۃ ۲۵۳]

کے تحت عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

الرھاب

اس اسم پاک کا ذکر اسم الاواہ کے تحت گزری ہوئی حدیث پاک میں موجود ہے۔

یہ الرھب (راء اور ھاء دونوں متحرک نہیں) سے ماخوذ ہے اور رھب کا معنی خوف ہے۔ یہ فعال کے وزن پر اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ الرھاب ترھب سے ماخوذ نہیں کیونکہ ترھب ثلاثی مزید فیہ ہے اور وہاب مبالغہ کا صیغہ ہے اور مبالغہ کا صیغہ ثلاثی مزید فیہ سے غالباً نہیں آتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اس سے موصوف فرمائیں۔

روح الحق۔ روح القدس

ان دونوں اسماء مبارکہ کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نام انجیل میں وارد تھے۔ اول کو ابن عربی اور العزفی نے بھی ذکر کیا ہے اور ثانی کو قاضی عیاض نے بھی ذکر کیا ہے۔

روح القدس کا معنی روح مقدسہ یعنی آلودگیوں اور عیوب سے پاک روح۔ اس لحاظ سے یہ اخبار الموصوف بالصفہ کے قبیل سے ہے۔ قرآن کریم میں وارد لفظ روح القدس کی تفسیر اسی سے کی گئی ہے اور وہاں پر جبریل امین مراد ہیں۔

روح الحق میں حق سے مراد یا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور روح کی اضافت، اضافت تشریفی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ فرمایا گیا اور وہاں بھی اضافت تشریفی ہے۔ یا الحق سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور اضافت، اضافت بیانیہ ہے۔ یعنی روح ھوالحق (روح جو کہ حق ہے)

حرف الزای سے شروع ہونے والے اسماء مبارکہ

الزاھد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم مقدس کو ابن دحیہ نے ذکر فرمایا ہے اور وہ فرماتے ہیں آپ کا یہ اسم ان اسماء میں سے جو کتب قدیمہ میں پائے جاتے تھے۔

زہد کی تعریف

زہد خلاف رغبت کو کہا جاتا ہے۔ زہد کے مطلب میں اختلاف ہے۔

اس میں درج ذیل اقوال منقول ہیں۔

۱- حرام کو چھوڑنا زہد ہے کیونکہ حلال مباح ہے۔

۲- حرام میں زہد واجب اور حلال میں فضیلت ہے۔

۳- سفیان ثوری فرماتے ہیں۔

زہد فی الدنیا امیدوں کو محدود کرنے کا نام ہے۔ مقوی اور لذیذ کھانے تناول کرنے اور عباء وقباء پہننے کا نام زہد نہیں۔

۴- قرآنِ کریم کی یہ آیت جن امور کو متضمن ہے زہد اسی کا نام ہے۔

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ (۳۳۴)

(اس لئے غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا)

۵- دنیا کو ترک کرنے اور اس کے حاصل کرنے میں پرواہ نہ کرنے کا نام زہد ہے۔

[(حوالہ ۳۳۴) الحدید ۲۳]

۶- دنیا کو زوال کی آنکھ سے دیکھنے کا نام زہد ہے۔

۷- اشیاء سے دل کو جدا کرنے اور املاک سے ہاتھ جھاڑ دینے کا نام زہد ہے۔

۸- حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

دل کو ہر اس چیز سے خالی کرنا جس سے ہاتھ خالی ہے اس کا نام زہد ہے۔

۹- دارانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہر چیز سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا نام زہد ہے۔

۱۰- عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ فقر کی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا نام زہد ہے۔

حضرت امام ترمذی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الزهادة فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعة المال ولکن الزهادة فی الدنیا ان لاتکون بما فی یدیك ارثق بما فی ید اللّٰه وان تکون فی ثواب المصیبة اذا انت اصبت بها ارغب فیها لو انها ابقیت لك (۳۳۵)

زہد فی الدنیا نہ حلال کو حرام سمجھنے کا اور نہ مال کو ضائع کرنے کا نام ہے بلکہ زہد فی الدنیا یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہیں جو کچھ ہے اس سے زیادہ قابل اعتماد نہ ہو اور جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو اس کے ثواب میں اس قدر زیادہ راغب رہنے کا نام زہد ہے کہ تم (کہو) کاش وہ مصیبت تمہارے لئے باقی رکھی جاتی (تاکہ مزید ثواب ملتا رہتا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور اس کی لذتوں کے بارے میں تمام لوگوں سے زیادہ زہد اختیار فرمانے والے تھے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس میں سب سے زیادہ رغبت رکھنے والے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عرض علی ربی لیجعل لی بطحاء مکة ذھبا قلب لا یا رب ولکن اشبع یوما واجوع یوما فاذاجعت تضرعت الیك وذکرتك واذا شبعت شکرتك وحمدتك (۳۳۶)

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بطحاء مکہ پیش فرمایا تا کہ اس کو میرے لئے سونا بنا دے۔ میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے رب مجھے یہ نہیں چاہیے۔ میں تو چاہتا ہوں ایک دن سیر ہو جاؤں اور دوسرے دن بھوکا رہوں جب بھوک لگے تو تیری بارگاہ میں تضرع کروں اور تیری یاد کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیرا شکر ادا کروں اور تیری حمد وثناء بیان کروں۔

الزکی

اس اسم گرامی کو حضرت شیخ ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ (۳۳۷)

(جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک فرماتا ہے)

(مصنف فرماتے ہیں)

اس اسم پاک کو یزکیکم سے اخذ کرنا صحیح نہیں کیونکہ یزکی ثلاثی مزید فیہ سے اسم فاعل کا صیغہ مزکی آتا ہے نہ کہ ذکی، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کا معنی صحیح ہے۔

زکاۃ کا معنی طھرۃ یعنی پاکیزگی ہے۔

[(حوالہ ۳۳۶) الترمذی حدیث: ۳۴۸]

[(حوالہ ۳۳۷) البقرہ: ۱۵۱]

الزمزمي

اس نام مبارک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں زمزمی زمزم کی طرف منسوب ہے اور زمزم وہ مبارک چشمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سیراب فرمایا تھا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی طرف منسوب ہونے کے زیادہ لائق و مستحق ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں) میں نے زمزم کے واقعات اور اس کے احکام ایک الگ مسودے میں جمع کئے ہیں۔

زين من وافي القيامة

اس اسم اقدس کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہیں لاتی تو اس گوہ نے کہا۔

السلام عليك يا زين من وافي القيامة (۳۳۸)

(اے قیامت کی جانب جانے والوں کی زیب و زینت آپ پر سلام ہو)

اس اسم کو ابن دحیہ نے بھی ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں جس قصہ کی طرف قاضی عیاض نے اشارہ فرمایا ہے وہ قصہ ایک موضوع حدیث میں وارد ہے۔ البتہ اس اسم کا معنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صحیح ہے۔

[(حوالہ ۳۳۸) الشفاء ۱/۵۹۴]

حرف سین سے شروع ہونے والے اسماء

سابق

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر فرمایا ہے اور اس پر کوئی بات نہیں کی گویا یہ اسم اس حدیث پاک سے ماخوذ ہے جسے امام طبرانی نے سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

السباق اربعة انا سابق العرب وصهيب سابق الروم وسليمان سابق الفرس وبلال سابق الحبش (۳۳۹)

سباق چار ہیں۔ میں سابق عرب ہوں اور صہیب سابق روم ہیں اور سلیمان سابق فرس اور بلال سابق حبش ہیں۔

الساجد

اس نام مبارک کو میں نے ان درج ذیل آیتوں سے اخذ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۱۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ (۳۴۰)

(اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو)

[(حوالہ ۳۳۹) مجمع الزوائد ۹/۳۰۵، ہیثمی نے طبرانی کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں سوائے عمارہ بن زادان کے کہ وہ ثقہ ہے اور اس میں اختلاف ہے۔]

[(حوالہ ۳۴۰) الدھر ۲۶]

۲-وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (۳۴۱)

(اور سجدہ والوں میں سے ہو جاؤ)

سبیل اللہ

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر دلیل یہ آیت کریمہ پیش کی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۳۴۲)

(جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں)

ماوردی فرماتے ہیں فی سبیل اللہ میں دو قول ہیں۔

۱-سبیل اللہ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

سدی فرماتے ہیں اس قول کو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔

۲-سبیل اللہ سے مراد دین اسلام ہے۔

سبیل کا معنی راستہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبیل اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا راستہ ہیں۔

السراج المنیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا (۳۴۳)

اے نبی ہم نے یقیناً آپ کو بھیجا شاہد اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب

ابن دحیہ فرماتے ہیں سراج کا معنی چراغ اور آفتاب ہے۔

[(حوالہ۳۴۱) الحجر ۹۸]

[(حوالہ۳۴۲) الاعراف ۴۵]

[(حوالہ۳۴۳) الاحزاب ۴۵]

آپ کو سراج سے موسوم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نور سے دنیا کو روشنی ملی اور آپ کے نور کی برکت سے کفر اور اس کی تاریکیاں مٹ گئیں۔

آپ کو سراج فرمانے کی حکمت

آپ کو سورج سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ سورج روشن سیاروں میں غایت درجہ روشن ہے۔

بعض نے فرمایا کہ آپ کو سراج فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا دین تمام ادیان کے درمیان اس طرح روشنیاں بکھیر رہا ہے جس طرح چراغ تاریک رات میں چمکتا اور روشنی بکھیرتا ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس طرح تاریکی میں انسان چراغ کے ذریعہ اپنے مقصود تک رسائی حاصل کرتا ہے اسی طرح بندہ ایمان اور اللہ تعالیٰ کی معرفت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ جلیلہ سے پہنچتا ہے۔

ابن عزفی فرماتے ہیں۔

ہمارے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج اس لئے فرمایا گیا ہے کہ ایک چراغ سے متعدد چراغ روشن کئے جاتے ہیں مگر اس کی روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح چراغ محمدی سے تمام طاعات کے چراغ روشن کئے گئے ہیں مگر آپ کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

ابن عزفی ہی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آفتاب سے تشبیہ دینے کی کئی وجوہ ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱- آفتاب اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا جب تک فجر اول اور فجر ثانی اس کے طلوع ہونے کی بشارت نہیں دیتے۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت مبعوث کیا گیا جب انبیاء کرام رسل عظام نے آپ کی تشریف آوری کی بشارت دی اور آسمانی کتب نے آپ کے اوصاف بیان کئے۔

۲- آفتاب میں دو وصف پائے جاتے ہیں

(۱) احراق (جلانا) (۲) اشراق (روشن کرنا) اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں نورانیت بھی ہے جو اولیاء اللہ کے دلوں کو منور کرتی ہے اور آپ کی تلوار میں آگ بھی ہے جو اعداء اللہ کے قلوب کو جلاتی ہے۔

۳- آفتاب میں ہدایت و رہنمائی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت بخشی اور راہ راست کی رہنمائی فرمائی۔

۴- آفتاب انوار فلکیہ کا سردار ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء کرام کے سردار ہیں۔

آپ کو منیر فرمانے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو منیر سے موصوف فرمایا ہے لیکن آفتاب کو منیر نہیں فرمایا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ آفتاب کی تخلیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے آفتاب کی حکومت و ریاست صرف دنیا تک محدود ہے جبکہ سید عالم صلی اللہ عیلہ وسلم کی ریاست وحکومت اور آپ کی نورانیت دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں تو دنیا سے بھی عظیم تر ہوگی۔

سر خطیلس

اس نام پاک کو عزفی نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام سریانی زبان میں ہے۔

اور اس کا معنی البر قلیطس ہے۔

سعید

اس نام اقدس کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے اس پر مزید کوئی بات نہیں کی۔

السلام

اس نام پاک کو العزفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس

نام سے موسوم کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نقائص سے پاک و محفوظ ہیں۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کے درج ذیل معانی بیان کیے گئے ہیں۔

۱- اللہ ہر آفت و نقص سے سلامتی والا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ اللہ تعالیٰ کی اسماء تنزیہ میں سے ہوگا۔

۲- اللہ تعالیٰ بندوں کو ہلاکتوں سے بچانے کا مالک ہے۔

اس معنی کے لحاظ سے اس اسم کا تعلق اللہ کی قدرت سے ہوگا۔

۳- جنتوں میں مومنوں پر سلام فرمانے والا ہے۔

اس اعتبار سے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم ازلی سے ہوگا۔

امام الحرمین نے اسی قول کو نقل کیا ہے۔

۴- وہ ذات جو مخلوق کو ظلم سے بچائے۔

۵- وہ ذات جو مومنوں کو عذاب سے بچائے۔

۶- وہ ذات جو مصطفین پر سلام بھیجے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (۳۴۴)

(اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر)

اور یہ اسم پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں پہلے اور چوتھے معنی کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ واضح ہے اور پانچویں معنی کے اعتبار سے بھی درست ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو ہدایت کے ذریعہ جہنم کے عذاب سے بچانے والے ہیں۔ تیسرا اور چھٹا معنی بھی آپ کے حق میں بعید نہیں۔

سید ولد آدم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اسم پاک کو علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا

[(حوالہ ۳۴۴) سورۃ النمل ۵۹]

ہے۔ آپ کے اسم ''الاول'' کے تحت مسلم شریف کی وہ حدیث مذکور ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ وارد ہیں۔

أنا سيد ولد آدم يوم القيامة (۳۴۵)

میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں روز قیامت کی تخصیص اس لئے فرمائی گئی ہے کہ اس دن آپ کی سیادت کا ظہور ہوگا۔

جہاں تمام انبیاء کرام آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر مبعوث فرمائے گا۔

سید کا وزن فیعل اصل میں یہ ساد یسود سے سیود تھا (پھر تعطیل کے ذریعہ سید بن گیا ہے)

سید کے معانی

سید کے درج ذیل معانی بیان کئے گئے ہیں۔

۱- وہ رئیس جس کی لوگ تابعداری کرتے ہوں اور جس کی بات حرفِ آخر تسلیم ہوتی ہو۔

۲- وہ شخصیت جس کے پاس لوگ اپنی حاجات لیکر حاضر ہوتے ہوں۔

۳- وہ شخصیت جو دین میں سردار ہو۔

۴- اچھے اخلاق والا۔

۵- وہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔

۶- فقیہ عالم

۷- جو علم، عبادت اور ورع میں فوقیت رکھے

۸- حلم و بردباری والا

۹- متقی

[(حوالہ ۳۴۵) مسلم الفضائل ۴/۱۷۸۲ حدیث ۲]

۱۰- وہ ذات جو ناراضگی نہ کرے

۱۱- وہ ہستی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم ہو

۱۲- سید کا معنی کبیر ہے

۱۳- وہ ذات جس پر حسد نہ کیا جائے

۱۴- جس کی اطاعت کی جائے

۱۵- وہ جو اپنے ہم عصروں پر ہر خیر کے معاملہ میں فوقیت رکھے

۱۶- اپنے حصہ پر قناعت کرنے والا

۱۷- اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی رہنے والا

۱۸- اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والا

۱۹- وہ ہستی جس کی شان فکر دنیا سے بلند و عظیم ہے

مذکورہ تمام معانی ابن دحیہ نے بیان کئے ہیں۔

ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مذکورہ تمام صفات کے اعتبار سے سید ہیں۔

حضرت امام احمد وغیرہ محدثین نے مطرف بن الشخیر سے جو حدیث روایت کی ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔

"انت سید قریش" (آپ قریش کے سردار ہیں) یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "السید اللّٰہ" (۳۴۷) سید تو اللہ ہی ہے۔

وہ شخص بولا۔ آپ قریش میں سب سے افضل اور سب سے عظیم تر ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

تم میں سے کوئی اپنی بات کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ ایسی بات کرے شیطان اس میں اس کی موافقت نہ کرے۔

اس حدیث پاک کے جوابات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم خیر العالمین کے تحت گزر چکے ہیں۔

[(حوالہ ۳۴۶) مسند امام احمد ۴/۲۴ و ۲۵]

تنبیہ

السید اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔

نحاس فرماتے ہیں سید کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا پر صرف غیر معرف ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں علم یا اصلاح کے ساتھ معروف لوگوں پر معرف باللام وغیرہ ہونے کی صورت میں بھی اس کے اطلاق کا جواز اظہر ہے البتہ غیر عالم اور غیر مصلح پر اس کا اطلاق مکروہ ہے۔

امام حاکم وغیرہ محدثین نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا قال الرجل للمنافق سید اغضب ربه عزوجل (۳۴۷)

جب کوئی شخص منافق کو سید کہتا ہے تو وہ اپنے ربّ کو ناراض کر لیتا ہے۔

سید الناس

رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اسم گرامی کو حضرت ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ شفاعت کی صحیح حدیث میں وارد ہے۔

انا سید الناس یوم القیامة وهل تدرون مم ذالك یجمع اللّٰه الاوّلین والآخرین فی صعید واحد

''میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہو گا؟ (پھر آپ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین وآخرین کو ایک ہموار میدان میں جمع فرمائے گا''

یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ انبیاء کرام کے پاس شفاعت کی غرض سے جانے کے بعد آپ کی بارگاہ میں شفاعت کے

[(حوالہ ۳۴۷) مستدرک الحاکم ۴/۳۱۱]

لئے حاضری دیں گے اور تمام انبیاء کرام اس دن نفسی نفسی پکاریں گے۔

سیف اللہ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے اس حدیث پاک سے اخذ کر کے ذکر کیا ہے جس میں وارد ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوت میں قصیدہ بانت سعاد سناتے ہوئے جب اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لسیف یستضاء بہ

فھند من سیوف الھند مسلول

اللہ کے رسول ایسی بے نیام ہندی تلوار ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔

تو آپ نے فرمایا من سیف اللہ (اللہ کی تلواروں میں سے بے نیام تلوار ہیں)

(یہ من سیوف الھند کی بجائے من سیوف اللہ کہو)

دیلمی نے مسند الفردوس میں عرفجہ بن صرتح سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

انا سیف الاسلام وابوبکر سیف الردۃ (۳۴۹)

میں اسلام کی تلوار ہوں اور ابوبکر ردۃ کے خلاف تلوار ہیں۔

حرف شین سے شروع ہونے والے اسماء گرامی

الشارع

اس اسم پاک کو العزفی نے ذکر کیا ہے اس کا اطلاق علماء کی زبانوں پر مشہور ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اور احکام بیان فرمائے اور شریعت جاری فرمائی۔ شرع اور شریعت سے مراد دین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنے اس ارشاد سے موصوف فرمایا ہے۔

شَرَعَ لَکُمْ الدِّیْنَ (۳۵۰)

(اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا)

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔

الشافع۔ المشفع۔ الشفیع

پہلا اور تیسرا نام اسم الاول کے تحت گزری ہوئی حدیث مسلم میں وارد ہے۔ اور دوسرا اکثر الانبیاء تابعا کے تحت گزری ہوئی حدیث میں وارد ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ولکل نبی دعوۃ مستجابۃ فتعجل کل نبی دعوتہ وانی اختبات دعوتی شفاعۃ لامتی فھی نائلۃ منھم من مات لایشرک

[(حوالہ ۳۵۰) الشوریٰ ۳]

باللہ (۳۵۱)

ہر نبی کے لئے ایک دعا مستجاب ہے پس سب انبیاء نے اپنی دعا میں تعجیل فرمائی اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ رکھا ہے۔ پس یہ شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کو شامل ہو گی جس کی موت اس حال میں واقع ہوئی ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

اور امام ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

خیرت بین الشفاعة وبین ان یدخل شطر امتی الجنة فأخرت الشفاعة لانها اعم واکفی اترونها للمتقین ؟ لاولکنها للمذنبین المتلومین الخطائین (۳۵۲)

مجھے شفاعت اور امت کے ایک حصہ کو جنت میں داخل کئے جانے کے درمیان اختیار دیا گیا تھا میں نے شفاعت کو اختیار کیا کیونکہ وہ زیادہ عام اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے۔

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ شفاعت متقی لوگوں کے لئے ہو گی؟ ایسا نہیں بلکہ وہ تو مجرموں، گنہگاروں، خطا کاروں کے لئے ہو گی۔

اقسام شفاعت

قیامت کے دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی شفاعتیں ثابت ہیں جن میں چند یہ ہیں۔

۱- شفاعۃ عظمیٰ: یہ شفاعت مغیل قضاء اور طول وقوف سے راحت دلانے میں ہو گی۔ یہ شفاعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص ہے۔ اس کا بیان حضرت ابو ہریرۃ، حضرت ابوبکر صدیق حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی حدیث میں وارد ہے۔

[(حوالہ ۳۵۱) مسلم کتاب الایمان ۱/۱۸۹ حدیث ۳۳۸]

[(حوالہ ۳۵۲) ابن ماجہ ص ۳۲۸ - حدیث ۴۳۱۱]

(مصنف فرماتے ہیں)

میں نے ان صحابہ کی احادیث کو الامالی علے الدرۃ الفاخرۃ میں جمع کیا ہے۔

۲- ایک گروہ کو بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل کرنے کے لئے ہوگی۔

امام نووی کہتے ہیں یہ شفاعت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے لیکن ابن دقیق العید اور سبکی نے اس میں تردد کیا ہے۔

۳- ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو جہنم کے مستحق ہیں لیکن شفاعت کی بدولت جہنم میں داخل نہ کئے جائیں گے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں یہ شفاعت آپ کے ساتھ مختص نہیں۔ امام نووی نے اس بارے میں تردد کا اظہار فرمایا ہے۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں تردد کی وجہ یہ ہے کہ اختصاص کی تصریح وارد نہیں اور نہ ہی نفی وارد ہے۔

۴- جو موحدین جہنم میں داخل کئے گئے ہیں ان کو جہنم سے نجات دلانے کے لئے ہوگی۔ اس شفاعت میں انبیاء کرام، فرشتے اور مومنین سب آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

۵- اہل جنت کے لئے جنت میں درجات کی بلندی کے لئے ہوگی۔

امام نووی نے اس شفاعت کا آپ سے اختصاص جائز قرار دیا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں فرقہ معتزلہ شفاعت کی پانچویں اور پہلی قسم کے منکر ہیں۔

۶- شفاعت کی یہ پانچ قسمیں جمہور نے بیان کی ہیں اور انہوں نے ان ہی پر اقتصار فرمایا ہے لیکن علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی ایک چھٹی قسم بھی بیان کی ہے اور وہ مستحق خلود کے عذاب میں تخفیف کی شفاعت ہے جیسا کہ ابوطالب کے حق میں امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آپ کے چچا حضرت ابوطالب کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعله تنفعه شفاعتي في يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من النار (۳۵۳)

[(حوالہ ۳۵۳) مسلم ۱/۱۹۵ الایمان حدیث ۳۶۰]

امید ہے کہ قیامت کے دن انہیں میری شفاعت نفع بخش ثابت ہوگی۔ پس انہیں جہنم کے بالائی حصہ میں رکھا جائے گا۔

۷۔ بعض حضرات نے شفاعت کی ساتویں قسم بھی بیان کی ہے اور وہ جنت کا دروازہ کھولنے کے لئے شفاعت ہوگی۔

الشاکر الشکار الشکور

پہلے اور دوسرے اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر فرمایا ہے۔ یہ صحیحین کی اس حدیث سے ماخوذ ہے جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

وہ کہتے ہیں۔

قام النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل له الیس قد غفر اللّٰہ لك ما تقدم من ذنبك وماتاخر قال: افلا اکون عبدًا شکورا (۳۵۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں اتنا طویل) قیام فرماتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک میں ورم آ گیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ نے آپ کو گناہوں سے معصوم نہیں فرمایا؟ تو آپ نے فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

علماء نے شاکر وشکور کے درمیان مختلف تعبیرات کے ساتھ فرق بیان کیا ہے۔ (جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں)

۱۔ شاکر وہ ہے جو موجود پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو مفقود پر شکر کرے۔

۲۔ شاکر وہ ہے جو عطیہ پر شکر ادا کرے اور شکور وہ ہے جو رد (واپس کرنے) پر شکر کرے۔

۳۔ شاکر وہ جو نفع پر شکر کرے اور شکور وہ جو منع پر شکر کرے۔

۴۔ شاکر وہ ہے جو عطا پر شکر کرے اور شکور وہ جو بلاء پر شکر کرے۔

ان تمام عبارات کا مطلب ایک ہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شکور شاکر سے زیادہ بلیغ ہے۔

تنبیہ

شاکر اور شکور اللہ تعالٰی کے اسماء میں سے ہیں۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ (۳۵۵)

اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (۳۵٦)

بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالٰی کے شاکر و شکور ہونے کا مطلب

ابن قتیبہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالٰی کا شاکر یا شکور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندے کو شکر ادا کرنے پر ثواب وجزاء عطا فرماتا ہے۔

بعض نے کہا کہ اس کا مطلب ہے۔

وہ ذات جس کے پاس بندوں کا عمل قلیل بڑھتا ہے۔ اور بعض نے کہا جو قلیل سی اطاعت پر بھی راضی رہے اور بعض نے کہا وہ جو بندوں کے شکر ادا کرنے سے پہلے ان کو ان کے شکر کا صلہ دے اور بعض نے کہا عمل قلیل پر جزائے جزیل عطا فرمانے والا اور بعض نے فرمایا خوشدلی سے اطاعت کرنے والوں کی تعریف فرمانے والا۔

الشاھد الشھید

اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

[(حوالہ ۳۵۴) مسلم صفات المنافقین: حدیث: ۷۹ تا ۸۰ (۴/۲۱۷۱)]

[(حوالہ ۳۵۵) البقرۃ: ۱۵۸]

[(حوالہ ۳۵٦) سورۃ فاطر: ۳۰]

۱- يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (۳۵۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۲- لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۳۵۸)

تا کہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو۔

۳- وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۳۵۹)

۴- وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (۳۶۰)

اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

شہادت خبر قاطع کا نام ہے (صحاح میں یوں ہی ہے)

شہادت کی اصل معائنہ ہے اور لغت کی معروف کتاب صحاح میں ہے کہ شاہد اور شہید دونوں کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سابقہ امتوں پر گواہی دیں گے کہ ان کے انبیاء نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات ان تک پہنچا دیئے تھے اور اپنی امت پر بھی گواہی دیں گے کہ انہیں پیغام خداوندی پہنچا دیا گیا تھا اور اپنی امت کے حق میں ایمان کی بھی گواہی دیں گے۔

امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے جی ہاں میں نے تبلیغ کی تھی پھر ان کی قوم کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے تمہیں تبلیغ فرمائی تھی؟ تو قوم بولے گی

[(حوالہ ۳۵۷) الاحزاب: ۴۵]

[(حوالہ ۳۵۸) الحج: ۷۸]

[(حوالہ ۳۵۹) البقرۃ: ۱۴۳]

[(حوالہ ۳۶۰) النساء: ۴۱]

ہمارے پاس نہ کوئی ڈرانے والا آیا نہ کوئی اور پھر نوح علیہ السلام سے فرمایا جائے گا کہ تمہارے حق میں کون گواہی دے گا وہ عرض کریں گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت گواہی دے گی۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں یہی شہادت مراد ہے۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الآیۃ (۳۶۱)

وسط سے مراد عدل ہے۔

تنبیہ

شہید اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس کا معنی عالم ہے اور بعض نے کہا قیامت کے دن اپنے بندوں پر شہادت دینے والا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسرے معنی کے اعتبار سے شہید ہیں جیسا کہ واضح ہے۔

حرف صاد سے شروع ہونے والے اسمائے گرامی

الصابر: اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے اس پر کوئی مزید بات نہیں کی۔

اس اسم پاک پر قرآن مجید کی بہت ساری آیات وارد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (۳۶۲)

تو اپنے ربّ کے حکم پر صابر رہو۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (۳۶۳)

اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

صحاح میں ہے۔

[(حوالہ ۳۶۱) البقرۃ: ۱۴۳]

[(حوالہ ۳۶۲) الدھر: ۲۴]

[(حوالہ ۳۶۳) النحل: ۱۲۷]

نفس کو جزع کے وقت قابو میں رکھنے کا نام صبر ہے۔ (۳۶۴)

رسالہ قشیریہ میں ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ جس میں انسان کے کسب کو دخل ہے اور دوسرا وہ جس میں انسانی کسب کو دخل نہیں۔

پس پہلی قسم وہ ہے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جس سے رکنے کی نہی فرمائی ہے۔ اس پر صبر کرنا۔

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کے جن احکام میں مشقت پائی جاتی ہے انہیں برداشت کرنا۔

صبر کی تعریف

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

''کڑواہٹ کو بغیر ترش روئی کے گھونٹ بھرنا صبر ہے۔

ذوالنون مصری نے فرمایا۔

مخالفات شرح سے بعد اختیار کرنا اور آزمائش کے وقت پرسکون رہنا صبر ہے۔

حضرت علی الخواص نے فرمایا۔

کتاب وسنت کے احکام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا صبر ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا۔

صبر بدنی ہوگا یا نفسی اگر شہوت بطن سے صبر ہے تو یہ عفت وپاکدامنی ہے اگر کسی مصیبت پر ہے تو وہ صبر ہے اور اس کی ضد جزع وہلع ہے۔

اگر احتمال غنی سے صبر ہے تو اس کو ضبط نفس کہا جاتا ہے۔ اور اس کی ضد بطر (اترانا تکبر کرنا) ہے اور اگر صبر جہاد وقتال میں ہے تو یہ شجاعت ہے اور اس کی ضد جبن (بزدلی) ہے۔

اور اگر غصہ کو قابو رکھنے پر ہے تو یہ حلم (بردباری) ہے۔

اگر اخفاء کلام پر ہے تو یہ کتم سر (راز داری) ہے اور اگر زندگی کی فضولیات

[(حوالہ ۳۶۴) الصحاح: ۲/ ۷۰۷]

وتعیشات سے صبر ہے تو یہ زہد ہے۔
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام مذکورہ معانی کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ صابر ہیں۔
ابن سعد نے طبقات میں فرمایا:
اخبرنا احمد بن الحجاج الخراسانی اخبرنا عبداللّٰه بن المبارك، اخبرنا اسماعیل بن عیاش كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اصبر الناس علی اقذار الناس (۳۶۵)

تنبیہ

الصبور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

الصاحب

اس نام پاک کو العزفی، ابن سید الناس اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر دلیل یہ آیات پیش کی ہیں۔
مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی (۳۶۶)
تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔
وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ (۳۶۷)
اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔
صاحب کا معنی عالم، حافظ اور لطیف ہے۔
العزفی فرماتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متبعین کے ساتھ حسن صحبت، آراستگی معاملات، عظیم مروت، وقار،

[(حوالہ ۳۶۵) طبقات ابن سعد: ۱/۲/۹۹]
[(حوالہ ۳۶۶) النجم: ۲]
[(حوالہ ۳۶۷) التکویر: ۲۲]

بھلائی، احسان وکرم نوازی سے پیش آتے تھے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر بھی حدیث مسلم میں صاحب کا اطلاق وارد ہے۔

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاھل (۳۶۸)

اے اللہ تو صاحب ہے سفر میں اور خلیفہ ہے اہل میں۔

صاحب التاج

اس اسم مبارک کو قاضی عیاض اور العزفی نے ذکر کیا ہے۔ آپ کا یہ اسم انجیل مقدس میں وارد تھا جیسے کہ اسم راکب الجمل کے تحت ذکر ہو چکا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں تاج سے مراد عمامہ ہے کیونکہ اس زمانے میں عربوں کے سوا کوئی عمامہ استعمال نہیں کرتا تھا۔

والعمائم تیجان العرب (۳۶۹)

(عمامے عربوں کے تاج ہیں)

صاحب الحُجّة

اس اسم پاک کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اوصاف میں سے ہے جو کتب قدیمہ میں پائے جاتے تھے۔ حجت بمعنی برہان ہے اور اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔ آپ کے معجزات بے شمار ہیں۔

امام بیہقی کے بقول آپ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ حضور کے معجزات کی تعداد ایک ہزار دو سو

[(حوالہ ۳۶۸) مسلم بشرح النووی: ۹/۱۱۰ - مسند احمد: ۵/۸۳ المستدرک: ۲/۹۹ - البیہقی: ۵/۲۵۲]

[(حوالہ ۳۶۹) الجامع الصغیر (فیض القدیر) حدیث: ۵۷۲۴ یہ حضرت علی سے مروی ہے۔ سیوطی نے قضاعی کا حوالہ دیا ہے اور بقول سخاوی وہ ضعیف ہے۔ اور یہی حدیث نمبر ۵۷۲۵ کے تحت ابن عباس سے مروی ہے اور اس کی سند میں عتاب ہیں اور بقول مناوی وہ ضعیف ہیں۔ اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔]

سے زائد ہے اور بقول بعض آپ کے معجزات کی تعداد تین ہزار ہے اور سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے۔

صاحب الحوض

اس اسم پاک کو ابن خالویہ، ابن عربی، قاضی عیاض اور العزفی رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

امام حاکم، امام احمد، امام ابن حبان نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

میرے حوض کی مسافت مقام ابلہ سے مقام صنعاء کی مقدار ہوگی اور اس کی چوڑائی اس کی لمبائی کی مانند ہوگی۔ اس میں جنت سے بہنے والے دو پرنالے ہوں گے۔ ایک چاندی کا ہوگا اور دوسرا سونے کا اور اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا جو اسے پئے گا اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی اور اس کے پیانوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہوگی۔ (۳۷۰)

(امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں)

ہم نے حدیث حوض کو پچاس سے زائد صحابہ کرام سے روایت کیا ہے اور ان سب کی احادیث کو ہم نے کتاب الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترہ میں جمع کیا ہے۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں۔

ایک جماعت کا مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض پل صراط کے بعد ہوگا اور صحیح بات یہ ہے کہ آپ کے دو حوض ہیں۔ ایک پل صراط سے پہلے اور دوسرا جنت میں اور دونوں کوثر کے نام سے موسوم ہیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ "حوض کوثر" میزان سے پہلے ہوگا یا بعد میں؟ صحیح بات یہ ہے کہ میزان سے پہلے ہوگا۔ حقیقت اسی کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ لوگ قبروں سے تشنہ لب نکلیں گے اور وہ

[(حوالہ ۳۷۰) مجمع الزوائد: ۱۰/۳۹۵]

میزان اور پل صراط سے پہلے حوض پر وارد ہوں گے۔

صاحب الکوثر

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔

روی مسلم عن انس قال (۳۷۱)

فائدہ

امام دارقطنی نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

من ارَادَ أن یسمع صریر الکوثر فلیجعل اصبعیه فی اذنیه (۳۷۲)

جو کوئی کوثر کی آواز سننا چاہے تو اس کو اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالنی چاہئیں۔

حافظ المزی کہتے ہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوثر کی مانند آواز سننا چاہتا ہے تو وہ ایسا کرے۔

صاحب الحطیم

اس اسم پاک کو ابن خالویہ اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ حطیم سے مراد حجر ہے اور

[(حوالہ ۳۷۱) اصل سے حدیث مسلم ساقط ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ میں حدیث نمبر ۵۳ ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ عن انس قال بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم بین اظهرنا اذا اغفی اغفاءۃ ثم رفع رأسه متبسما فقلنا ما اضحکك یا رسول اللہ قال نزلت علی انفا سورۃ فقرء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انا اعطینك الکوثر: رسول اللہ ایک دن ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اچانک آپ نے ہلکی سی اونگھ لی پھر آپ نے تبسم فرماتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس چیز نے ہنسایا فرمایا مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔]

[(حوالہ ۳۷۲) یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔]

بعض نے کہا حجر ہے اور بعض نے کہا کعبہ معظّمہ کے رکن اور باب کے درمیان کا حصہ حطیم ہے کیونکہ اس حصہ میں لوگوں کا اژدھام زیادہ ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس حصہ کو حطیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ عرب اس کے اوپر اپنے وہ کپڑے ڈال دیتے تھے جن میں وہ طواف کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ طول مدت کی وجہ سے بوسیدہ ہو کر پھٹ جاتے تھے۔ یہ فعیل بمعنی فاعل کے وزن پر ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حصہ کعبہ معظّمہ کا حصہ تھا۔ جس کو کعبہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ فعیل بھی مفعول ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حصہ باب سے مقام ابراہیم تک ہے۔ بعض نے کہا یہ رکن اسود سے باب تک اور باب سے مقام ابراہیم تک ہے۔ بعض نے کہا یہ شاذ روان ہے اور بعض نے کہا حجر اسود کی دیوار ہے۔ بعض نے کہا رکن سے مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان کا حصہ ہے۔

اسے حجر اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس جگہ قسمیں کھایا کرتے تھے اور یہاں مظلوم کی دعا قبول ہوتی تھی۔

بعض نے کہا کہ حطیم وہ حصہ ہے جس میں میزاب ہے۔

صاحب الخاتم

اس اسم پاک کو قاضی عیاض اور العزفی نے بیان کیا ہے اور خاتم سے مراد مہر نبوت ہے۔ یہ آپ کی ان علامات اور نشانیوں میں سے تھی جس کے ذریعہ اہل کتاب آپ کی معرفت حاصل کرتے تھے۔ اس کی کیفیت اور محل کے متعلق مختلف احادیث وارد ہیں۔ نیز اس بارے میں اختلاف ہے کہ مہر نبوت آپ کے جسد اقدس میں پیدائش کے وقت موجود تھی یا کہ نہ؟

عن عبداللّٰہ بن سرجس قال: اتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو جَالِسٌ فی اصحابہ فَدَرت من خلفہ فعرف الذی ارید فالقی الرداء عن ظھرہ فرأیت موضع الخاتم علی نفص کتفہ الیسری مثل الجمع خیلان سوداء کانھا التالیل (۳۷۳)

عبداللہ بن سرجس فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان رونق افروز تھے۔ پس میں آپ کی پشت مبارک کی جانب سے گرد گھوما اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ارادے کو پہچان گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پشت مبارک سے چادر ہٹالی پس میں نے آپ کے بائیں کندھے کی پتلی ہڈی پر مہر نبوت کی جگہ دیکھی جو بند مٹھی کے برابر تھی اور اس کے چاروں طرف تل تھے۔

النغض سے مراد کندھے کے کنارے کی پتلی ہڈی اس کو اس کی حرکت کی وجہ سے نغض کہا جاتا ہے یا اس لئے کہ گردن کے نیچے ہے جہاں سے انسان سر کو حرکت دیتا ہے۔

الجمع

(حرف جیم کے ضمہ وکسرۃ دونوں کے ساتھ) ہتھیلی کو جب بند کیا جائے تو اس کو جمع کہا جاتا ہے۔

الخیلان

خال کی جمع ہے۔ ان سے مراد سیاہ رنگ کے ابھرے ہوئے دانے ہیں۔

التالیل

تولول کی جمع ہے اور اس سے مراد جسم کے ظاہری حصہ پر ابھرے ہوئے دانے ہیں۔

شیخین نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں

ذھبت الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فنظرت الی الخاتم فاذا ھو وزر الجحلۃ (۳۷۴)

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

[(حوالہ ۳۷۴) البخاری کتاب الوضو باب: ۴۰]

پس میں نے آپ کے دونوں شانوں مبارک کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا۔ پس وہ چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح تھی (یا پرندے کے انڈے کی مانند تھی)

امام ترمذی نے ابوزید عمرو بن اخطب انصاری سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

مسحت ظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم فوقعت اصابعي على الخاتم قيل وما الخاتم ؟ قال شعرات مجتمعات (۳۷۵)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر واقع ہوئیں ان سے کہا گیا کہ مہر نبوت کیا تھی؟ تو انہوں نے فرمایا بالوں کا ایک مجموعہ تھا۔

اور تاریخ القضاعی میں ابوزید عمرو بن اخطب انصاری کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

ثلاث شعرات مجتمعات (تین باریک بالوں کا مجموعہ تھا)

اور مسند امام احمد میں ان کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

شعر مجتمع على كتفيه

آپ کے شانہ مبارک پر بالوں کا ایک مجموعہ تھا۔

مہر نبوت کا بیان

امام ترمذی نے حضرت ابونصرۃ سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوسعید خدری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔

كان في ظهره بضعة لحم ناشرة (۳۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر گوشت کا ایک ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔

اور تاریخ ابن عساکر میں ان کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

لحم ناشز بين كتفيه

[(حوالہ ۳۷۵) شمائل ترمذی برحاشیہ مواھب اللدنیہ ص ۳۱]

[(حوالہ ۳۷۶) مسند امام احمد: ۳/۹]

آپ کے دونوں شانوں کے درمیان ابھرا ہوا گوشت تھا۔

اور اسی کتاب میں ان کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

بضعة لحم علی جسدہ

آپ کے جسم پر گوشت کا ایک پارہ تھا۔

امام مسلم نے جابر بن سمرہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں۔

رأیت خاتم النبی کتفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل بیضة الحمامة (۳۷۷)

میں نے مہر نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں مبارک پر کبوتری کے انڈے کی مانند دیکھی۔

اور امام ترمذی کے ہاں ان کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

حمراء مثل بیضة الحمامة (۳۷۸)

مہر نبوت کی رنگت سرخ اور مقدار کبوتری کے انڈے کی مانند تھی۔

اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ان کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

عند کتفہ مثل بیضة الحمامة تشبہ الجسد (۳۷۹)

مہر نبوت آپ کے شانے کے قریب کبوتری کے انڈے کی مانند تھی جس کی رنگت آپ کے جسم کی رنگت کے مشابہ تھی۔

امام ترمذی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

خاتم النبوۃ اسفل من غضروف کتفہ مثل التفاحة (۳۸۰)

مہر نبوت آپ کے شانے کی نرم ہڈی سے نیچے سیب کی مانند تھی۔

[(حوالہ ۳۷۷) مسلم الفضائل: ۱۰۹]

[(حوالہ ۳۷۸) الترمذی المناقب باب: ۱۱]

[(حوالہ ۳۷۹) الترمذی فی الشمائل برحاشیہ المواہب ص ۲۹]

[(حوالہ ۳۸۰) الترمذی المناقب باب: ۲۳ مسند امام احمد: ۴/۱۶۳]

امام بیہقی نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

والختم الذی بین کتفی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لحمۃ نائیۃ (۳۸۱)

مہر نبوت جو حضور کے دونوں شانوں کے درمیان تھی وہ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

اور امام احمد نے قرۃ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

اتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولمستہ فوجدت علی نفض کتفیہ مثل السلعۃ (۳۸۲)

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کے جسم اقدس کو چھوا تو آپ کے دونوں کندھوں کی آخری پتلی ہڈی پر غدود کی مثل کوئی چیز محسوس کی اور تنوخی نے ہرقل روم کے قاصد سے نقل کیا ہے۔

وہ کہتا ہے۔

نظرت الی خاتم النبوۃ فاذا بخاتم فی موضع غضون الکتف مثل الجمۃ الضخمۃ (۳۸۳)

میں نے مہر نبوت کی طرف نگاہ کی تو وہ مجھے شانے کی سلوٹ کی جگہ گوشت پر خوب پیوست ہونے والے پچھنے کے اوزار کے اثر کی مانند کوئی چیز نظر آئی۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔

المحجمۃ الضحمۃ سے مراد گوشت میں پیوست ہونے والے اوزار کا اثر مراد ہے جب اوزار گوشت میں پیوست ہوتا ہے تو اس کا اثر واضح نظر آتا ہے۔

اور ان کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

علی غضروف کتفیہ مثل المجم الضحم

[(حوالہ ۳۸۱) دلائل النبوۃ: ۱/۱۹۳]

[(حوالہ ۳۸۲) مسند احمد: ۳/۴۳۴، ۴۳۵ و ۵/۳۵]

[(حوالہ ۳۸۳) المسند: ۴/۷۵]

یعنی مہر نبوت آپ کے شانہ مبارک کی نرم ہڈی کے اوپر پچھنے کے بڑے زخم کی مانند تھی۔

اور ابو رمثہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں۔

انطلقت الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فنظرت الی مثل السلعۃ بین کتفیہ

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان غدود کی مانند (مہر نبوت) دیکھی۔

اور ان سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

فاذا فی نغض کتفیہ مثل بعرۃ البعیر او بیضۃ الحمامۃ (۳۸۴)

میں نے آپ کے شانے کی آخری پتلی ہڈی میں اونٹ کی مینگنی یا کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابو زید بن اخطب سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

رایت الخاتم علی ظہر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حُجمۃٍ ناتیۃ

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت کو پچھنے کے سوجھے ہوئے زخم کی مانند دیکھا۔

اسی تاریخ ابن عساکر میں ابو زید بن اخطب کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

مثل انسان مال بظفرہ یعنی کانہ یختم بہ

ابن عساکر نے ابن عمر سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

کان خاتم النبوۃ علی ظہر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل البندقۃ من لحم علیہ مکتوب محمد رسول اللّٰہ (۳۸۵)

مہر نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر گوشت کی گولی کی مانند تھی اور

[(حوالہ ۳۸۵) مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔]

اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

اور تاریخ نیشاپوری میں

مکتوب فیها باللحم (جس میں گوشت کے ساتھ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا) کے الفاظ ہیں۔

ایک اور روایت جس کو امام طبرانی نے عباد بن عمرو سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں عباد ابن عمرو فرماتے ہیں۔

کان کرکبة العنز علی طرف کتفه الایسر

مہر نبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں شانے پر بکرے کے گھٹنے کی مانند تھی۔

اور صحیح ابن حبان میں ہے۔

کبیضة نعامة شتر مرغ کے انڈے کی طرح تھی۔

تاریخ ابن خیثمہ میں ہے۔

کان شامة خضراء متحفرة فی اللحم

مہر نبوت سبزی مائل گوشت میں ایک گہرا تل تھا۔

اور اسی کتاب میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

کشامة سوداء تضرب الی العفرة حولها شعرات مترا کمات کانه عرق الفرس

مہر نبوت سیاہ مائل بہ زرد رنگت والے تل کی طرح تھی جس کے اردگرد تہہ در تہہ بال تھے جو گھوڑے کے پسینہ کی طرح محسوس ہوتی تھی۔

اور مولد العزفی میں ہے۔

شامة حمراء یحتفرة فی اللحم قلیلا اسفل کتفه

آپ کے کندھے مبارک سے نیچے سرخ رنگ والا گوشت میں معمولی گڑھا ڈالنے والا تل تھا۔

اور اسی میں ہے۔

عند منكبه اليمنى

یعنی آپ کے دائیں کندھے کے قریب تھی۔

اور ابو جعفر عقیلی کی مسند میں ہے۔

شعر مجتمع عند كتفيه مثل نفية البعير

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے قریب بالوں کا ایک مجموعہ تھا جو اونٹ کے گھٹنے کی مانند تھا۔

نفية

نون، خاء اور یا سے مرکب ہے اور نفیہ اونٹ کے اعضاء کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو زمین پر لگتا ہے جیسے گھٹنہ یا اس کی مثل دوسرے حصے۔

اور حکیم ترمذی کی کتاب میں ہے۔

البيضة خاتم مكتوب في باطنها الله وحده لا شريك له وفي ظاهرها توجه حيث شئت فانك منصور

مہر نبوت انڈے کی مثل تھی جس کے اندرونی حصہ میں اللہ وحدہ لا شریک لہ (اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں) لکھا ہوا تھا اور بیرونی حصہ میں توجہ حیث شئت فانک منصور (جہاں چاہو متوجہ ہو جاؤ آپ نصرت یافتہ ہیں) لکھا ہوا تھا۔

سیرت ابن ہشام میں ہے۔

عدرة كعدرة الحمامة

مہر نبوت کبوتر کے چوگ کے دانے کی طرح ایک دانہ تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے

كتينة الخيرة تضرب الى الدهمة مما يلي القفال قالت فلمسته حين توفي فوجدته قدرفع

مہر نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی مبارک کے قریب انجیر کے دانے کی مانند

سیاہی مائل رنگت والی تھی اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ حضور کے وصال کے وقت میں نے مہر نبوت کو تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ اٹھالی گئی ہے۔

ابن عائذ کی مولد میں ہے۔

كان نورا يتلالاء

مہر نبوت ایک چمکتا ہوا نور تھا۔

(مصنف فرماتے ہیں)

مہر نبوت کے بارے میں یہ مذکورہ اقوال وروایات وہ ہیں جو مجھے دستیاب ہوئے اور میں نے سب کو یہاں جمع کر دیا اور میرے خیال میں مذکورہ اقوال وروایات ایک دوسرے کے موافق ہیں اور آپس میں جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ ہر ایک نے مہر نبوت کو اسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جو چیز اس کے خیال میں زیادہ واضح تھی۔ کسی نے کہا مثل زر الحجلۃ (چھپر کھٹ کی گھنڈی یا پرندے کے انڈے کی مثل تھی) اور کسی نے کہا غدۃ مثل البیضۃ (انڈے کی مانند غدود تھا) اور کسی نے "بضعة لحم ناشزة" (گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا) اور کسی نے مثل التفاحۃ (سیب کی طرح تھی) کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور کسی نے لحمة ناتية (سوجھے ہوئے گوشت) سے تعبیر کیا ہے اور کسی نے کہا مثل المحجم (پچھنے لگائی ہوئی جگہ کی مانند) اور کسی نے کہا کہ كركبة الغنز (بکرے کے گھٹنے کی طرح) اور کسی نے کہا کتینۃ (انجیر کے پھل کی طرح تھی)

ان تمام الفاظ کا مدعا ایک ہی ہے یعنی مہر نبوت گوشت کا ایک پارہ تھا۔

الحجلة

ایک معروف پرندہ ہے اور زرھا سے مراد اس کا انڈہ ہے اور بعض نے کہا حجلۃ چھپر کھٹ کو کہا جاتا ہے زر کی جمع ازرار ہے۔

اور جس شخص نے مہر نبوت کو بال قرار دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مہر نبوت کے اردگرد بال تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مہر نبوت بعینہٖ بال تھے۔

کیونکہ دوسری روایت میں ہے مراکباً علیہ یعنی بال اس کے اوپر تہہ بہ تہہ تھے۔

اور اسی طرح جس نے مہر نبوت پر نور کا اطلاق کیا ہے اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ مہر نبوت سے نورانیت اور روشنی پھوٹتی تھی۔

ہاں البتہ جس نے انه شامة منحفرة (کہ وہ گوشت میں گہری علامت تھی) سے تعبیر کیا ہے اگر انحفار سے اس کی مراد نشوز وارتفاع (ابھار و بلندی) کی ضد ہے تو پھر یہ روایت دیگر روایات کی مخالف ہوگی۔

یوں ہی مہر نبوت کی رنگت میں سیاہی، سرخی، سبزی وغیرہ کا ذکر یا تو گوشت کی رنگت بتانی مقصود ہے یا آپ کے جسم اقدس کی رنگت کی مانند بتانی مقصود ہے۔ یہ سب مطلب قریب قریب ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مہر نبوت سرخ رنگ کی ہو اور یہی آپ کے جسم اقدس کی رنگت ہے کیونکہ آپ کے جسم اقدس کی رنگت میں سفیدی اور سرخی کی آمیزش تھی یعنی آپ کا جسم سفید مائل بہ سرخی تھا اور مہر نبوت کی رنگت پر سیاہی کا اطلاق اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کے اردگرد سیاہ بال تھے اور جس نے رنگت سیاہ بیان کی ہے اس نے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ وہ زردی مائل تھی اور یہی اس کا بھی مطلب ہے جس نے کہا سرخی میں سبزی کی آمیزش تھی۔

اس سے مراد گندم گوں رنگت ہے اور یہ آپ کے جسم اقدس کی رنگت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مہر نبوت کی رنگت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کی رنگت کی مثل تھی۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

احادیث صحیحہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر نبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں شانے پر ابھری ہوئی کوئی چیز تھی اس کی قلیل مقدار بیان کی جائے تو وہ انڈے جتنی تھی اور کبیر مقدار بیان کی جائے تو وہ بند مٹھی جتنی تھی۔

اختلاف محل

ظاہر یہ ہے مہر نبوت آپ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان تھی۔ اس کی تعبیر

میں عبارات مختلف ہیں۔ کسی نے شانے سے تعبیر کیا اور کسی نے پشت سے اور کسی نے ''علی'' کے ساتھ اور کسی نے ''عند'' کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ ان تمام الفاظ کا مدعا ایک ہی ہے۔ جس نے کہا کہ مہر نبوت بائیں شانے پر تھی تو اس کے خیال میں بائیں شانے کے قریب تھی اور جس نے کہا کہ دائیں شانے پر تھی تو اس نے دائیں شانے کے قریب سمجھا۔

سہیلی فرماتے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ مہر نبوت بائیں شانے کی کنارے والی پتلی ہڈی کے اوپر تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور یہ جگہ شیطانی وسوسہ کے داخل ہونے کی جگہ ہے۔

کیا مہر نبوت ولادت کے وقت موجود تھی؟

مہر نبوت ولادت کے وقت موجود تھی یا بعد میں اتاری گئی؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ ولادت کے وقت موجود تھی اور بعض کا خیال ہے کہ بعد میں اتاری گئی تھی۔

ابن عساکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت اور شق صدر کے متعلق ایک طویل حدیث شداد بن اوس سے مرفوعاً روایت کی ہے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اچانک میرے سامنے تین شخص نمودار ہوئے اور اسی حدیث میں یہ بھی فرمایا ان میں سے تیسرا میری طرف متوجہ ہوا۔ اس کے ہاتھ میں نور کی شعاعیں بکھیرنے والی ایک مہر تھی جسے اس نے میرے دونوں شانوں اور چھاتی کے درمیان رکھا۔ جس کی وجہ سے میں کافی دیر تک ٹھہرا رہا اور میں اس مہر کی ٹھنڈک کو (اب بھی) اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔ (۳۸۶)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

[(حوالہ ۳۸۶) حدیث مجھے نہیں ملی]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مہر نبوت آپ کے جسم اقدس میں واقع تھی۔ (ایک شانوں کے درمیان اور دوسری چھاتی میں)

والعلم عند اللہ

حضرت قاضی عیاض اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

مہر نبوت شق صدر کرنے والے فرشتے کے شق کا اثر تھا اور یہ آپ پر ولادت کے بعد اتاری گئی تھی۔

(امام جلال الدین سیوطی کو یہ استدلال پسند نہیں آیا۔ اسی لئے انہوں نے وفیہ فرما کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے)

اور امام نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض کا یہ فرمانا کہ مہر نبوت شق صدر سے پیدا ہونے والا اثر تھا۔ یہ قول درست نہیں کیونکہ شق تو سینے اور پیٹ مبارک پر واقع ہوا ہے اور مہر نبوت پشت مبارک پر تھی نیز شق کا اثر تو وہ طویل لکیر تھی جو آپ کے سینۂ اقدس سے ناف مبارک تک نمایاں نظر آتی تھی۔

اور ابو یعلی نے بھی شداد بن اوس کی حدیث نقل کی ہے جس میں ہے۔

فرشتے کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر تھی جس کو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پر لگایا تو آپ کا قلب انور نور سے جگمگا اٹھا۔

واقدی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بارے میں شک میں پڑ گئے تو اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان رکھنے کے بعد کہا ''حضور وصال فرما گئے ہیں'' آپ کے دونوں شانوں کے درمیان واقع مہر اٹھا دی گئی ہے۔

فائدہ

امام حاکم نے مستدرک میں وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس کو بھی نبی بنا کر بھیجا اس کے دائیں ہاتھ میں نبوت کی علامت ہوا کرتی

تھی۔ سوائے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی علامت نبوت آپ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان تھی۔ (۳۸۷)

صاحب زمزم

اس نام پاک کو ابن خالویہ اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

صاحب السلطان

اس اسم پاک کو قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر کیا ہے اور فرمایا یہ آپ کے ان اسماء میں سے ہے جو کتب قدیمہ میں وارد تھے۔

حضرت شعیا (ذوالکفل) کی کتاب نبوت میں واقع ہے جس کو ابن ظفر نے نقل کیا ہے کہ آپ کے سلطان کا اثر آپ کے شانے پر موجود تھا۔

اور فرمایا کہ عبرانیوں کی روایت میں بھی موجود ہے۔ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے شانے پر مہر نبوت تھی اور اثر سے مراد مہر نبوت ہے اور سلطان سے مراد نبوت ہے۔

صاحب السیف

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور یہ آپ کے ان اوصاف میں سے ہے جو کتب قدیمہ میں پائے جاتے تھے اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صاحب قتال و جہاد ہیں۔ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ کتب قدیمہ میں آپ کا تذکرہ تھا کہ آپ کی تلوار آپ کے کندھے کے ساتھ حمائل ہوگی جس کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد فرمائیں گے۔

امام احمد نے ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت بالسيف حتي يعبد الله لا شريك له (۳۸۸)

[(حوالہ ۳۸۷) یہ روایت مجھے نہیں ملی]

[(حوالہ ۳۸۸) مسند امام احمد: ۵۰/۲]

مجھے تلوار کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے حتیٰ کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے۔

لطیفہ

ادیب جمال الدین بن بنایۃ نے تلوار اور قلم کے درمیان ایک مناخرۃ (ایک دوسرے پر فخر بتلانے کا مکالمہ) قائم کیا ہے جس میں انہوں نے تلوار کی قلم پر حاصل فضیلتوں اور خصائص میں سے ایک یہ فضیلت بیان کی ہے کہ تلوار کو یہ شرف حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس نے اس کو اٹھایا ہے جبکہ قلم اس شرف سے محروم ہے۔

صاحب الشفاعة العظمی

اس اسم پاک کو قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر کیا ہے اس سے قبل حدیث پاک گزر چکی ہے کہ جس میں ارشاد ہے۔

اذا کان یوم القیامة کنت امام الناس وصاحب شفاعتهم (۳۸۹)

قیامت کے روز میں لوگوں کا امام اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

اس شفاعت سے مراد فصل قضاء میں کی جانے والی شفاعت مراد ہے۔

صاحب القضیب

اس کا تذکرہ قاضی عیاض نے شفاء میں کیا ہے۔ قضیب سے مراد تلوار ہے۔ انجیل میں اس کی یہی تفسیر واقع ہے۔

کہ فرمایا

ان کے ساتھ لوہے کی تلوار ہو گی جس کے ساتھ وہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمائیں گے۔

اور قاضی عیاض نے فرمایا اور کبھی قضیب کو مکہ مکرمہ میں موجود قضیب ممشوق پر بھی

[(حوالہ۳۸۹) مسند احمد: ۵/۱۲۷]

محمول کیا جاتا ہے اور یہ قضیب محشوق ابھی تک خلفاء کے پاس موجود ہے۔

صاحب اللواء

اس اسم پاک کو ابن العربی، قاضی عیاض اور العزفی نے ذکر کیا ہے اور اس سے مراد محمدی جھنڈا ہے اور کبھی اس کو اس جھنڈے پر بھی محمول کیا جاتا ہے جسے جنگ کے لئے لہرایا جاتا ہے اس لحاظ سے یہ قتال و جہاد سے کنایۃً ہوگا۔

صاحب المحشر

اس اسم پاک کو ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے۔

صحاح میں ہے (۳۹۰)

محشر (شین کے کسرۃ کے ساتھ) موضع حشر مراد ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب المحشر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس دن صاحب کلمہ، شفاعت، لواء، مقام محمود اور صاحب کوثر ہوں گے۔ اس روز آپ کے مختلف خصائص کا اظہار ہوگا جو آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ نہیں ہوں گے۔

صاحب المدرعۃ

یہ اسم انجیل میں وارد ہے جیسا کہ آپ کے اسم راکب الجمل میں گزرا ہے۔

صحاح میں ہے کہ مدرعۃ اور درع ایک ہی چیز ہے اور اس سے مراد لوہے کی زرہ ہے اور اس اسم کا معنی قتال و جہاد کی طرف راجع ہے۔

صاحب المشعر

اس اسم پاک کو ابن خالویہ اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

مشعر فتحہ میم کے ساتھ ہے اور جوہری نے ایک لغت کسرۃ کے ساتھ بھی نقل کی ہے اور صاحب المطالع نے کہا کہ کسرۃ بھی جائز ہے لیکن منقول نہیں۔

امام نووی نے تہذیب میں فرمایا کہ

[(حوالہ ۳۹۰) الصحاح: ۲/۶۳۰]

مشعر میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصحاب کی کتب مذہب میں تو یہ معروف ہے کہ مشعر جبل قزح ہے جو عام طور پر مزدلفہ کے نام سے معروف ہے اور کتب تفسیر، حدیث، تاریخ اور سیر میں معروف یہ ہے کہ پورا مزدلفہ مشعر ہے۔

اس کو مشعر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں شعائر یعنی دین وطاعت کی علامات ہیں۔

صاحب المعراج

اس اسم پاک کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ معراج سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان کی جانب عروج ہے۔ آپ کی مکہ سے بیت المقدس تک سیر کو ''الاسراء'' کہا جاتا ہے۔ (مصنف کہتے ہیں) میں نے واقعہ معراج کی تفصیل وشرح میں ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے۔

صاحب المقام المحمود

اس اسم پاک کو ابن العربی، قاضی عیاض اور دوسرے لوگوں نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۳۹۱)

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام محمود کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

''الشفاعۃ'' وہ شفاعت ہے۔

ابن دحیہ نے کہا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ مقام محمود سے شفاعت مع ان امور کے جو حدیث میں وارد ہیں مراد ہے۔

[(حوالہ۳۹۱) سورہ اسریٰ:۷۹]

صاحب المنبر

اس نام پاک کو ابن خالویہ اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ محاربی نے سھل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے پاس بھیجا (سھل نے عورت کا نام لیا تھا) کہ وہ اپنے بڑھئی کا کام کرنے والے بیٹے کو حکم دے کہ وہ میرے لئے منبر تیار کرے کہ میں جب لوگوں کو خطبہ دوں تو اس پر بیٹھا کروں۔ پس اس عورت نے اپنے بیٹے کو اس کا حکم دیا اور اس نے مقام غابۃ کے جنگل سے لکڑی حاصل کر کے منبر تیار کیا۔ (۳۹۳)

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب آپ کے لئے منبر بچھایا گیا تو اس تنے سے دس اونٹنی کی آواز کی طرح آواز سنی گئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا۔

منبر بکسرۃ میم نبر سے ماخوذ ہے اور نبر کا معنی ارتفاع ہے۔

جوہری کہتے ہیں جب کسی شے کو بلند کر دیا جائے تو نبرت الشیء، انبرہ نبرا کہا جاتا ہے اسی لئے منبر کو منبر کہا جاتا ہے۔

امام نووی تہذیب میں فرماتے ہیں۔

خطبہ کے لئے منبر کا استعمال کرنا سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے بارے میں کئی احادیث وارد ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ منبر پر بیٹھ کر سب سے پہلے خطبہ ارشاد فرمانے والے آپ تھے۔

[(حوالہ ۳۹۳) بخاری: ۲۳۲/۱-۲/۲۳۲، ۱۱/۳/۲۰۱۸]

نسائی: باب المساجد حدیث: ۴۵ ابوداؤد باب الجمعۃ حدیث: ۱۵ البیہقی: ۱۸۰/۳ و ۱۲۷/۶]

صاحب النعلین

اس اسم پاک کا تذکرہ ابن العربی، قاضی عیاض اور العزفی نے کیا ہے یہ اسم پاک انجیل میں وارد تھا۔ جیسا کہ حرف راء کے تحت مذکور ہوا ہے۔

قرأت علی ابن الفضل الوفائ وحذوت ھذا المثال علی مثال نعل ناولنیه، اخبرنا ابوالعباس السویداوی ورایت لدیه مثالا، اخبرنا ابوعبداللّٰه الفارقی ورایت لدیه مثالا، اخبرنا ابوالیمن بن عساکر وحذوت ھذا المثال علی مثال نعل کان عندہ۔

حدثنا ابراھیم بن محمد بن ابراھیم المدینی من لفظه وحدثنی ابوالقاسم بن محمد قرأۃ علیه وحذوت ھذا المثال علی مقدار نعل حذاۃ لی بیدیه

اخبرنا ابوجعفر احمد بن علی الاولیتی بقرأتی علیه وحذوت ھذا المثال علی مقدار نعل کانت عندہ وناو لینھا اخبرنا ابوالقسم خلف بن مشکوال قرأۃ علیه وحذوت ھذا المثال علی مثال نعل کانت عندہ

حدثنا الحافظ ابوالقسم مکی بن عبدالسلام بن الحسن الرمیلی لفظا وحذوت علی مقدار نعل کانت عندہ

اخبرنا الشیخ ابوزکریا عبدالرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق البخاری الحافظ بمصر وحذوت علی مثاله قال قال لی محمد بن الحسین الفارسی حذوت ھذہ النعل علی مقدار نعل کانت عند محمد بن جعفر التیمی وذکر انه حذا علی نعل کانت لابی سعید عبدالرحمن بن عبداللّٰه بمکة اخبرنا ابومحمد بن عبداللّٰه بن اویس بن مالك بن ابی عامر الاصبحی قال کانت نعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

المخزومي قال اسماعيل بن ابي اويس كان ابو اويس حذاء
فحذا على مثال نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما
بلغنا ممن يوثق به لانها كانت عند عائشة ثم صارت من قبلها
الى اختها ام كلثوم وكانت ام كلثوم (سقط بالمخطوطة) وهو
جد اسماعيل الذى كانت عنه النعل

و قد ذكر بعضهم انه حذا هذا المثال لبعض الطلبة ابراهيم
بن سهل

(مصنف فرماتے ہیں)

میں نے ابوالفضل وفائی کے سامنے پڑھا اور میں نے نعلین پاک کا یہ نقش نعلین
پاک کے اس نقش کے مطابق بنایا جو انہوں نے مجھے دیا تھا اور وہ کہتے ہیں ہمیں
ابوالعباس السویدائی نے خبر دی اور میں نے ان کے پاس نقش پاک دیکھا اور ابوالعباس
کہتے ہیں ہمیں ابوعبداللہ فارقی نے خبر دی اور میں نے ان کے پاس نقش دیکھا اور
ابوعبداللہ کہتے ہیں ہمیں ابوالیمن بن عساکر نے خبر دی اور میں نے یہ نقش ان کے پاس
موجود نعل پاک کے نقش کے مطابق بنایا اور ابوالیمن کہتے ہیں ہمیں ابراہیم بن محمد بن
ابراہیم المدینی نے اپنے الفاظ کے ساتھ بیان کیا اور ابراہیم بن محمد کہتے ہیں مجھے
ابوالقاسم بن محمد نے بیان کیا (کہ میں نے ان کے سامنے پڑھا اور انہوں نے سنا) اور
میں نے یہ نقش ان کے پاس موجود نعل کی مقدار کے مطابق بنایا ابوالقاسم کہتے ہیں ہمیں
ابوجعفر احمد بن علی الاویستی نے خبر دی (میں نے ان کے سامنے پڑھا اور انہوں نے سنا)
اور میں نے یہ نقش ان کے پاس موجود نعل کے مطابق بنایا اور انہوں نے وہ نعل پاک
مجھے عطا فرما دی۔ ابوجعفر کہتے ہیں ہمیں ابوالقاسم خلف بن مشکوال نے بیان کیا (کہ
میں نے ان کے سامنے پڑھا اور انہوں نے سنا) اور میں نے یہ نقش اس نقش کے مطابق
بنایا جو نقش ان کے پاس موجود تھا اور ابوالقاسم خلف بن مشکوال کہتے ہیں۔ ہمیں
ابوالقاسم مکی بن عبدالسلام بن حسن رملی نے لفظاً بیان کیا اور میں نے ان کے پاس موجود

نعل کے مطابق نقش بنایا اور مکی کہتے ہیں ہمیں شیخ ابوزکریا عبدالرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری حافظ نے مصر میں بتایا اور میں نے ان کے نقش کے مطابق نقش بنایا اور شیخ ابوزکریا کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن حسن الفارسی نے فرمایا کہ میں نے یہ نعل محمد بن جعفر التمیمی کے پاس موجود نعل کی مقدار کے مطابق بنایا اور انہوں نے ذکر کیا کہ یہ نعل ابوسعید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ کے پاس مکہ میں موجود نعل کے مطابق ہے اور ابوسعید عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہمیں ابومحمد بن عبداللہ بن اویس بن مالک بن ابی عامر الاصبحی نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مخذومی تھی۔ اسماعیل بن ابی اویس کہتے ہیں کہ ابواویس نعل بنانے کا کام کرتے تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل پاک کے مطابق نعل بنائی تھی اور اس کی یہ نعل پاک ہمارے پاس ایک بااعتماد آدمی کے ذریعے پہنچی تھی۔ آپ کی یہ نعل پاک حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھی۔ ان سے وہ ان کی بہن ام کلثوم تک پہنچی تھی (یہاں سے عبارت ساقط ہے) اور وہ اس اسماعیل کے دادا تھے جن کے پاس نعل مبارک تھی اور بعض لوگوں نے بیان کیا اس نقش کے مطابق ابراہیم بن سھل نے بعض طلبا کے لئے نعل بنائی تھی۔

ابومحمد بن عبداللہ کہتے ہیں ہمیں ابویحیٰی بن ابومرۃ نے خبر دی اور ابویحیٰی کہتے ہیں ہمیں ابن اویس اسماعیل بن عبداللہ نے اپنے باپ ابواویس عبداللہ نے خبر دی کہ وہ نعل پاک جس کے مطابق یہ نعل بنائی گئی تھی اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوربیعۃ کے پاس تھی۔ اس کے دونوں نقطوں کی جگہ دو تسمے تھے۔

اسماعیل نے بتایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نعل پاک جو طلحہ بن عبیداللہ کے پاس تھی جب [illegible] جنگ جمل کے موقع پر شہید ہوئے تو ابراہیم اسماعیل کے پاس پہنچی تھی۔ [illegible] محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ربیعۃ نے ام کلثوم اور انہوں نے اس نعل پاک کو شدید درد کی جگہ رکھا تو انہیں شفامل گئی اور یہ نقش اسی کا ہے۔

نوٹ (یہاں اصل کتاب کی عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے اور بعض جگہوں سے عبارت ساقط ہے)

صاحب الھراوۃ

اس اسم پاک کو قاضی عیاض وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ اسم انجیل میں وارد تھا جیسا کہ صرف راء کے تحت بحث گزر چکی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ ہراوہ لغت میں عصا کو کہا جاتا ہے اور میرے خیال میں اس عصا سے مراد حدیث حوض میں مذکور عصا ہے جس میں فرمایا۔

"اذو دالناس عنہ بعصای لاھل الیمن"

اہل یمن کی خاطر میں اپنے عصا سے لوگوں کو حوض سے دور ہٹاؤں گا۔

امام نووی نے فرمایا۔

یہ قول ضعیف ہے کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ایسے وصف کے ساتھ کی جائے جس وصف کو آپ کے پاس دیکھ کر لوگ آپ کی صداقت پر استدلال کریں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کتب قدیمہ میں اس وصف کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی ہے۔ لہٰذا اس کی تفسیر ایسے عصا کے ساتھ درست نہیں جو آخرت میں ہوگا۔

صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ میں کثرت سے عصا رکھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ آپ کو صاحب الھراوۃ اس لئے فرمایا گیا کہ آپ جب چلتے تو عصا آپ کے سامنے ہوتا تھا اور نماز ادا کرتے تو عصا سامنے بطور سترہ گاڑ دیا جاتا تھا اور آپ اس کی جانب نماز ادا فرماتے تھے۔

صاحب الوسیلۃ

اس اسم پاک کا ذکر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں کیا ہے اور ابن دحیہ نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور اس بارے میں وہ مسلم کی ایک حدیث بھی لائے ہیں۔

سلو اللّٰہ لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعھد من عباد اللّٰہ وارجو ان اکون انا ھو (۳۹۴)

[(حوالہ۳۹۴) ترمذی حدیث: ۳۶۱۲]

اللہ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو کیونکہ وہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو ملے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۔

وسیلہ کی اصل اللہ کا قرب اور اس کے ہاں درجہ ہے۔

صاحب لا الہ الا اللّٰہ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک کج رو ملت ان کے طفیل لا الہ الا اللّٰہ پڑھ کر راستگی اختیار نہیں کر لیتی۔

الصادع

اس نام پاک کو میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے۔

"فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" (۳۹۵)

(تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اور دعوت الی اللہ کو کھلے عام بیان کیجئے اور حق کا خوب اظہار کریں اور باطل سے اس کو ممتاز کریں۔

الصادق المصدوق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء پر کلام کرنے والی ایک جماعت نے ان دونوں ناموں کو ذکر کیا ہے۔

صحیح میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ

حدثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق

ان احدکم یجمع خلقہ فی بطن امہ

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق، مصدوق تھے، تم میں سے ہر ایک کی تخلیق کو اس کی ماں کے پیٹ میں جمع کیا جاتا ہے۔ (۳۹۶)

[(حوالہ ۳۹۵) الحجر: آیت: ۹۴] [(حوالہ ۳۹۶) البخاری: ۱۳۵/۵ و ۱۵۲/۸ مسلم القدر حدیث: ۱]

مسند امام احمد میں حضرت ابوذر سے مروی ہے۔

حدثنا الصادق المصدوق فیما یرویه عن ربه انه قال الحسنة بعشر امثالها (۳۹۷)

ہمیں صادق، مصدوق نے بیان کی وہ چیز جو انہوں نے اپنے رب سے نقل کیا ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں۔

صادق مصدوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح علم ہے کیونکہ یہ اسماء کے قائم مقام ہے۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے صادق بھی ہے جیسا کہ حدیث اسماء میں وارد ہے۔

الصالح

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ حدیث اسراء میں واقع انبیاء کے اقوال سے اخذ کیا ہے۔

انبیاء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔

مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح والابن الصالح (۳۹۸)

صالح نبی، صالح بھائی اور صالح بیٹے کو خوش آمدید یہ کلمہ خیر کے تمام معانی کو شامل ہے۔

زجاج فرماتے ہیں۔

صالح وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض اور لوگوں کے حقوق ادا کرے۔

اور صاحب المطلع کہتے ہیں۔

[(حوالہ ۳۹۷) مسند امام احمد: ۵/ ۱۴۸، ۲/ ۲۳۴ النسائی الصیام باب: ۷۵]

[(حوالہ ۳۹۸) فتح الباری: ۱/ ۴۵۸]

صالح وہ ہے جو اپنے پر لازم حقوق کی ادائیگی میں مصروف ہو۔

الصدق

اس کو بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ (۳۹۹)

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے۔

اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ اور قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۴۰۰)

کی تفسیر میں ابوالعالیہ نے فرمایا کہ صراط مستقیم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس قول کو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔ آپ کو صراط مستقیم سے موسوم اس لئے فرمایا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا راستہ ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے ہیں۔ صراط راستہ کو کہا جاتا ہے۔

بعض نے کہا سیدھے راستے کو صراط کہا جاتا ہے۔

اور بعض نے کہا واضح راستہ کو صراط کہا جاتا ہے۔

صراط میں ایک لغت سین کے ساتھ بھی ہے یعنی السراط ہے۔ المستقیم سے ایسا سیدھا، واضح راستہ مراد ہے جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

الصفوح

اس اسم پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور اس پر مزید کوئی کلام نہیں کیا۔

[(حوالہ۳۹۹) الزمر:۳۲]

[(حوالہ۴۰۰) سورۃ الفاتحہ:۶]

تورات میں آپ کی صفت بیان ہے کہ
آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے معاف اور درگزر فرمائیں گے۔
شمائل میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔
"لم یکن فاحشا ولا متفحشا ولا سخا بافی الاسواق ولا یجزتی السیئۃ بالسیئۃ ولکن یعفو ویصفح"
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعا بد خلق تھے نہ بتکلف فحش بات فرماتے نہ بازاروں میں شور فرماتے نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ درگزر راور اعراض فرماتے۔
صفوح صفح سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔
صحاح میں ہے۔
صفحت عن فلاں اذا اعرضت عن ذنبہ
یعنی جب کسی کی غلطی سے درگزر کیا جائے تو صفحت عن فلاں کہا جاتا ہے۔

حرف الضاد

الضابط

اس اسم پاک کا ذکر ابن دحیہ نے کیا ہے اور اس پر کوئی بات نہیں کی۔

صحاح میں ہے۔

ضبط الشيء کا معنی ہے حفظ الشيء (شی کی حفاظت) ہے اور ضابط کا معنی حازم ہے اور یہ حافظ اور حفیظ کے معنی کی طرف راجع ہے۔

الضحوك

اس اسم پاک کو ابن فارس اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

ابن فارس نے فرمایا کہ

حدثنا سعيد بن محمد بن نصر، حدثنا بكر بن سهل الدمياطي، حدثنا عبدالعزيز بن سعيد عن موسى بن عبد الرحمٰن عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس قال اسمه في التوراة احمد الضحوك القتال يركب البعير ويلبس الشملة ويجتزي بالكسرة سيفه على عاتقه

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تورات میں احمد "الضحوك القتال" (مسکرانے، جہاد کرنے والا) نام تھا کہ وہ اونٹ پر سواری فرمائیں گے۔ جسم کو ڈھانپنے والی چادر زیب تن کریں گے۔ روٹی کے ٹکڑے پر قناعت فرمائیں گے۔ ان کی تلوار ان کے کندھے کے ساتھ حمائل ہو گی۔

ابن فارس کہتے ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضحوک سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ طبعی طور پر خوش دل تھے۔
بد اخلاق اور اجڈ پن عرب اور اکھڑ مزاج بدوی آپ کے ساتھ بکثرت بدتمیزی وبدسلوکی سے پیش آتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کو کسی نے تنگ دل، بے قرار ومضطرب اور درشت مزاج نہیں پایا۔ آپ کی گفتگو میں لطافت اور حاجت برآری میں نرم مزاجی ہوتی تھی۔
امام احمد نے حضرت ابوالدرداء سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔
"لم یکن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحدث حدیثا الاتبسم"
حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو میں ہمیشہ تبسم فرماتے تھے۔
جریر سے نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں۔
ما حجبن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم منذ اسلمت ولارأنی الاضحك (۴۰۰)
میرے اسلام لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے غائب نہیں رہے اور حضور جب بھی مجھے دیکھتے تو مسکراتے۔
امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا ہے۔
وہ فرماتے ہیں۔
قالو یا رسول اللّٰہ انك تداعبنا قال انی لا اقول الاحق (۴۰۱)
صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی ہم سے ہنسی مذاق فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں صرف حق بات کہتا ہوں۔
امام ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا۔

[(حوالہ ۴۰۱) فتح الباری: ۱۰/۵۲۲۶-ترمذی حدیث ۱۹۹۹]

انی حاملك علی ولد ناقة

(میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا) تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچے سے کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا۔

وھل تلد الابل الا النوق (۴۰۲)

اونٹنیاں ہی تو اونٹوں کو جنتی ہیں۔

[(حوالہ ۴۰۲) ترمذی حدیث ۱۹۹۱ شرح السنۃ للبغوی ۱۳/۱۸۲]

حرف الطاء

الطاھر

اس اسم پاک کو قاضی عیاض، نفی اور ابن دحیہ نے بیان کیا ہے اور فرمایا کہ اس کو کعب احبار نے روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نام سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عیوب اور گندگیوں سے پاک ہیں حتیٰ کہ ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب، پاخانہ اور خون پاک ہے۔

ان علماء کرام کا یہ قول مختار ہے۔

امام سبکی، امام بیہقی اور بہت ساری خلقت نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب نوش کیا اور صحابہ کی ایک جماعت نے آپ کا (پچھنے لگانے سے) نکلنے والا خون نوش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر انکار نہیں فرمایا۔

طاب طاب

اس اسم پاک کو العزفی نے بیان کیا ہے اور فرمایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تورات میں پائے جانے والے اسماء میں سے ہے۔ اس کا معنی طیب (پاکیزہ) ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی وہ ذات ہے جس کا تذکرہ کسی قوم کے پاس کیا جائے تو انہیں اس کا تذکرہ پسند آئے اور دل کو لگے۔

طسٓ طسٓمٓ

ان اسماء کا تذکرہ ابن دحیہ اور نفی نے کیا ہے۔

کہا گیا کہ یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں۔

طٰہٰ

اس اسم پاک کو مفسرین اور محدثین میں سے ایک مخلوق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں شمار کیا ہے۔

ابوالطفیل کی وہ حدیث جو مقدمہ میں مذکور ہوئی ہے اس میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس کا معنی ہے۔

''اے وہ شخصیت جو عیوب وذنوب سے پاک ہے اور اے وہ ذات جو ہدایت دہندہ ہے ہر چیز کی طرف'' یہ معنی واسطی نے بیان کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔''

الطیب

اس اسم پاک کو نفی، العزفی، ابن دحیہ اور سید الناس نے بیان کیا ہے۔ عزفی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی طیب نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر پاک وطیب ہیں کیونکہ آپ خبث قلب، خبث قول اور خبث فعل سے پاک ہیں۔

شق صدر کے موقع پر آپ سے جمے ہوئے خون کو نکال کر پھینک دیئے جانے کی وجہ سے آپ خبث قلب سے محفوظ ہیں اور صادق ومصدوق ہونے کی وجہ سے خبث قول سے پاک ہیں۔ آپ سرتا بہ قدم طاعت ہیں اس لئے خبث فعل سے پاک ہیں۔

شمائل ترمذی میں حضرت انس سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

ما شمت مسکا قط ولا عطرا کان اطیب من عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے کبھی کوئی کستوری اور کبھی کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

امام مسلم نے جابر بن سمرۃ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر جانے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لائے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ مبارک پھیرنے لگے۔ میرے رخسار پر بھی آپ نے اپنا دست اقدس پھیرا۔

فوجدت لیدیه بردا وریحا کانما اخرجها من جونة عطار (۴۰۳)

تو میں نے آپ کے دست اقدس کی ٹھنڈک وخوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچے سے نکالا ہو۔

امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لے آئے اور دوپہر کے وقت آرام فرمایا۔ اس دوران آپ پر پسینہ آ گیا۔ میری ماں ایک شیشی لے آئی اور حضور کے پسینہ مبارک کی بوندوں کو اس میں جمع کرنے لگی۔

اتنے میں حضور بیدار ہو گئے تو فرمایا۔

یا ام سلیم ما هذه الذی تصنعین ؟

اے ام سلیم کیا کرتی ہو؟

تو میری ماں نے عرض کیا۔

هذا عرقك نجعله فی طیبنا وهو اطیب الطیب (۴۰۴)

یا رسول اللہ یہ آپ کا پسینہ مبارک ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں شامل کریں گے کیونکہ آپ کا پسینہ مبارک تمام عطر دار خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کی روح اقدس پرواز ہوئی

[(حوالہ ۴۰۳) مسلم: ۲/۲۵۶]

[(حوالہ ۴۰۴) مسلم الفضائل حدیث: ۸۲]

تو ایسی خوشبو پھیلی کہ

لم اجد ریحا قط اطیب منھا (۴۰۵)

میں نے اس سے بڑھ کر کبھی کوئی خوشبو نہیں پائی۔

تنبیہ

طیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی وارد ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

ان اللّٰہ طیب لا یقبل الاطیبا (۴۰۶)

اللہ تعالیٰ طیب (پاک) ہے طیب ہی کو قبول فرماتا ہے۔

[(حوالہ ۴۰۵) مسند امام احمد: ۱۲۲/۶]

[(حوالہ ۴۰۶) مسلم الزکوۃ حدیث: ۶۵ - الترمذی حدیث ۲۷۹۹]

حرف ظاء سے شروع ہونے والا اسم

الظاھر

اس اسم مبارک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اسے کعب احبار نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (۴۰۷)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

ظہور بلندی اور غلبہ کو کہا جاتا ہے۔

الظاھر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

[(حوالہ ۴۰۷) التوبہ: ۳۳]

حرف عین سے شروع ہونے والے اسماء

العاقب

یہ اسم مبارک حدیث جبیر میں وارد ہے۔

وانا العاقب الذی لا نبی بعدی (۴۰۸)

اور میں وہ عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

عاقب کی یہ تفسیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

العابد

عبد سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔اس کا معنی مطیع ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاعْبُدُ اللّٰہَ مُخْلِصًالَّہُ الدِّیْنَ

تو اللہ کو پوجو نرے اس کے بندے ہو کر

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (۴۱۰)

اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔(کنزالایمان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت پر مواظبت معروف ہے جس پر احادیث متواترہ وارد ہیں۔

[(حوالہ ۴۰۹) الزمر آیت:۲]

[(حوالہ ۴۱۰) الحجر:۹۹]

العالم العلیم

ان دونوں ناموں کو ابن دحیہ نے یکجا بیان کیا ہے اور قاضی عیاض نے بھی ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اور دونوں نے یہ آیات ذکر کی ہیں۔

۱-وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۴۱۱)

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

۲-وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (۴۱۲)

اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

۳-فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۴۱۳)

پس جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتب کے علوم اور فلاسفروں، دانشوروں کے فلسفوں اور ان کی حکمتوں اور سابقہ امتوں کے احوال و تاریخ کا احاطہ فرمایا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کو لغت عرب اور اس کے الفاظ غریبہ پر مکمل عبور اور اس کی فصاحت کی اقسام پر احاطہ اور اس کی تاریخ اور ضرب الامثال اور حکمتوں کے حفظ اور اس کے اشعار کے معانی پر پوری پوری دسترس حاصل تھی اور مختلف علوم وفنون مثلاً طب، عبارت، ہندسہ، تاریخ، کتابت سے متعلق آپ کو ماہرین علوم وفنون نے اسوۃ اور آپ کے اشارات کو صحت تسلیم کیا ہے۔ باوجودیکہ آپ لکھ نہیں سکتے تھے۔

امام احمد نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما ینقلب فی السماء طائر الاذکرنا منه علما (۴۱۴)

[(حوالہ ۴۱۱) النساء: ۱۱۳] [(حوالہ ۴۱۲) سورہ طٰہٰ: ۱۱۴]

[(حوالہ ۴۱۳) سورۂ محمد: ۱۹]

[(حوالہ ۴۱۴) مسند امام احمد: ۱۶۲/۵]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح چھوڑا کہ فضا میں کوئی پرندہ قلا بازیاں کھاتا تو ہم اس سے بھی علم حاصل کرتے تھے۔

تنبیہ

یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں۔
علیم تو قرآن میں بکثرت وارد ہے اور عالم اس آیہ کریمہ میں وارد ہے۔
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (۴۱۵)
ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا۔

العامل

اس اسم مبارک کو ابن العربی، العزفی اور ابن سید الناس نے ذکر کیا ہے۔ شاید یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے۔
قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ (۴۱۶)
تم فرماؤ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر کام کئے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں۔

العبد

اس نام مبارک کو ابن العربی، العزفی اور ابن سید الناس وغیرہ علماء نے ذکر کیا ہے اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیات پیش کی ہیں۔
۱- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ عَلٰى عَبْدِهٖ (۴۱۷)
سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔
۲- سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ (۴۱۸)

[(حوالہ ۴۱۵) الانعام: ۷۳]

[(حوالہ ۴۱۶) الانعام: ۱۳۵]

[(حوالہ ۴۱۷) الکھف: ۱]

[(حوالہ ۴۱۸) الاسریٰ: ۱]

پاک ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

۳-تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (۴۱۹)

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر۔

۴-اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (۴۲۰)

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ جبریل امین بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ اسی دوران آسمان سے اچانک ایک فرشتہ نازل ہو کر عرض کرنے لگا۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ کے ربّ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ وہ آپ کو بادشاہ نبی بنائے یا عبد رسول؟ جبریل نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ربّ کی بارگاہ میں تواضع اختیار کیجئے تو آپ نے فرمایا۔

بل عبدا رسولا (۴۲۱)

بلکہ مجھے عبد رسول بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی اختیار کرنے والے اور اس کے سامنے غایت درجہ خضوع اختیار کرنے والے کو عبد کہا جاتا ہے اور یہ لفظ عربوں کے قول طریق معبد سے ماخوذ ہے۔ طریق معبد اس راستے کو کہا جاتا ہے جس پر لوگ بکثرت چل کر روند ھ ڈالیں۔

اصل عبودیت خضوع و عاجزی کا نام ہے۔

المحکم میں ہے۔

[(حوالہ ۴۱۹) الفرقان:۱]

[(حوالہ ۴۲۰) الزمر:۳۶]

[(حوالہ ۴۲۱) فتح الباری:۹/۵۴۱ مسند احمد:۲/۲۳۱]

عبد انسان کو کہا جاتا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام کیونکہ انسان اپنے خالق کا مملوک ہے۔

سیبویہ کہتے ہیں۔

عبد اصل میں انسان کی صفت ہے۔اسی لئے تو کہا جاتا ہے۔

رجل عبدٌ لیکن اسماء کے استعمال کی مانند استعمال ہوتا ہے۔

قشیری فرماتے ہیں۔

میں نے محمد بن حسین سلمی سے سنا کہ وہ کہتے تھے۔

میں نے دقاق کو سنا کہ وہ فرماتے تھے عبودیت سے افضل کوئی چیز نہیں اور نہ مومن کے لئے اس سے زیادہ کوئی کامل اسم ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے شب معراج جو کہ افضل اوقات میں سے ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں فرمایا۔

۱ – سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (۴۲۲)

دوسری آیت میں فرمایا۔

۲-فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (۴۲۳)

اگر عبودیت سے بڑھ کر کوئی اور اسم ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اس کے ساتھ موسوم فرماتا۔

کسی نے کہا۔

لا تدعنی الابیا عبدھا فانہ اشرف اسمائی

تم مجھے صرف یا عبدھا (اے اس عورت کے عبد) کے لفظ سے پکارا کرو۔

کیونکہ یہ میرے تمام ناموں سے افضل نام ہے۔

اور کسی دوسرے نے کہا۔

[(حوالہ۴۲۲) الاسریٰ:۱]

[(حوالہ۴۲۳) النجم:۱۰]

لئن سمیتنی عبدا　　فقد اجللت قدری

وان سمیتنی مولی　　فمولای الذی قدری

اگر تم مجھے عبد کہو گے　　تو (میں سمجھوں گا کہ) تم نے میری عزت کی

اگر تم مجھے آقا کہو گے　　تو میرا آقا تو وہ ہے جسے تم جانتے ہو

قشیری فرماتے ہیں میں نے استاذ ابوعلی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

عبودیت عبادت سے اتم اور اکمل ہے۔

پہلے عبادت اور اس کے بعد عبودیت اور اس کے بعد عبودۃ ہے۔ عبادت عوام کا کام اور عبودیت خواص کا اور عبودۃ خواص الخواص کا کام ہے۔

بعض نے فرمایا۔

عبودیت دو چیزوں کا نام ہے۔

۱- طاعات میں بشرط توفیق مصروفیت

۲- اپنے پاس موجود کی جانب بچشم کوتاہ نگاہ

اور بعض نے کہا۔

تقدیر کے معاملہ میں ترک اختیار کا نام عبودیت ہے۔

عبداللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسم پاک کو علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (۴۲۴)

اور جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا۔

اس اسم پاک سے متعلق وہی گفتگو ہے جو اس سے پہلے اسم میں ہو چکی ہے۔

امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا

[(حوالہ ۴۲۴) سورۃ ۱۹]

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احب الاسماء الی اللّٰہ عبداللّٰہ وعبدالرحمٰن (۴۲۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمان ہیں۔

العدل

اس نام پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے فرمایا ہے اور اس پر انہوں نے بخاری شریف کی یہ حدیث پیش کی ہے۔

من یعدل اذا لم اعدل (۴۲۶)

کون انصاف کرے گا جب میں انصاف نہیں کروں گا تو۔

عدل عدل، یعدل کا مصدر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مبالغہ عدل سے موصوف کیا گیا یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ہے۔

العربی

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

واقعہ اسراء کی بعض احادیث میں وارد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ سے خطاب کیا۔

مرحبا بالنبی العربی (نبی عربی کو خوش آمدید)

اس حدیث کو حسن بن عرفۃ نے اپنی جزء میں ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔

عربی عرب کی طرف منسوب ہے اور عربی وہ ہے جو عجم سے تعلق نہ رکھے۔

اسم عرب

عربوں کی کئی اقسام ہیں۔

۱ – عاربۃ اور عاربا

یہ آدم بن سام بن نوح کی اولاد کے درج ذیل نو قبائل ہیں۔

عاد، ثمود، امیم، عبیل، طسم، جدیس، عملیق، جرھم اور وبار یہ خالص عرب ہیں۔ ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی زبان سیکھی۔

دنیا کی سب سے پہلی زبان

عبدالملک بن حبیب نے فرمایا۔

دنیا کی سب سے پہلی زبان جسے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے وہ عربی تھی۔ بعد زمانہ اور طول عہد کی وجہ سے اس میں تحریف واقع ہوئی اور وہ سریانی میں تبدیل ہوگئی۔

سریانی ارض سورتہ کی طرف منسوب ہے اور یہ الجزیرہ کا خطہ ہے۔ نوح علیہ السلام اور آپ کا قبیلہ طوفان سے قبل اسی خطے سے تعلق رکھتے تھے۔

اور عبدالملک کہتے ہیں۔

سریانی زبان عربی زبان سے مشاکلت ومشابہت بہت رکھتی ہے۔ البتہ سریانی میں تحریف واقع ہو چکی ہے۔ سفینہ نوح میں سوار تمام لوگوں کی زبان سوائے ایک شخص کے سریانی تھی اور وہ ایک شخص جرہم تھا جس کی زبان عربی تھی۔ جب یہ لوگ طوفان تھم جانے کے بعد کشتی سے نیچے اترے تو ادم بن سام نے جرہم کی ایک بیٹی کے ساتھ نکاح کرلیا اور ان دونوں سے ہونے والی اولاد میں عوص سے لیکر عاد، عبیل، جائز یعنی ثمود اور جدیس تک عربی زبان رائج ہوگئی اور عاد کا نام جرہم کے نام پر رکھا گیا کیونکہ جرہم اس کا نانا تھا اور سریانی زبان ارفخشد بن سام کی اولاد میں باقی رہی اور ارفخشد کی اولاد میں سے قحطان تک سریانی زبان پہنچی اور قحطان یمن میں رہتا تھا اور حضرت اسماعیل کی اولاد جب یمن آئی تو قحطان کی اولاد نے ان سے عربی زبان سیکھی۔

اسی روایت پر صحاح کے اس قول کو محمول کیا جائے گا جس میں کہا گیا ہے کہ معرب بن قحطان پہلا شخص تھا جس نے عربی زبان بولی۔

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ سریانی زبان بولنے والوں میں سب سے پہلے جس

شخص نے عربی سیکھی وہ معرب بن قحطان تھا۔

۲- المتعربة: اولاد قحطان عربوں کی دوسری قسم ہے۔جس کو متعربہ کہا جاتا ہے صحاح میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ خالص عربی نہیں۔

۳- المستعربة: یہ عربوں کی تیسری قسم ہے اس قسم کو مستعربہ کہا جاتا ہے اور یہ لوگ بھی خالص عربی نہیں۔ (جیسا کہ صحاح میں ہے)

ابن دحیہ نے فرمایا کہ عربوں کی یہ قسم بنو اسماعیل ہیں جو معد بن عدنان بن ادد کی اولاد ہیں۔

العروة الوثقٰی

اس اسم مبارک کو قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

ابو عبدالرحمان سلمی نے نقل کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں عروہ وثقٰی سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی (۴۲۷)

اس نے بڑی محکم گرہ تھامی۔

العزیز

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے اس پر مزید کوئی بات نہیں کی اور نسفی نے بھی ذکر کیا ہے اور انہوں نے یہ آیت کریمہ پیش کی ہے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۴۲۸)

جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

لیکن اس سے استدلال قابل غور ہے۔

[(حوالہ ۴۲۷) البقرۃ:۲۵۶]

[(حوالہ ۴۲۸) التوبہ:۱۲۸]

نسفی اور قاضی عیاض دونوں نے اس پر یہ آیت کریمہ بھی پیش کی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ (۴۲۹)

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔

یعنی قوت وعظمت، شوکت وعزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی ہے۔ قوی غالب یا وہ ذات جو بے مثال ہے یا وہ ذات جو غیر کو عزت بخشنے والی۔ یہ تمام معانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صحیح ہیں۔

عصمة اللّٰه

مسند فردوس میں حضرت انس سے مروی ہے۔

انا عصمة اللّٰه وانا حجة اللّٰه (۴۳۰)

میں اللہ کی عصمت ہوں اور میں اللہ کی حجت ہوں۔

مسند فردوس میں اس حدیث کی تبیض ہے لیکن اس کی سند ذکر نہیں کی گئی۔

العظیم

اس نام پاک کو قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

تورات شریف کے دفتر اول میں وارد تھا۔

''عنقریب عظیم نبی عظیم امت کے لئے پیدا کئے جائیں گے اور وہ خود عظیم ہوں گے اور خلق عظیم پر فائز ہوں گے''

[(حوالہ ۴۲۹) المنافقون: ۸]

[(حوالہ ۴۳۰) حدیث نمبر ۲۵۶ دیکھئے۔]

یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے حبیب کو موسوم کیا۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا معنی ہے۔
وہ جلیل الشان ذات جس کے سامنے ہر شے ہیچ ہے۔

اَلْعَفُوَ

اس نام پاک کا قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے تذکرہ کیا ہے اور اس پر یہ آیت کریمہ پیش کی ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ (۴۳۱)
یعنی انہیں معاف کیجئے اور درگزر فرمائیے۔

اور تورات شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کیا گیا تھا کہ وہ عفو اور درگزر سے کام لیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اور اس کا معنی ہے درگزر کرنے والا۔ اصل میں عفو محو کے معنی میں ہے اسی لئے جب عمارت بوسیدہ ہو کر مٹ جائے تو ''عفا المنزل'' کہا جاتا ہے۔

عفو مغفرت سے زیادہ بلیغ ہے۔ عفو کا معنی گناہ کو مٹا دینا اور مغفرت کا معنی گناہ کو چھپا دینا ہے۔

العفیف

اس اسم اقدس کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتب قدیمہ میں اس وصف کے ساتھ موصوف تھے۔ یہ فعیل کے وزن پر عف عن المحارم یعف عفۃ وعفافا سے ماخوذ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ عفیف و پاکدامن تھے۔

[(حوالہ ۴۳۱) الاعراف: ۹۹]

ہر عابد انسان اپنے زمانۂ شباب میں نادانی اور بچپن میں لغزش سے بہت کم محفوظ رہتا ہے کیونکہ انسانی فطرت ہی ایسی ہے لیکن صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ایسی ذات ہے جسے اللہ کریم نے ہر وقت اور ہر لحظہ معصوم رکھا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ابو جعفر طبری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بچپن میں صرف دو مرتبہ ایسے کام کرنے کا ارادہ کیا جو زمانۂ جاہلیت کے لوگ عموماً کیا کرتے تھے لیکن دونوں مرتبہ میرے رب کریم نے مجھے بچا لیا۔ جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا (تو دوسرے چرواہوں کے ساتھ میں بھی مکہ سے باہر صحرا میں شب بسر کیا کرتا تھا) ایک رات میں نے اپنے ساتھی چرواہے سے کہا آج تو میری بکریوں کا خیال رکھنا میں ذرا مکہ جاتا ہوں جہاں قصے کہانیوں کی محفلیں جمتی ہیں ان میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھی نے حامی بھر لی اور میں مکہ چلا آیا۔ جب میں مکہ کے قریب پہنچا تو مجھے گانے، دفوں کے بجانے اور مزامیر کی آوازیں سنائی دیں جو کسی شخص کی شادی پر بجائے جا رہے تھے میں وہاں سننے کے لئے بیٹھا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کان بند کر دیئے۔ مجھے نیند نے آ لیا رات بھر سویا رہا۔ جب سورج چڑھا اور اس کی گرم کرنیں میرے جسم کو جلانے لگیں تو میری آنکھیں کھلیں پھر میں واپس لوٹ آیا اور ایک مرتبہ پھر مجھے ایسا ہی واقعہ پیش آیا اس کا بھی یہی انجام ہوا۔ اس کے بعد میں نے کبھی اس طرح کوئی ارادہ نہیں کیا۔ (۴۳۲)

امام دارقطنی نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یصافح امراء ۃ قط (۴۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی کسی خاتون سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے۔

[(حوالہ ۴۳۲) مجمع الزوائد: ۸/۲۲۶]

[(حوالہ ۴۳۳) الشفاء: ۱/۲۷۳ - مناھل الصفاء ص: ۱۶، ۲۳]

اَلْعَلِیُّ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ اور عزفی نے بیان کیا ہے۔ ابن دحیہ نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا۔ عزفی فرماتے ہیں کہ آپ علی اسی لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا مرتبہ بلند فرمایا اور آپ کی شان کو عظمت بخشی صحابہ کرام آپ سے توقیر و تعظیم کے ساتھ پیش آتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اللہ کے حق میں اس کا معنی ہے وہ ذات جس سے بلند کوئی چیز نہ ہو اور تمام اشیاء اس کے سامنے ہیچ ہوں۔

حرف غین سے شروع ہونے والے اسماء

الغالب

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

كتب الله لا غلبن انا ورسلى (۴۳۳)

اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ (۴۳۴)

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔

الغفور

اس اسم پاک کو میں نے تورات میں موجود اللہ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے۔

وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ وَ يَغْفِرْ

یعنی وہ نبی آخر الزمان درگزر اور بخشش سے کام لیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور غفار کے معنی میں ہے۔

یعنی وہ ذات جو اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے ان کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے۔ گناہوں پر سزا دے کر ان کی پردہ دری نہ کرے۔

[(حوالہ۴۳۳) المجادلہ:۲۱]

[(حوالہ۴۳۴) سورہ یوسف:۲۱]

امام غزالی فرماتے ہیں۔

غفور میں ایک طرح کا مبالغہ پایا جاتا ہے جو غفار میں نہیں پایا جاتا کیونکہ غفار مغفرت کا تکرار اور اس کی کثرت بتاتا ہے جبکہ غفور وجود مغفرت اور کمال مغفرت کی خبر دیتا ہے۔ پس اس لئے اس کا معنی ہے وہ ذات جو مغفرت میں اتنی تام وکامل ہے کہ مغفرت کے انتہائی اور آخری درجہ تک جس کی رسائی ہوتی ہے۔

ابو طلحہ نحوی فرماتے ہیں۔ مبالغے کے صیغے باہم متفاوت ہیں۔ اسی لئے فعول اس شخص کو کہا جاتا ہے جس سے کثرت سے فعل صادر ہو اور فعال کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس کے لئے فعل پیشہ کی مانند بن جائے اور مفعال اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے لئے فعل آلہ کی مثل بن جائے اور فعیل اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے لئے طبیعت کی طرح بن جائے اور فعل اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے لئے فعل مرض کی طرح بن جائے۔

الغنی

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (۴۳۵)

اور تمہیں حاجت مند پایا پھر تمہیں غنی کر دیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اس کا معنی ہے وہ جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں اور امام غزالی فرماتے ہیں۔

مخلوق کے حق میں اس کا معنی ہے وہ جو اللہ کے سوا کسی سے حاجت طلب نہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی شان تھی۔

[(حوالہ ۴۳۵) سورہ الضحیٰ: ۸]

الغیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام اقدس کو ابن خالویہ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اسم سے اس لئے موسوم ہیں کہ آپ تیز ہوا سے بھی زیادہ جودو کرم فرمانے والے تھے۔ اس اسم سے متعلق گفتگو آپ کے اسم الاجود کے تحت ہو چکی ہے۔

(غیث بارش کو بھی کہا جاتا ہے) کئی مرتبہ آپ نے استسقاء کی دعا فرمائی تو اسی وقت جودِ عام کی بارش برسی۔ آپ کے چچا ابو طالب آپ کی مدح میں کہتے ہیں۔

و ابیض یستقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

حرف فاء سے شروع ہونے والے اسماء

الفاتح

اس اسم پاک کو ابن فارس، ابن عساکر اور امام نووی وغیرہم نے ذکر کیا ہے۔
مقدمہ کتاب میں مذکور حضرت ابوالطفیل سے مروی حدیث اور حدیث اسراء میں وارد ہے۔

وَجَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَ خَاتِمًا (اللہ تعالیٰ نے مجھے فاتح اور خاتم بنایا ہے)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں معنی سے اور انہوں نے ایوب سے اور انہوں نے ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما بعثت فاتحا وخاتما واعطیت جوامع الکلم وفواتحه (۴۳۶)
مجھے فاتح اور خاتم بنا کر مبعوث فرمایا گیا اور مجھے جامع کلمات اور فواتح کلمات عطا فرمائے گئے۔

قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے فرمایا یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا گیا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ (۴۳۷)
اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے

[(حوالہ ۴۳۶) مصنف عبدالرزاق حدیث:۲۰۰۶۲ کشف الخفاء:۱/۱۴]

[(حوالہ ۴۳۷) الاعراف:۸۹]

بہتر ہے۔ (کنز الایمان)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ (۴۳۸)

پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا اور وہ فیصلے چکانے والا اور دانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں فاتح کا معنی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمانے والا ہے۔ (فتح بمعنی قضاء ہے) یا اس کا معنی رزق اور رحمت کے دروازوں اور مسدود امور کو اپنے بندوں پر کھولنے والا ہے۔

یا بندوں کے دلوں اور آنکھوں کو قبول حق کے لئے کھولنے والا ہے یا اپنے بندوں کی مدد کرنے والا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فاتح سے موسوم کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ مخلوق میں احکام خداوندی کے مطابق فیصلہ فرمانے والے ہیں اور آپ اللہ کے بندوں کو شریعت اسلامی پر عمل کروانے والے ہیں۔

اور انہیں ظلم وتعدی سے روکنے والے ہیں۔ اور آپ ہی ہدایت ورہبری کے ذریعے انسانیت کی بصر وبصیرت کو کھولنے والے ہیں اور بعض نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے۔

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس امت کی رہبری وہدایت فرمائی۔ اس کے سبب آپ نے امت پر علم ومعرفت کے وہ دریچے کھول دیئے جو ان پر اس سے قبل بند تھے۔

جیسا کہ حضرت علی نے آپ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"الفاتح لما استغلق الامر"

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بند امور کو کھولنے والے ہیں)

حضرت علی کا پورا قول اسم دافع کے تحت گزر چکا ہے۔

[(حوالہ ۴۳۸) سورہ سباء:۲۶]

(یہ ابن دحیہ کے کلام کی تلخیص ہے)

(مصنف فرماتے ہیں)

المرقاۃ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم فاتح کے ساتھ موسوم کرنا اس لئے درست ہے کہ آپ فاتح الرسل یعنی تخلیق کے اعتبار سے اول رسل ہیں۔ (سب سے پہلے آپ کے نور کی تخلیق ہوئی) یا اس لئے آپ تمام شفاعت کرنے والوں کے لئے شفاعت کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ اسی معنی پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں اسم فاتح اور اسم خاتم دونوں کو یکجا کر کے بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ دونوں اسم آپ کے اسم الاول اور اسم الآخر کی مانند ہوں گے اور ابن عساکر فرماتے ہیں۔

آپ کا نام فاتح اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب بلادِ اسلام کو فتح فرمایا۔

الفارق

اس اسم پاک کو عزفی نے بیان کیا ہے۔ یہ اسم پاک تورات میں موجود تھا۔ اس کا معنی حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

فارقلیطا

اس نام پاک کو عزفی اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ حرف حا کے تحت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے کہ فارقلیط آپ کے ان اسماء میں سے ہے جو کتب قدیمہ میں پائے جاتے تھے۔ ابونعیم نے فرمایا کہ ثعلب نے اس کا ضبط فاء کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کا معنی حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ ابوعبید البکری نے اس کا ضبط باء غیر صافیہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (یعنی باء پر الف لام داخل ہے)

اور فرمایا کہ یہ لفظ البارقلیط ہے اور اس کا معنی روح الحق ہے اور کرمانی کی غرائب التفسیر میں ہے (اسمہ فی الانجیل فار قلیطا ای لیس بمذموم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انجیل میں فارقلیطا نام تھا۔ یعنی وہ شخصیت جس کی

مذمت نہیں کی جاسکتی۔

الفجر

اس نام پاک کو قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ ابن عطا نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''والفجر'' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کی ذاتِ اقدس سے ایمان کی روشنی پھوٹی ہے۔

الفرط

اس نام مبارک کو ابن دحیہ نے بخاری کی حدیث سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

اِنّیْ فرط لکم وانا شھید علیکم (۴۳۹)

الفرط وہ شخص ہے جو سب سے پہلے پانی کے پاس جائے اور پانی پینے کے لئے آنے والوں کے لئے حوض کی نشاندہی کرے اور انہیں پانی پلائے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مثال بیان فرمائی ہے کہ آپ صحابۂ کرام سے پہلے تشریف لے جا کر ان کے لئے وہ تمام سہولتیں مہیا فرمائیں گے جن کے وہ حاجت مند ہوں گے۔

ابو عبید نے اس کی تفسیر یہی بیان فرمائی ہے۔

اور مسلم شریف کی روایت بھی اس کی موافقت کر رہی ہے۔

جس میں ارشاد ہے۔

''انا الفرط علی الحوض'' (۴۴۰)

بعض علماء نے انا فرط لکم کا معنی انا امامکم (میں تمہارا پیشوا ہوں گا) بیان کیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی شفاعت کے لئے امت سے آگے تشریف لے جائیں گے۔

الفصیح

اس نام مبارک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے کوئی کلام نہیں

[(حوالہ ۴۳۹) فتح الباری: ۷/۳۷۷] [(حوالہ ۴۴۰) مسلم الجہاد حدیث: ۱۰ الفضائل حدیث: ۳۵]

فرمایا۔ یہ فصاحت سے فعیل کے وزن پر ہے۔ فصاحت اور اس کے متعلقہ امور کا تذکرہ اسم افصح العرب کے تحت گزر چکا ہے۔

فضل اللّٰہ

اسم نام پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور ماوردی نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد
وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (۴۴۱)
(اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے)
میں نے کئی اقوال نقل کیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ فضل اللہ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

فلاح

اس کا تذکرہ عزفی نے کیا ہے اور فرمایا کہ یہ اسم زبور میں واقع تھا اور اس کی تفسیر ہے وہ ذات جس کے سبب اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے۔
(مصنف فرماتے ہیں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم غیر عربی ہے کیونکہ لغت عرب میں فلاح فوز ونجات کو کہا جاتا ہے۔
امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔
کلام عرب میں لفظ فلاح سے بڑھ کر کوئی لفظ خیر کا جامع نہیں اور بعید نہیں کہ یہ لفظ عربی ہو۔ اور آپ کو اس کے ساتھ اس لئے موسوم کیا گیا ہو کہ آپ میں خیر کی تمام صفات وخصائل جمع ہیں جو آپ کے علاوہ کسی اور میں مجتمع نہیں یا اس لئے کہ آپ فلاح کا سبب ہیں یا اس کے علاوہ اس کی مثل کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

فئة المسلمين

اس اسم سے متعلق عبارت کتاب سے ساقط ہے۔

[(حوالہ ۴۴۱) النساء آیت: ۸۳]

حرف ق سے شروع ہونے والے اسماء گرامی

القائم

اس نام اقدس کو علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔ اور اسے اس آیت کریمہ سے اخذ کیا ہے۔

اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (۴۴۲)

عزفی فرماتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسم قائم سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طاعت کا قیام فرماتے اور اس کی عبادت میں اتنا طویل قیام کرتے کہ آپ کے قدم مبارک سوجھ جاتے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کے قائم فرمانے میں بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور چہرۂ اقدس لہولہان ہو گیا۔

اور ابن دحیہ نے اس پر یہ آیت کریمہ پیش کی ہے۔

قُمْ فَاَنْذِرْ (۴۴۳)

کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ۔

نیز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی اہم کام پیش آتا تو قیام فرماتے تھے۔ کبھی منبر شریف پر کھڑے ہوتے اور کبھی کسی پہاڑ کی بلندی پر قیام فرماتے۔

[(حوالہ ۴۴۲) الجن: ۱۹]

[(حوالہ ۴۴۳) المدثر: ۲]

جیسا کہ احادیث مشہورہ سے آپ کا یہ عمل معلوم ہے۔
قرآن کریم میں ہے۔
وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا (۴۴۴)
یعنی آپ کو خطبہ میں قیام کی حالت میں چھوڑ گئے۔
شیخین نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی۔
وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (٤٤٥)
(اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ)
تو آپ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔
"اے فاطمہ ...... الحدیث (۴۴۶)
القائم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور اس کا معنی ہر شی کی نگہبانی فرمانے والا ہے یعنی اسے رزق دینے والا اس کی حفاظت کرنے والا اور اس کے امر کی تدبیر فرمانے والا۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ فلان قائم بامر ہذہ البلد (یعنی فلاں شخص اس ملک کے نظام کو چلانے اور برقرار رکھنے والا ہے)

قاسم

یہ نام عزفی اور ابن دحیہ نے بخاری کی اس حدیث سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔
اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِىْ (۴۴۷)
(میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے)

قائد الخیر

اسم نام پاک کو میں نے ابن ماجہ کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جو اسم الامام کے

[(حوالہ ۴۴۴) الجمعہ:۱۱]
[(حوالہ ۴۴۵) الشعراء:۲۱۴]
[(حوالہ ۴۴۶) مسلم الایمان حدیث:۳۵۰]
[(حوالہ ۴۴۷) بخاری:۱/۷،۴/۱۰۳،۸/۵۴،۹/۱۲۵ دیکھئے فتح الباری (۱/۱۶۴)]

تحت مذکور ہوئی ہے۔ اس کا معنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کو اپنی امت کے پاس لاتے ہیں یا امت کو خیر تک پہنچاتے ہیں اور امت کی خیر پر رہنمائی کرتے ہیں۔

قائد الغر المحجلین

یہ نام ابن عربی، قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

غرا غر کی جمع ہے اور اغراس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کی پیشانی میں سفیدی ہو اور المحجل اسے کہا جاتا ہے جس کی ٹانگوں میں سفیدی ہو اور اس سے مراد اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے کہ جن کے چہرے اور ہاتھ پاؤں قیامت کے روز آثار وضو کی وجہ سے چمکتے ہوں گے۔ اس اسم پاک کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو جنت کی طرف لے جانے کے لئے ان کے قائد ہوں گے۔

صحیحین میں ہے۔

ان امتی یدعون الی الجنة یوم القیامة غرا محجلین من آثار الوضوء (۴۴۸)

میری امت قیامت کے دن جنت کی طرف اس حالت میں بلائی جائے گی کہ وضو کے آثار کے سبب ان کے اعضاء چمک رہے ہوں گے۔

القتال

اس اسم کو ابن فارس نے ذکر کیا ہے۔ الضحوک کے تحت حضرت ابن عباس سے مروی حدیث گزر چکی ہے۔ ابن فارس کہتے ہیں اس نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موسوم کئے جانے کی وجہ آپ کی جہاد سے بہت محبت اور نیزہ بازی میں فسارعت ہے۔

قثم

یہ نام پاک ابن فارس اور ان کے بعد کے علماء نے ذکر کیا ہے۔ ابو اسحاق العربی

[(حوالہ ۴۴۸) بخاری: ۱/۴۶ فتح الباری: ۱/۲۳۵، ۱۲،۷/۱۴۹ مسلم کتاب الطہارت حدیث: ۳۵]

نے غریب الحدیث میں اس نام کے بارے میں ایک روایت ذکر کی ہے اور امام دارمی نے اپنی مسند میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا۔

انت قثم ونفسك مطمئنة (۴۴۹)

(آپ قثم ہیں اور آپ کا نفس مطمئنہ ہے)

قثم کا معنی جامع الخلق ہے۔ قثوم کا معنی بہت زیادہ جمع کرنے والا ہے۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں اس کے اشتقاق میں دو معنی ہیں۔

۱- یہ القثم سے مشتق ہو اور القسم کا معنی عطا کرنا ہے جب کسی کو کوئی چیز دی جائے تو کہا جاتا ہے۔

قثم من العطاء یقثم

حضور کو قثم سے موسوم کیے جانے کی وجہ آپ کا جود و عطا ہے۔

۲- القثم سے مشتق ہو اور اس کا معنی جمع کرنا ہے۔ خیر کے جمع کرنے والے کو قثم اور قثوم کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام خصال خیر، فضائل اور مناقب کے جامع تھے۔

قدم صدق

علماء کی ایک جماعت نے اس نام اقدس کا تذکرہ کیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے کہ

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۴۵۰)

(اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس سچ کا مقام ہے)

میں ''قدم صدق'' سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (۴۵۱)

[(حوالہ ۴۴۹) مناھل الصفاء ص ۲۶]

[(حوالہ ۴۵۰) سورہ یونس: ۲]

[(حوالہ ۴۵۱) تفسیر ابن کثیر ۴/۱۸۳]

ابن مردویہ نے الحارث کے واسطہ سے حضرت علی کا قول ذکر کیا ہے کہ "ان لھم قدم صدق" سے مراد محمد شفیع لہم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمانے والے ہیں اور عطیہ کے واسطہ سے ابوسعید سے بھی اس کی مثل قول مروی ہے۔

قدمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم پاک تورات میں موجود تھا جیسا کہ اسم ''اخرایا'' کے تحت گزر چکا ہے اور اس کا معنی سابق اول ہے۔

القرشی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام مبارک ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

قرشی قریش کی طرف منسوب ہے۔ صحیح ترین قول کے مطابق نضر بن کنانہ کی اولاد قریش ہے اور نضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔ ابوعبیدہ معمر بن مثنی نے کنانہ کی اولاد میں سے صرف نضر بن کنانہ کی اولاد مراد لی ہے۔

قریش کی وجہ تسمیہ

قریش کی وجہ تسمیہ میں درج ذیل اقوال ہیں۔

۱۔ انہیں قریش ان کی اجتماعیت کی وجہ سے کہا گیا ہے کیونکہ قریش کا معنی جمع کرنا ہے۔

۲۔ ابوعبیدہ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ قصی نے قبیلۂ خزاعہ کے مقابلے کے لئے نضر کے تمام قبائل کو جمع کیا اور حرم پر غلبہ حاصل کر لیا۔ ان کی اس اجتماعیت کی وجہ سے انہیں قریش کے نام سے موسوم کیا گیا۔

۳۔ بعض نے کہا کہ انہیں قریش کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سامان تجارت کو ایک جگہ جمع کرتے اور اس کے بعد خرید و فروخت کرتے تھے۔

۴۔ بعض نے کہا قریش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نضر بن کنانہ ایک خاص لباس پہن کر لوگوں کی مجلس میں آئے تو لوگوں نے کہا۔ قد تقرش فی ثوبہ (وہ اپنے لباس

میں سمٹ کر آیا) اسی سے قریش نام پڑ گیا۔

۵- ابن واقد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے محمد بن جبیر بن مطعم سے دریافت کیا کہ قریش کو قریش کہنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ لوگ حرم شریف سے متفرق ہونے کے بعد حرم میں جمع ہو گئے تھے اس لئے انہیں قریش کہا گیا۔

۶- عبدالملک نے کہا یہ بات میں نے نہیں سنی البتہ میں نے یہ سنا ہے کہ قصی کو قرشی کہا جاتا تھا اور ان سے پہلے قرشی کے نام سے کوئی بھی موسوم نہ تھا۔

مبرد کہتے ہیں قرشی کے ساتھ سب سے پہلے موسوم ہونے والی شخصیت قصی ابن کلاب کی ہے اور شعبی فرماتے ہیں۔ نضر بن کنانہ کو قریش کہا جاتا تھا اور انہیں قریش کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تقریش کا معنی تفتیش ہے اور نضر بن کنانہ لوگوں کی ضروریات وحاجات کے بارے میں تجسس وتفتیش کیا کرتا تھا اور جسے حاجت مند پاتا اس کی اپنے مال سے حاجت برآری کیا کرتا تھا اور اس کے بیٹے موسم حج میں اہل موسم کو جمع کرتے اور انہیں اپنی طاقت کے مطابق آرام وراحت پہنچاتے تھے۔

۷- ابن الانباری فرماتے ہیں۔

قریش لفظ تقریش سے ہے اور تقریش کا معنی تحریش (برانگیختہ کرنا) ہے۔

الزجاجی نے ابن الانباری کے اس قول کا انکار کیا ہے اور کہا ترقیش (بتقدیم الراء) کا معنی تحریش ہے۔

۸- زبیر بن بکار نے کہا۔

قریش بن بدر بن مخلد بن النضرِ کنانہ قبیلے کا تجارتی معاملات میں دلال تھا تو اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ قریش قافلہ قریش کے ہمراہ آیا اور اس کا باپ صاحب بدر (کچے کنویں والا) تھا۔ اسے بدر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مقام بدر میں بدر (کچا کنواں) کھودا تھا۔

۹- ابن شہاب وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ فہر بن مالک بن نضر کا نام قریش تھا یہ نام اس کی ماں نے رکھا تھا اور اس کا لقب فہر تھا۔ ابن شہاب کہتے ہیں قریش کی خواتین

اوران کے علاوہ دیگر قبائل کی عورتوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ قریش فہر کی نسل سے پھیلے ہوئے ہیں اور جو شخص کسی نسبت سے بھی فہر سے متجاوز ہے وہ قریش میں سے نہیں۔

۱۰- المطر ز کہتے ہیں کہ

قریش قرش سے ماخوذ ہے اور قرش نیزوں پر نیزوں کے برسنے کو کہا جاتا ہے۔ قریش چونکہ نیزہ بازی میں بڑے ماہر تھے اس لئے انہیں قریش کہا گیا۔

۱۱- ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا۔

قریش کو قرش سے موسوم کیا گیا ہے اور قرش ایک سمندری جو پایا ہے جو اپنی قوت کی بناء پر تمام بحری جانوروں کو کھا جاتا ہے۔

المطر ز کہتے ہیں سمندر میں ایک جانور ہے جس کو قرش کہا جاتا ہے اور وہ سمندری جانوروں کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

اذا وقفت وقفت و اذا مشت مشت

لذالك قريش سادات الناس

جب قبیلہ قریش رکتا ہے تو تمام قبائل رک جاتے ہیں اور وہ جب چلتا ہے تو سارے قبائل چلنے لگتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ نے ان سے پوچھا کہ قریش کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ تو ابن عباس نے جواب دیا سمندری جانوروں میں سے ایک بڑے جانور کے نام پر قبیلہ قریش کا نام قریش رکھا گیا ہے۔ اس جانور کو قرش کہا جاتا ہے اور یہ جانور چھوٹے بڑے جس جانور کے پاس سے گزرتا ہے تو اس کو ہڑپ کر لیتا ہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا۔ اس پر کوئی شعر بطور استشہاد پیش کریں تو ابن عباس نے جمحی کے یہ اشعار پڑھے۔

قريش هي التي تسكن البحر　　بها سميت قريش قريشا

تاكل الغث والمين ولا　　تترك فيه لذى الجناحين رميشا

هکذا فی البلاد حسی قریش   یا کلون البلاد اکلا کمیشا

ولھم آخر الزمان نبی   یکثر القتل فیھم والخموشا

قریش سمندر میں سکونت پذیر ایک جانور ہے

اس کے نام پر قریش کو قریش سے موسوم کیا گیا ہے۔

اور یہ سمندری جانور سمندر میں رہنے والے ہر کمزور اور طاقتور جانور کو چٹ کر جاتا ہے۔

بازوؤں والے جانوروں (مچھلیوں) کے لئے سمندر میں ایک پر بھی باقی نہیں چھوڑتا۔

یونہی شہروں میں قبیلہ قریش کی مثال ہے

جو شہروں کو جلدی سے چٹ کر جاتے ہیں

ان کے ہاں آخر زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے

جو کفار کو بکثرت قتل اور زخمی کریں گے۔

القریب

اس اسم مبارک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور مزید اس پر کوئی بات نہیں کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

قیم

اس نام پاک کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ حدیث میں مروی ہے۔

انا قیم (۴۵۲)

(میں قیم ہوں)

قیم جامع کامل کو کہا جاتا ہے۔

(مصنف کہتے ہیں) میں نے اس اسم کو اسی طرح پایا ہے میں نے حدیث کو روایت نہیں کیا۔ میرے خیال میں یہ لفظ قثم ثاء کے ساتھ ہے یہ تفسیر کے زیادہ مناسب

ہے۔ لیکن کتب انبیاء میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا۔

اللھم ابعث لنا محمد ابہ نقیم السنۃ بعد الفترۃ

اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے مبعوث فرما تا کہ ہم سنت کو بعد از انقطاع دوبارہ قائم کرسکیں اور کبھی قیم قثم کے معنی میں آتا ہے۔

قیم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

انت قیم السموت والارض ومن فیھن (۴۵۳)

[(حوالہ ۴۵۳) فتح الباری: ۱۱/۱۱۶]

حرف کاف سے شروع ہونے والے اسماء

الکاف

اس اسم پاک کو ابن عسا کر نے مبہات القرآن میں بیان کیا ہے اور فرمایا کہ بعض لوگوں نے اس کا معنی بیان کیا ہے وہ ہستی جو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کی گئی ہے۔

(مصنف فرماتے ہیں)

یہ معنی درست نہیں کیونکہ کافۃ غیر منصرف ہے جس سے فعل کے صیغے نہیں بنائے جاتے تو اسم فاعل کا صیغہ کیسے بنایا گیا؟

اس کا صحیح معنی یہ ہے وہ ذات جو لوگوں کو معاصی سے روکنے والی ہے۔

الکریم

اس نام پاک کو قاضی عیاض وغیرہ علماء نے ذکر کیا ہے۔

اس سے قبل مذکور ہوا ہے کہ

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۳۵۴)

میں ایک قول کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور اس کا معنی احسان کرنے والا ہے۔

اور بعض نے کہا اس کا معنی غفور ہے اور کچھ نے کہا یہ بمعنی علی ہے اور ایک قول کے مطابق اس کا معنی خیر کثیر والا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ مذکورہ تمام معانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صحیح ہیں۔

[(حوالہ ۳۵۴) التکویر:۱۹]

کندیدہ

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام زبور میں پایا جاتا تھا۔ اس سے زائد کوئی بات نہیں کی۔

کھیعص

اس اسم پاک کو بھی ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

حرف لام سے شروع ہونے والے اسماء

اللسان

اس نام پاک کو ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے اور ابن دحیہ نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور انہوں نے اس پر یہ آیت پیش کی ہے۔

هٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا (۳۵۵)

لسان کا معنی مصدق کے لفظ کی وجہ سے منسوب ہے اور اس کی تقدیر یوں ہے۔

مصدق ذا لسان عربی (یہ کتاب عربی زبان والے کی تصدیق کرنے والی ہے)

اور بعض نے کہا

یہاں پر لسان سے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں۔

(انتھی ملخصا)

[(حوالہ ۳۵۵) الاحقاف:۱۲]

حرف میم سے شروع ہونے والے اسماء

الماجد

اس نام پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور انہوں نے اس پر مزید کوئی بات نہیں کی۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

صحاح میں مجد کا معنی کرم بتایا گیا ہے اور صفت کا صیغہ مجید اور ماجد آتا ہے۔

مجد وکرم میں فرق

ابن سکیت فرماتے ہیں شرف اور مجد دونوں انسان کے ہاں آباؤ اجداد کی جانب سے آتے ہیں۔

رجل شریف و ماجد اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے آباؤ اجداد شرف وحسب سے متصف گزرے ہوں۔ البتہ کرم سے انسان بذات خود بھی متصف ہو سکتا ہے۔ اگر چہ اس کے آباؤ اجداد کے لئے شرف ثابت نہ بھی ہو۔

ہروی فرماتے ہیں۔

مجد کے بارے میں ابن سکیت کا مذکورہ قول درست نہیں کیونکہ ماجد اوز مجید کی تعریف یہ ہے۔

جو شخص بذات خود شریف ہو اس کے افعال اچھے ہوں اور وہ فیاض اور کثیر العطاء ہو وہ ماجد و مجید ہے۔ ماجد اور مجید میں جلیل، وھاب اور کریم تینوں کے معانی جمع ہیں۔

ابن الاعرابی کہتے ہیں۔ مجید بمعنی رفیع ہے اور اصحاب معانی کہتے ہیں۔
مجید وہ ہے جو شرف، رفعت، کرم اور صفات محمودہ میں کمال درجہ پر فائز ہو۔

الماحی

حدیث جبیر میں گزرا ہے کہ

وانا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر

(اور میں وہ ماحی ہوں جس کے سبب اللہ کفر کو مٹاتا ہے)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میرے سبب اللہ تعالیٰ مکہ اور بلاد عرب سے کفر کو مٹائے گا اور بعض روایات میں ''فی الارض'' کے الفاظ وارد ہیں۔ یعنی میرے سبب زمین میں کفر کو مٹائے گا۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کی امت کی سلطنت کو ہر جگہ پہنچائے گا یا محو سے مراد عام ہے اور محو بمعنی ظہور وغلبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو روئے زمین پر ظاہر و غالب فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (۴۵۶)

(تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے)

حضرت جبیر سے ایک دوسری سند کے ساتھ مروی روایت میں سابقاً مذکور ہوا ہے کہ آپ کے ماحی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کے غلاموں کے گناہوں کو مٹائے گا۔

المامون

اس اسم پاک کو ابن عربی، عزفی، ابن سید الناس اور ابن دحیہ وغیرہ اہل علم نے ذکر کیا ہے۔

امام طبرانی روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن سعید بن فرقد، حدثنا ابراھیم بن المنذر

[(حوالہ ۴۵۶) التوبہ: ۳۳]

الخزامي، حدثنا الحجاج بن ذی الرقيبة بن عبدالرحمن بن
كعب بن زهير بن ابی سلمی المزين عن ابيه عن جده قال:
خرج كعب وبحير بن زهير حتیٰ اتيا ابرق العراق، قال بحير
لكعب اثبت في مخيمنا في هذا المكان حتى اٰتی هذالرجل
يعني رسول اللّٰه صلي اللّٰه عليه وسلم واسمع منه فثبت كعب
وخرج بحير فجاء رسول اللّٰه صلي اللّٰه عليه وسلم فعرض
عليه الاسلام فاسلم وبلغ ذالك كعباً فقال

حجاج بن ذی رقیبہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا کعب سے روایت کرتے ہیں
کہ کعب اور بجیر بن زہیر دونوں بھائی اپنے گھر سے نکل کر مقام ابرق العراق پہنچے تو بجیر
نے کعب سے کہا تم ہمارے خیمہ میں اسی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ میں اس شخص یعنی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کی باتیں سنوں۔ پس کعب وہاں ہی
ٹھہرے رہے اور بجیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا۔ تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا جب یہ خبر کعب کو پہنچی تو
اس نے یہ شعر کہے۔

الا أبلغا عني بحيرا رسالة ... علي اى شئ ريب غيرك ولكما
علي خلق لم تلف امار لاأبا ... عليه ولم تدرك عليه اخالكما
سقاك ابوبكر بكأس روية ... وانهلك المأمون منها وعلكا

میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام پہنچا دو
کہ کون سی چیز پر تو غیر کا پیرو بن گیا اس نے تجھے کیا بتایا؟
تو نے ایسا مذہب اختیار کیا ہے جس پر تو نے نہ اپنی ماں اور نہ اپنے باپ کو پایا اور
نہ تو نے اس پر اپنے بھائی کو پایا۔
ابوبکر نے تجھے سیراب کرنے والا پیالہ پلایا۔
اور مامون (حضرت محمد) نے تجھے اس پیالہ سے پہلی بار اور دوسری بار پلایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے یہ اشعار پہنچے تو آپ نے اسے مباح القتل قرار دیدیا اور اسی حدیث میں ہے کہ جب کعب اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا۔

کیا تم وہی ہو جس نے یہ شعر کہے تھے؟

پھر آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا وہ شعر پڑھو۔

حضرت ابوبکر آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جب اس شعر پر پہنچے۔

سقاك بها المامون كا سا روية

تو کعب نے عرض کیا میں نے یوں نہیں کہا بلکہ میں نے اس طرح کہا ہے۔

سقاك ابوبكر وانهلك المامور منها وعلكا

ابوبکر نے تجھے پلایا اور مامور (حضور) نے تجھے پہلا اور دوسرا پیالہ پلایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مامون واللہ (اللہ کی قسم میں مامون ہوں)

ابن دحیہ فرماتے ہیں

اس حدیث کو صرف ابراہیم بن منذر نے اتصالاً روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہے۔

اور فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور (راء کے ساتھ) کے ساتھ اپنا تسمیہ پسند نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور کے لوگ مامور سے اس شخص کو موسوم کرتے تھے جو اپنی جانب سے لوگوں کو باتیں بتایا کرتا تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ یہ شخص جنات کے حکم سے باتیں بتاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں لیکن آپ نے مذکورہ وجہ سے مامور کے تسمیہ کو اپنے لئے پسند نہیں فرمایا۔ جب کعب نے مامون (نون کے ساتھ) کہا تو اس پر راضی ہو گئے اور اسے ثابت رکھا جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی جانے والی وحی کی

بنیاد پر فرماتے ہیں اور آپ اپنے کہے پر مامون بھی ہیں اور اس پر امین بھی ہیں۔

عزفی فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مامون کے ساتھ موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی جہت سے کسی شر کا خوف نہیں۔

المبارك

اس اسم پاک کو ابن العربی، العزفی، نسفی اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر حضرت حسان کا یہ شعر پیش کیا ہے۔

صلى الاله ومن يحف بعرشه

والطيبون على المبارك احمد

معبود رحمت نازل فرماتا ہے احمد مبارک پر

اور وہ فرشتے جو اس کے عرش کے گرد ہیں

اور پاکیزہ لوگ درود بھیجتے ہیں۔

عباس بن مرداس کا یہ قول بھی پیش کیا ہے۔

فأمنت بالله الذی انت عبدهٗ و خالفت من امسی یرید الهالکا

ووجهت وجهي نحو مكة قاصدا بايعت بين الاخشبين المباركا

نبي آتانا بعد عيسي بناطق من الحق فيه الفضل منه كذالكا

میں اس اللہ پر ایمان لایا جس کے تم بندے ہو

اور میں نے اس شخص کی مخالفت کی جو ہلاکتوں کو چاہتا ہے۔

اور میں نے اپنا چہرہ اللہ کی عبادت کی غرض سے مکہ کی جانب پھیر دیا اور اخشبین پہاڑوں کے درمیان میں نے مبارک ہستی کی بیعت کر لی۔ ہمارے پاس حضرت عیسیٰ کے بعد ایسے نبی تشریف لائے ہیں جو حق بولتے ہیں اور ان میں فضل واحسان پایا جانا ہے اور ان سے فضل واحسان ہی کا صدور ہوتا ہے۔

عزفی فرماتے ہیں کہ آپ کو اس اسم مبارک کے ساتھ موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو برکت اور ثواب کی زیادتی عطا فرمائی ہے اور آپ کے صحابہ کو

فضائل اعمال سے نوازا اور آپ کی امت کو سابقہ امتوں کے مقابلے میں زیادہ عزت وقدر سے شرف یاب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد

"وجعلنی مبارکا اینما کنت" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ "نفاعا للناس" یعنی میں جہاں کہیں بھی ہوں گا مجھے اللہ نے لوگوں کے لئے نفع بخش بنایا ہے۔

المبشر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (۴۵۸)

اور فرماتا ہے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (۴۵۹)

مبشر بمعنی بشیر ہے اور بشیر کا سابقاً ذکر ہو چکا ہے۔

المبلغ

اس نام اقدس کو ابن دحیہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ (۴۶۰)

تم پر تو یہی حکم پہنچا دینا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (۴۶۱)

اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے

اور مسلم کی حدیث میں ہے۔

[(حوالہ ۴۵۸) الاحزاب: ۴۵]

[(حوالہ ۴۵۹) الاسراء: ۱۰۵]

[(حوالہ ۴۶۰) آل عمران: ۲۰]

[(حوالہ ۴۶۱) المائدہ: ۶۷]

ان اللّٰه ارسلنی مبلغا ولم یرسلنی متعنتا (۴۶۲)

اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ بنا کر بھیجا ہے اور مجھے تکلیف دینے والا بنا کر نہیں بھیجا۔

المبین

اسماء پر گفتگو کرنے والے علماء کی ایک جماعت نے اس اسم پاک کا تذکرہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ قُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ (۴۶۳)

حَتّٰی جَآءَ ھُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ (۴۶۴)

مبین کا معنی ہے وہ ذات جس کا امر اور جس کی رسالت واضح اور جس کا حال ظاہر ہے۔

یا مبین کا معنی وہ ذات جو اللہ کی طرف سے ملنے والے احکام اور پیغام کو لوگوں کے سامنے کھل کر بیان کرنے والی ہے۔

مبین اللہ کے اسماء میں سے ہے جس کا معنی ہے وہ ذات جس کا امر اور جس کی الوہیت واضح ہے۔ یا اس کا معنی ہے اپنے بندوں پر دینی وآخروی امور کو بیان کرنے والا۔

المتبتل

اس اسم پاک کو میں نے اس آیت کریمہ سے اخذ کیا ہے۔

وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (۴۶۵)

اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو کر رہو

[(حوالہ۴۶۲) مسلم الطلاق حدیث: ۳۵]

[(حوالہ۴۶۳) سورہ ابراہیم: ۸۹]

[(حوالہ۴۶۴) سورہ زخرف: ۲۹]

[(حوالہ۴۶۵) المزمل آیت: ۸]

المتبع

اس نام پاک کو میں نے اس فرمان خداوندی سے اخذ کیا ہے۔

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (۴۶۶)

میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ (۴۶۷)

اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

اور صحیح حدیث میں ہے۔

لو کان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی (۴۶۸)

اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

المتربص

اس اسم پاک کو شیخ شمس الدین رھاوی نے اپنی تالیف ''فی رجال العمدۃ'' میں بیان کیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے۔

فَتَرَبَّصُوْا اِنَّا مَعَکُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ (۴۶۹)

تو اب انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔

(قُلْ کُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ) تربص کا معنی انتظار ہے۔

المتقی

یہ نام قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر کیا ہے۔

یہ اتقی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

[(حوالہ ۴۶۶) آل عمران: ۳۱]

[(حوالہ ۴۶۷) الاعراف: ۱۵۸]

[(حوالہ ۴۶۸) مسند احمد: ۳/۳۷۸] صاحب مشکوٰۃ نے امام احمد کے علاوہ بیہقی کا بھی حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

[(حوالہ ۴۶۹) التوبہ: ۵۲]

المتمکن

اس نام پاک کو میں نے اس حدیث پاک سے اخذ کیا ہے جس کو ابن عسا کر نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں۔

انبانا ابوالقسم بن بیان، اخبرنا ابوالقسم بن بشران، اخبرنا ابوعلی بن الصواف، اخبرنا محمد بن عثمان بن ابی شیبة، حدثنا عبداللّٰه بن مراد ابوعامر الاشعری، حدثنا عبداللّٰه بن ادریس عن حرشن بن حرشن عن طلحة قال وجد فی البیت کتاب فیه حجر منقور فی الهدمة الاولی فدعی رجل فقراه فاذا فیه عبدی المنتخب المتمکن المنیب المختار مولده بمکة ومهاجره طیبة لا یذهب حتی یقیم السنة العوجاء ویشهد ان لا اله الا اللّٰه

حضرت طلحہ فرماتے ہیں گھر میں ایک مکتوب ملا جو ایک بوسیدہ اور قدیم عمارت کی دیوار کے ایک پتھر پر کندہ تھا ایک شخص کو بلایا گیا پس اس نے پڑھا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا ''میرا بندہ منتخب، متمکن، منیب، مختار ہے۔ ان کی جائے پیدائش مکہ اور مقام ہجرت طیبہ ہے اور وہ دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے جائیں گے جب تک طریقہ کج کو سیدھا نہ کر دیں اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کو عام نہ کر دیں۔''

متمکن کا مطلب ہے جنہیں زمین میں قدرت حاصل رہی جن کی لوگوں نے اطاعت واتباع کی اور جن کا دین غالب ومشہور ہوا۔

قرآن کریم میں اس اسم کے مناسب آیات موجود ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ

الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ (۴۷۰)

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی ہے اور یہ یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا۔ جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے۔

المتوکل

اس اسم پاک کو علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔

آپ کا یہ نام تورات میں مذکور تھا جیسا کہ ''حرز الامیین'' کے تحت گزرا ہے کہ انت عبدی ورسولی وسمیتك المتوکل (تم میرے بندے اور میرے رسول ہو اور میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے)

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۴۷۱)

اور اللہ پر بھروسہ کرو۔

توکل کا معنی

۱- ابن دحیہ نے فرمایا متوکل وہ ہے جو اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے جب اللہ تعالیٰ اس کو کسی کام کا حکم دے تو وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ، گھراہٹ اور بے صبری کے اٹھ کھڑا ہو جائے۔

۲- بعض نے کہا

توکل کا معنی اعتصام باللہ (اللہ پر اعتماد) ہے۔

۳- اور بعض نے کہا

توکل ہر حال میں تعلق باللہ (اللہ کے ساتھ تعلق) کا نام ہے۔

[(حوالہ ۴۷۰) النور: ۵۵]

۴۔بعض نے کہا

تدبیر نفس اور اچھائی و برائی کی قوت وقدرت سے جدائی اختیار کرنے کا نام توکل ہے۔

المجتبیٰ

مجتبیٰ بمعنی مصطفیٰ ہے۔صحاح میں ہے اجتباہ ای اصطفاہ یعنی اس نے اس کو چن لیا۔

المجیر

اس نام پاک کو ابن العربی اور ابن سید الناس نے ذکر کیا ہے۔اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے آخر میں حرف راء ہو (یہ لفظ مجیر ہو) اور یہ احتمال بھی ہے کہ راء کی بجائے حرف دال ہو یعنی یہ اسم المجید ہو۔

اول کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو جہنم سے بچائیں گے۔

اور ثانی مجد سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

المحلل المحرم

ان دونوں ناموں کو ابن عربی، ابن دحیہ اور عزفی نے بیان کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم محلل ومحرم اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحلیل وتحریم کا اختیار عطا فرمایا ہے یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا گیا ہے۔

وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (۴۷۲)

اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام فرمائے گا۔

[(حوالہ ۴۷۲) الاعراف: ۱۵۷]

محمود

اس اسم پاک کو قاضی عیاض، عزفی اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ اسم پاک زبور میں پایا جاتا تھا۔ ابن دحیہ فرماتے ہیں عبدالمطلب کے اس شعر میں بھی اس اسم پاک کا تذکرہ ہے۔

محمد هو فی التوراۃ محمود

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی ہیں جو تورات میں محمود کے نام سے معروف تھے۔

(مصنف فرماتے ہیں)

شاید یہ شعر عبدالمطلب کی بجائے ابوطالب کا ہے۔

ابن دحیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس سے مروی ایک منقطع حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں میں نام محمود ہے۔ اس حدیث کو ابوحفص موصلی نے اپنی کتاب "وسیلة المتعبدین" میں روایت کیا ہے۔

المخبت

یہ نام پاک میں نے ابن ماجہ کی اس حدیث سے اخذ کیا ہے جو اسم الاواہ کے تحت مذکور ہوئی ہے۔

صحاح میں اخبات کا معنی خشوع وتواضع بتایا گیا ہے۔

المخبر

اس نام پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور انہوں نے اس پر کوئی مزید بات نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کا معنی واضح ہے کیونکہ آپ اللہ کی خبر دینے والے ہیں۔

المختار

اس اسم پاک کو علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ آپ کے مشہور اسماء

میں سے ہے۔

دارمی نے اپنی مسند میں کہا۔

حدثنا ابوعوانة عن عبدالملك بن عمر عن زكوان ابی صالح عن كعب قال في السطر الاوّل محمد رسول الله عبدی المختار لافظ ولا غليظ ولا سخاب في الاسواق ولا يحزی السيئة بالسيئة ولكن يعفو ويغفر مولده بمكة وحجرته بطيبه وفلكه الهشام (۴۷۳)

حضرت کعب فرماتے ہیں (تورات کی) پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا محمد اللہ کے رسول، میرے مختار بندے ہیں۔ نہ تند مزاج ہیں نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں آوازیں بلند کرنے والے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ درگزر فرمائیں گے اور معاف فرمائیں گے ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ اور ان کا فلک شام ہے۔ مختار اختیار سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اختیار کا معنی اصطفاء (چننا) ہے جیسا کہ صحاح میں ہے۔ (۴۷۴)

المخلص، المدثر، المزمل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً (۴۷۵)

شیخین نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فترت وحی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میں چل رہا تھا اسی اثناء میں اچانک میں نے فضاء سے ایک آواز سنی۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو

[(حوالہ۴۷۳) دارمی فی المقدمہ باب ثانی:۱/۵]

[(حوالہ۴۷۴) صحاح میں فرمایا اختیار اور تخیر کا معنی اصطفاء ہے،۲/۶۵۲]

[(حوالہ۴۷۵) سورہ مدثر:۱، سورہ مزمل:۱]

میرے سامنے وہی فرشتہ حاضر تھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ وہ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس میں نے اس سے خوف محسوس کیا۔ میں نے اپنے گھر واپس آ کر کہا زملونی زملونی (مجھے چادر اوڑھا دو، چادر اوڑھا دو)

اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ دثرونی دثرونی (مجھے چادر اوڑھا دو، چادر اوڑھا دو)

پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (۴۷۶)

المدثر اور المزمل یہ دونوں اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی مذکورہ حالت سے ماخوذ ہیں۔

جب بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر یہ حالت طاری ہوتی۔ ان دونوں اسماء کا معنی کپڑے میں اپنے آپ کو لپیٹنے والا ہے۔ یعنی چادر اوڑھنے والا۔ یہ دونوں اسماء اصل میں متدثر اور متزمل تھے۔ باب تفعل سے اسم فاعل کے صیغے ہیں۔ متدثر میں تاء کو دال سے اور متزمل میں تاء کو زاء سے بدل دیا گیا ہے اور پھر ایک حرف کو دوسرے حرف میں ادغام کر دیا گیا تو مدثر اور مزمل بن گئے۔

ابوالقسم بن الورد کہتے ہیں۔

یا ایھا المدثر کا نزول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زملونی فرمانے کے بعد ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مزمل (کپڑا اوڑھنا) سے مقصود خوفزدہ انسان کا اپنے کو لاحق ہونے والی سردی سے بچانا ہے۔ کیونکہ خوف زدہ انسان کسی امر کے اقدام سے باز رہنے والے کی مانند ہوتا ہے۔ پس آپ سے خطاب تزمل (اوڑھنے) کے مطلوبی معنی کے ساتھ فرمایا گیا کہ

یا ایھا المزمل، المدثر دع ھذا الدثار وخذ فی الانذار

اے مزمل، مدثر اس اوڑھنے کو ترک کر دیجئے اور انذار میں مشغول ہو جائیے۔

[(حوالہ ۴۷۶) البخاری: ۱/۴،۴/۱۴۱،۶/۲۰۱،۲۱۲،۸/۵۹۔ مسلم الایمان حدیث: ۲۵۲]

اس طرح کا خطاب اس گھبراہٹ سے انس دلانے اور مامور بہ کے کر گزرنے پر اشتیاق دلانے اور جرأت پیدا کرنے کے لئے فرمایا گیا۔ جیسا کہ تم کسی آدمی کو کسی کام کے لئے بھیجو اور وہ خوفزدہ ہو کر گھر میں جا کر بیٹھ جائے تو تم اس سے کہو اے خوفزدہ انسان میں نے تجھے جس کام کے لئے کہا تھا اسے کر گزرو اگر تم اس کے بجائے یہ کہو۔ اے گھر میں بیٹھے رہنے والے تو وہ بیٹھا رہے گا لیکن جس وجہ سے وہ گھر میں بیٹھا ہے اسی سے آغاز خطاب کیا جائے تو یہ اس کے لئے زیادہ مانوسیت، زیادہ باعث امن واطمینان اور اس میں جرأت پیدا کرنے میں زیادہ موثر وبلیغ ہوگا۔

المذکر

یہ اسم پاک ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۴۷۷)

(پس آپ نصیحت کر دیا کریں۔ آپ نصیحت کرنے والے ہیں)

یعنی میرے بندوں کو میری آیات یاد دلاؤ اور انہیں میرے براہین ودلائل کے ذریعے نصیحت کرو اور میرے پیغامات پہنچاؤ۔

المرتجي

اس نام مبارک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور انہوں نے اس پر کلام نہیں فرمایا۔

یہ رجاء بمعنی امید سے اسم مفعول کا صیغہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہی تو وہ ذات ہے کہ جن سے امیدیں وابستہ ہیں کہ آپ دکھ اور درد دور فرمائیں گے اور مصیبتوں کو ٹال دیں گے۔ سب سے بڑی مصیبت تو وہ ہے جو روز قیامت فیصلے کے وقت لوگوں کو پیش آئے گی۔ اس وقت مخلوق خدا کے واحد سہارا آپ ہی ہوں گے۔

[(حوالہ ۴۷۷) الغاشیہ:۲۱]

المرتل

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے اس آیہ کریمہ سے اخذ کر کے ذکر کیا ہے۔
وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً (۴۷۸)
اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔
قرأت میں ٹھہراؤ اور ہر حرف کو بعد والے حرف سے جدا کر کے پڑھنے کو ترتیل کہا جاتا ہے۔
امام ترمذی نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سورت کو تلاوت فرماتے تو اس میں ترتیل فرماتے کہ وہ سورۃ اپنے سے لمبی سورۃ سے بھی لمبی ہو جاتی۔ (۴۷۹)
اور امام ترمذی نے یعلی ابن مالک سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ایک ایک حرف جدا کر کے قرأت فرمائی۔

المرسل

اس نام پاک کو ابن العربی، العزفی، ابن دحیہ اور ابن سید الناس نے ذکر کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلاً قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (۴۸۰)
اور کافر کہتے ہیں تم رسول نہیں تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں مرسل لفظ رسالت سے مفعل کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

[(حوالہ ۴۷۸) المزمل:۴]

[(حوالہ ۴۷۹) مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین حدیث:۱۱۱۸ البیہقی:۲/۴۹۰]

[(حوالہ ۴۸۰) سورہ رعد:۴۳]

رسول اور مرسل میں فرق

رسول اور مرسل کے درمیان ابن دحیہ نے یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ مرسل تتابع فی الارسال کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ ایک مرتبہ بھی ارسال پایا جائے تو بھی کافی ہے جبکہ رسول پے در پے ارسال کا مقتضی ہے۔

المرشد

اس نام پاک کو میں نے ابن قانع کی اس مروی حدیث سے اخذ کیا ہے جسے انہوں نے ''معجم الصحابہ'' میں روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

حدثنا محمد بن خالد بن یزید النیلی، حدثنا ھاشم بن القسم، حدثنا یعلی بن الاشدق، حدثنا حمید بن ثور الھلالی انه اسلم فاتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم

حمید بن ثور الہلالی نے بتایا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ شعر پڑھے:

اصبح قلبی من سلیمی مقصدا ان خطاء منها وان تعمدا
حتی ارانا ربنا محمدا یتلو کتاب اللّٰه فینا مرشدا
فلم نکذب وخررنا سجدا لعطی الزکوة ونقیم المسجدا

سلیمی (محبوبہ) سے میرا دل متنفر ہو گیا
یہ اس کی جانب سے بغیر ارادے کے غلطی سمجھنے یا بالارادہ
حتیٰ کہ ہمارے پروردگار نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روشناس کرایا۔
جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں رشد و ہدایت دینے کے لئے
پس ہم نے ان کی تکذیب نہیں کی ہم سجدے میں گر گئے
اور ہم زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں

مرحمة

الحلیہ میں ابونعیم نے حضرت ابن عباس کی حدیث سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت مرحمة وملحمة ولم ابعث تاجرا ولا زراعا (۳۸۱)

مجھے جائے رحمت اور صاحب جہاد بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے اور مجھے تاجر اور کاشت کار بنا کر مبعوث نہیں فرمایا گیا۔

مرغمة

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے بیان کیا ہے اور فرمایا کہ یہ "صحاح جوہری" میں اس مقام پر واقع ہے جہاں پر "بعثت مرغمة" کا بیان ہے۔

یہ حدیث مقطوع ہے اور اس کا معنی صحیح ومقبول ہے۔

مرغمۃ کا معنی ہے کفر کو حد درجہ ذلیل کر کے خاک میں ملانے والا رغام (بالفتح) مٹی کو کہا جاتا ہے۔

المزکی

اس نام پاک کو میں نے کئی آیات میں وارد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کیا ہے۔

(وَيُزَكِّيهِمْ) (۳۸۲)

یعنی اللہ کے رسول تمہیں شرک اور گناہوں کی آلودگیوں سے پاک کرتے ہیں۔

المسبح

اس اسم کو میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (۳۸۳)

[(حوالہ ۳۸۱) حلیۃ الاولیاء: ۴/۷۲ حدیث بعثت مرغمۃ الصحاح: ۵/۱۹۳۵]

[(حوالہ ۳۸۲) البقرۃ: ۱۲۹]

[(حوالہ ۳۸۳) النصر:]

شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم يكثر ان يقول في ركوعه وسجوده سبحانك اللهم وبحمدك اللهم اغفرلي يتاول القرآن (۴۸۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود میں کثرت کے ساتھ سبحانك اللهم وبحمدك اللهم اغفرلي پڑھ کر قرآن پر عمل کرتے تھے۔

المستعيذ

اس اسم پاک کو میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (۴۸۵)

جب قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو

اور ارشاد ہے۔

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (۴۸۶)

اور اے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے تو اللہ کی پناہ مانگ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت کے وقت اور سفر میں پڑاؤ کی جگہوں میں بوقت پڑاؤ اور ہر وقت شیطان اور اس کے وسوسہ اور فریب سے اور مخلوق کے شر سے استعاذہ (پناہ مانگنا) معروف ہے جس کے متعلق صحیح احادیث وارد ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بوقت قرأت استعاذہ واجب تھا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہیں۔ استعاذہ کا مطلب اللہ کی پناہ لینا ہے۔

[(حوالہ ۴۸۴) فتح الباری: ۸/ ۷۳۳۔ البیہقی: ۲/ ۱۰۹ صحیح ابن خزیمۃ حدیث: ۸۴۳]

[(حوالہ ۴۸۵) النحل: ۹۸]

[(حوالہ ۴۸۶) الاعراف: ۲۰۰]

المستغفر

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ اس پر انہوں نے کوئی مزید بات نہیں کی۔ یہ اسم پاک فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (۴۸۷) وغیرہ آیات سے ماخوذ ہے۔

ابن سنی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں کلام کرنے سے پہلے سو مرتبہ
"رب اغفرلی وتب علی انك انت التواب الرحیم"
پڑھا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا مطلب

(مصنف فرماتے ہیں)

اگر تم یہ کہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استغفار کا کیا مطلب ہے حالانکہ آپ تو بالا جماع کبائر سے معصوم ہیں اور محققین کے ہاں تو صغائر سے بھی معصوم ہیں۔

(فرماتے ہیں)

اس سوال کا کئی وجوہ سے جواب دیا گیا ہے۔

۱۔ استغفار سبقت گناہ کا مقتضی نہیں۔

۲۔ عاجزی، بندگی اور اعتراف تقصیر کے التزام کی بناء پر استغفار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے آپ کی عادت کریمہ تھی۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔

اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا؟ (۴۸۹)

کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

[(حوالہ ۴۸۹) البخاری: ۲/۶۳، ۶/۶۹، ۶۹ و ۸/۱۲۴
مسلم صفات المنافقین حدیث: ۸۹، ۸۰، ۸۱ الترمذی حدیث: ۴۱۲۔ النسائی فی اللیل باب: ۱۷ ابن ماجہ حدیث: ۱۴۱۹، ۱۴۰، مسند امام احمد: ۴/۲۵۵]

۳- آپ نے استغفار اس لئے کیا تا کہ سنت بن جائے اور آپ کی امت اس میں آپ کی اقتداء کرے۔

۴- استغفار اور توبہ میں ایک لطیف معنی پایا جاتا ہے اور وہ معنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی استدعا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وقت استغفار و توبہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مزید محبت کی طلب اور استدعا ہے۔

حدیث غین کا مطلب

(امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں) اگر تم یہ کہو کہ حدیث سلیم کا کیا معنی ہے؟ جس میں آپ فرماتے ہیں۔

انه لیغان علی قلبی فاستغفر الله کل یوم مائة مرة (۴۹۰)

میرے قلب پر ایسی کیفیات طاری ہوتی ہیں جن کی وجہ سے میں روزانہ سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(مصنف فرماتے ہیں) لغت عرب کے امام اصمعی اور ابوعبیدہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی تفسیر نہیں کی۔

اور اصمعی نے اعتراف عجز کے طور پر فرمایا۔

لو کان قلب غیر النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لفسرته واما قلبه صلی اللّٰہ علیه وسلم فلا ادری

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے قلب کا یہاں ذکر ہوتا تو میں اس کی تفسیر کرتا لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی حقیقت نہ میں سمجھ سکتا ہوں نہ مجھے اس بارے میں یارائے تکلم ہے۔ اسی طرح عارف ربانی حضرت جنید بغدادی نے بھی اعتراف عجز کرتے ہوئے کہا تھا۔

لو لا انه حال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لتکلمت فیه ولا یتکلم علیٰ حال الا من کان شرفا علیها وجلت حاله عن ان یشرف

[(حوالہ ۴۹۰) مسلم الذکر حدیث: ۴۱ فتح الباری: ۱۱/ ۱۰]

علی نہایتھا احد من الخلق

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا حال مذکور ہوتا تو میں اس میں گفتگو کرتا۔ حال کے بارے میں گفتگو کرنے کا حق اسی شخص کو حاصل ہے جسے حال پر پوری طرح آگاہی حاصل ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تو اتنا بلند وارفع ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کی نہایت پر آگاہ نہیں ہوسکتا۔

کچھ علماء نے اس کی تفسیر کرنے کی کوشش کی ہے۔

قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں۔

اصل میں ''غین'' ایک ایسی کیفیت ہے جو دل کو بالکل ڈھانپ نہیں لیتی بلکہ اس پر اس طرح چھا جاتی ہے جس طرح آسمان پر ہلکا بادل چھا جاتا ہے لیکن آفتاب کی شعاعوں کو روکتا نہیں پھر حدیث سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کیفیت دل پر سو مرتبہ چھا جاتی ہے۔ بلکہ یہ تعداد استغفار کی ہے نہ کہ غین کی اور پھر اس غین سے مراد وہ قلبی غفلتیں، نفسانی خطرات اور سہو ہیں جو مداومت ذکر اور مشاہدہ حق کی راہ میں حائل ہوتی تھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشری تقاضوں، امت کی اصلاح، اہل کی کفالت وشفقت، دوست کی موافقت، دشمن کی مخالفت، نفس کی مصلحت، رسالت کی ذمہ داریاں اور حمل امانت وغیرہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس کے باوجود آپ ان تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت میں مصروف رہتے تھے لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بارگاہ صمدیت میں تمام مخلوق سے اعلیٰ وارفع تھا اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت سب سے زیادہ رکھتے تھے اور جب آپ کا قلب خالص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا اور آپ ہمہ تن وحدہ لاشریک لہ کی بارگاہ میں مصروف ہوتے تو آپ کی یہ حالت تمام حالات سے ارفع ہوتی تھی اور جب آپ کی اس حالت میں کوئی انقطاع واقع ہوتا اور اس حالت سے کسی بناء پر توجہ دوسری جانب کسی وقت مبذول ہو جاتی تو آپ اس کو انحطاط ونقصان خیال فرماتے تھے اور اس کی وجہ سے استغفار فرماتے تھے۔

بعض صوفیاء کرام نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی

امت سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ اس شفقت کی وجہ سے آپ کا دل پریشان ہوتا تو آپ امت کے لئے استغفار فرماتے۔

اور بعض نے فرمایا کہ غین سے مراد وہ طمانیت اور سکینہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر چھا جاتی تھی۔ طمانیت کے نزول کے وقت استغفار کرنا اپنی عبودیت اور اپنی عاجزی کے اظہار کے غرض سے تھا۔

المسدد

اس اسم پاک کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اخذ کیا ہے۔

اسدده لکل جمیل

المسعود

اس اسم مبارک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے کوئی بات مزید نہیں فرمائی۔

المسلم المؤمن

پہلے اسم گرامی کو ابن عربی اور ان کے متبعین نے ان آیات سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۴۹۱)

وَ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (۴۹۲)

صحیح حدیث میں دعائے افتتاح میں یہ الفاظ وارد ہیں۔

حَنِیْفًا مُّسْلِمًا (۴۹۳)

دوسرے اسم پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے۔

[(حوالہ ۴۹۱) الانعام: ۱۶۳]

[(حوالہ ۴۹۲) یونس: ۷۲]

[(حوالہ ۴۹۳) ابوداؤد الصلوۃ باب: ۱۱۹ - النسائی الافتتاح باب: ۱۷ - ابن ماجہ حدیث: ۳۲۱]

اس پر انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔

قاضی عیاض نے اسے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ اس آیت سے ماخوذ ہے۔

یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ یُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (۴۹۴)

اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں۔

تنبیہ

المومن اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے جس کا معنی اپنے بندوں سے وعدہ پورا کرنے والا، اپنے قول حق کی تصدیق کرنے والا، اپنے مومن بندوں اور اپنے رسولوں کی تصدیق فرمانے والا ہے۔ اور بعض نے کہا اس کا معنی اپنی توحید بیان کرنے والا ہے اور بعض نے کہا اس کا معنی اپنے بندوں کو دنیا میں ظلم سے اور آخرت میں مومنوں کو اپنے عذاب سے امن دینے والا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں یہ معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی صحیح ہے کیونکہ آپ اپنے صحابہ اور اپنے ایمان لانے والوں کے لئے عذاب سے امن دینے والے ہیں۔

المسیح

اس اسم پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور انہوں نے اس پر کوئی مزید بات نہیں کی۔ ایک حدیث میں آپ کی صفت ”مسیح القدمین“ گزر چکی ہے جس کا معنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کے تلوے ہموار پر گوشت تھے۔ اس لئے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہا گیا ہے۔ لفظ مسیح کی تشریح میں بہت سارے اقوال بیان کئے گئے ہیں جن میں سے دس اقوال ایسے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس سے موافقت رکھتے ہیں۔

[(حوالہ ۴۹۴) التوبہ: ۶۱]

لفظ مسیح کا معنی

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کسی مریض پر دست اقدس پھیرتے تو وہ شفا یاب ہو جاتا تھا۔ اس لئے انہیں مسیح فرمایا گیا اور یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی ہے۔ احد کے دن حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کو ایک تیر آ لگا وہ زخمی ہو کر رخسار پر آ لٹکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے آنکھ کے باہر نکلے ہوئے ڈھیلے کو آنکھ کی جگہ واپس رکھ دیا۔ تو وہ درست ہو گئی اور دوسری آنکھ سے زیادہ روشن و حسین بن گئی۔ حضرت شرجیل جعفی کی ہتھیلی پر گلٹی تھی جس کی وجہ سے وہ تلوار اور اونٹ وغیرہ کی مہار نہ پکڑ سکتے تھے۔ انہوں نے بارگاہ نبوت میں اس تکلیف کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس اس کے ساتھ مس کیا سو اس گلٹی کا اثر زائل ہو گیا۔

خیبر کے روز حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھوں مین لعاب دھن مبارک لگایا تو آشوب چشم کی تکلیف دور ہو گئی۔

۲۔ لغت میں مسیح کا معنی جمیل ہے۔ حضرت عیسیٰ کو ان کی خوبصورتی کی وجہ سے مسیح کہا جاتا ہے۔

۳۔ مسیح کثیر الجماع کے معنی میں ہے۔ مرد جب اپنی بیوی سے مباشرت کرے تو مسحھا کہا جاتا ہے۔ اس معنی کو ابن فارس نے بیان کیا ہے۔

۴۔ اصمعی کہتے ہیں مسیح کا معنی صدیق (دوست) ہے۔

۵۔ مسیح لغت میں چاندی کے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی رنگت میں سرخی و سفیدی کی آمیزش تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت بھی ایسی ہی تھی۔ جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہوا ہے۔

۶۔ مطروزی کہتے ہیں کہ مسیح کا معنی تلوار ہے۔

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تلوار کا معنی واضح ہے کیونکہ آپ ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) تھے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ نیز آپ نے شرک اور بتوں کی عبادت کا استصال اور بیخ کنی فرمائی ہے۔

۷- مسیح کا معنی ہے جو زمین کو طے کرے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کی مسافت طے کرتے ہوئے کبھی شام، کبھی مصر کبھی ایک مقام پر کبھی دوسرے مقام پر ہوں گے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ساتوں آسمانوں اور ان سے اوپر کی بلندیاں طے کی ہیں۔

۸- مسیح کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے گناہوں کو مسح فرمایا یعنی انہیں گناہوں سے معصوم بنایا۔

۹- حضرت جبریل امین نے برکت کے ساتھ اپنے ہاتھ سے مس کیا۔ یہ معنی ابونعیم نے بیان کیا ہے۔

۱۰- حضرت عیسیٰ پیدائش کے وقت یوں محسوس ہوتے تھے گویا وہ ممسوح بالدھن (جسم پر تیل لگایا ہوا) ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسرور اور مختوم پیدا فرمائے گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اٹھتے تو ان کے بالوں پر تیل لگا ہوا اور کنگھی کی ہوئی ہوتی تھی جبکہ ان کے اپنے بچے پراگندہ سر ہوتے تھے۔

ابو عبید فرماتے ہیں۔

میرے خیال میں لفظ مسیح اصل میں شین کے ساتھ مشیح تھا بعد میں اس کی تعریب کی گئی ہے۔

المشاور

اس اسم پاک کو میں نے اس آیت کریمہ سے اخذ کیا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (۴۹۵)

(اور کاموں میں ان سے مشورہ لو)

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

[(حوالہ ۴۹۵) سورہ آل عمران: ۱۵۹]

ما رأيت في الناس احدًا اكثر مشورَةً لا صحابه من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم (۴۹۶)

میں نے لوگوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے صحابہ سے مشورہ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے محتاج نہیں لیکن اس کے باوجود ان سے مشورہ فرمانے کا امر اس لئے فرمایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مشورہ کرنا سنت بن جائے اور لوگ اس میں آپ کی اقتداء کریں۔

قد علم اللّٰه انه ليس به اليهم حاجة ولكن اراء ان يستن به من بعده

(اور مصنف فرماتے ہیں)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ جنگ بدر، جنگ احد اور واقعہ افک کے مواقع اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ مشورہ فرمانا آپ پر واجب تھا یا مستحب؟ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ مشورہ کرنا آپ پر مستحب تھا۔

المشفوع

اس اسم مبارک کا تذکرہ ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔ اس اسم کا معنی مجھ پر واضح نہ ہو سکا کیونکہ یہ صیغۂ شفاعت کے لفظ سے صحیح نہیں۔ شفاعت سے اسم مفعول کا صیغہ باب تفعیل سے مشفع آتا ہے۔

[(حوالہ ۴۹۶) الدر المنثور: ۲/۹۰]

مشقح

اس اسم پاک کا تذکرہ قاضی عیاض، ابن دحیہ اور متقدمین کی ایک جماعت نے فرمایا ہے۔ ہمارے شیخ امام شمنی نے اس کا ضبط میم کے ضمہ اور شین کے فتحہ، قاف مشدد اور آخر میں حاء مہملہ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

اور ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ لفظ حرف قاف کی بجائے حرف فاء کے ساتھ ہے اور فرمایا کہ یہ اسم، اسم محمد کے ہم وزن وہم معنی ہے کیونکہ سریانی زبان میں الشفح کا معنی حمد ہے اور وہ کہتے ہیں ابن ظفر نے فرمایا کہ یہ اسم حضرت شیعاء (ذوالکفل علیہ السلام) کی کتاب میں واقع تھا جس کی عبارت درج ذیل تھی۔

عبدی الذی سرت به به نفسی انزل علیه وحی فیظهر فی الامم عدلی ویوصیهم بالوصایا لا یضحك ولا یسمع صوته فی الاسواق یفتح العیون العور والاذان الاصم والقلوب الغلف وما اعطیه لا اعطی احدا مشفح یحمد الله حمدا جدیرا یاتی من اقصی الارض یفرح البریة وسکانها یهللون علی کل شرف ویکبرون علی کل رابیه ولا یضعف ولا یغلب ولا یمیل الی الهوٰی ولا یذل الصالحین الذین هم کالقصبة الضعیفة بل یقوی الصدیقین وهو رکن المتواضعین وهو نور اللّٰه الذی لا یطفی اثر سلطانه علی کتفه

میرے بندۂ خاص وہ ہیں جنہیں میں نے اپنی معیت عطا فرمائی ہے جن پر میں اپنی وحی نازل کروں گا۔ پس وہ لوگوں میں میرے عدل کا اظہار فرمائیں گے اور میرے احکام کی تبلیغ کریں گے اور وہ (عام لوگوں کی طرح) نہ ہنسیں گے۔ اور نہ بازاروں میں ان کی آواز سنائی دے گی (کیونکہ وہ بازاروں میں شور مچانے والے نہیں) اور وہ (ہدایت سے) اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو (نور ہدایت کے لیئے) کھول دیں گے اور جو کچھ میں انہیں عطا فرماؤں گا کسی کو بھی عطا نہیں کروں گا

اور وہ مشفح یعنی محمد ہیں جو میری جدید حمد کریں گے۔ زمین کے گوشہ گوشہ سے لوگ ان کی بارگاہ میں حاضری دیں گے۔ تمام مخلوق کو وہ فرحت وخوشی بخشیں گے اور زمین کے باسی ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے میری الوہیت کا اقرار کریں گے اور ہر وادی میں اترتے ہوئے میری کبریائی بیان کریں گے اور میرے وہ بندے نہ ضعیف ہوں گے اور نہ مغلوب ہوں گے اور نہ نفسانی خواہشات کی طرف مائل ہوں گے اور نہ ان صالحین کو ذلیل کریں گے جو بانس کی مانند (کمزور) ہیں۔ بلکہ وہ صدیقین کو تقویت بخشیں گے اور وہ تواضع اختیار کرنے والوں کے سہارا ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں جس کو بجھایا نہ جا سکے گا۔ ان کی سلطنت وغلبہ کا نشان ان کے شانے پر ہوگا (یعنی ان کے شانے پر مہر نبوت ہوگی)

مشھود

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شاھد ومشھود

علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں شاہد سے مراد دیگر انبیاء کرام ہیں اور مشہود سے مراد سرور کائنات صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور فرماتے ہیں اس پر دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (۴۹۷)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت

[(حوالہ ۴۹۷) سورہ آل عمران: ۸۱]

دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

(مصنف فرماتے ہیں) مشہود سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر دلیل وارد ہے۔

مصدق

اس اسم مبارک کا تذکرہ ابن العربی اور العزفی نے کیا ہے۔

عزفی کہتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نام سے موسوم اس لئے ہیں کہ آپ نے انبیاء سابقین اور ان کی کتابوں کی تصدیق فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ (۴۹۸)

اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک رسول تشریف لائے جو ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتے ہیں۔

المصطفیٰ

یہ اسم مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور اسماء میں سے ہے۔

اصطفاء صفوۃ سے ماخوذ ہے اور اصطفاء کا معنیٰ چننا ہے اور صفوۃ کا معنیٰ خلاصہ ہے۔

امام مسلم نے حدیث روایت کی ہے جس میں ارشاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد سے حضرت اسماعیل کو چنا اور حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم

[(حوالہ ۴۹۸) البقرۃ:۱۰۱]

کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔ (۴۹۹)

المصلح

یہ اسم پاک حرف تاء کے تحت گزر چکا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دین کی شرک وطغیان کی بیخ کنی کے ذریعے اصلاح فرمانے والے ہیں اور مخلوق خدا کی ہدایت کے ذریعے اصلاح فرمانے والے ہیں۔

المصلی

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

(اس کا معنی نماز ادا فرمانے والا ہے)

المطاع

ابن دحیہ فرماتے ہیں اس اسم پاک کو علماء کی ایک جماعت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء میں سے شمار کیا ہے۔ ان علماء میں الحریری بھی شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (۵۰۰)

ایک قول کے مطابق یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه (۵۰۱)

جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

وَاَطِيْعُو اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (۵۰۲)

[(حوالہ ۴۹۹) الترمذی حدیث ۳۶۰۵ مسند امام احمد: ۴/۱۰۷۔ الشفاء: ۱/۳۲۶]

[(حوالہ ۵۰۰) التکویر: ۲۱]

[(حوالہ ۵۰۱) النساء: ۸۰]

[(حوالہ ۵۰۲) سورۃ آل عمران: ۱۳۲]

اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۵۰۳)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (۵۰۴)

جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

مطہر

اس نام پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور فرمایا کہ اسے کعب نے ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا ضبط ھاء کے کسرۃ کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو شرک کی آلودگیوں سے پاک فرمایا اور یہ بھی احتمال ہے ھاء کے فتحہ کے ساتھ اسم مفعول کا صیغہ ہو کیونکہ آپ کو ذاتی ومعنوی اور ظاہری وباطنی لحاظ سے پاک رکھا گیا ہے۔

المطیع

یہ اسم پاک ابن ماجہ کی اس حدیث پاک میں وارد ہے جو اسم الاواہ کے تحت مذکور ہوئی ہے۔ (۵۰۵)

المعزز الموقر

ان دونوں مبارک اسموں کو ابن دحیہ نے قرآن کریم کی ان آیات سے اخذ کر کے

[(حوالہ ۵۰۳) النساء: ۶۴]

[(حوالہ ۵۰۴) الاحزاب: ۶۶]

[(حوالہ ۵۰۵) سابقہ نمبر ۲۰۵ ملاحظہ کیجئے]

بیان کیا ہے۔

وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ (۵۰۶)

اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

اور ارشاد باری ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ (۵۰۷)

تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں۔

(مصنف فرماتے ہیں) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعزیر وتوقیر اور تعظیم وتکریم واجب فرمادی ہے۔

تعزروہ کا معنی تجلوہ ہے یعنی آپ کی تعظیم کرو اور بعض علماء نے اس کا معنی کیا ہے تبالغوا فی تعظیمه یعنی میرے حبیب کی تعظیم میں مبالغہ سے کام لو اور بعض نے کہا اس کا معنی ہے ان کی مدد کرو۔

اس لفظ میں ایک قرأت راء کے بجائے زاء مشدد کے ساتھ عزّ سے ہے اور توقروہ کا معنی تعظموہ ہے یعنی ان کی تعظیم کرو۔

اللہ تعالیٰ نے امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر واجب فرمائی ہے اسی لئے آپ کی مجلس مبارک میں آواز پست کرنے کا حکم ہے۔

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (۵۰۸)

اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام فرمانے سے پہلے ترک کلام واجب فرمایا۔

لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (۵۰۹)

[(حوالہ ۵۰۶) الفتح:۹]

[(حوالہ ۵۰۷) الاعراف:۱۵۷]

[(حوالہ ۵۰۸) حجرات:۲]

[(حوالہ ۵۰۹) حجرات:۱]

اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں۔

اس کا معنی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بولنے سے پہلے مت بولو اور جب وہ بولیں تو ان کے ارشاد کو غور سے سنو۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ تعظیم وتکریم اور توقیر وتبجیل سے پیش آتے تھے۔

امام مسلم نے عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

ما کان احد احب الی من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولا احل فی عینی منه وماکنت اطیق ان املاء عینی منه اجلا لا له ولو سئلت ان اصفه ما اطقت لانی لم اکن املا عینی منه (۵۱۰)

کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ جلالت وہیبت والا نہ تھا اور میں آپ کی ہیبت کے سبب سے آپ کی طرف آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے اگر مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلیہ شریف دریافت کیا جائے تو میں بیان نہیں کرسکتا۔

حضرت اسامہ ابن شریک سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

کنا عند النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ما یتکلم منا متکلم، کان علی روئسنا الرخم (۵۱۱)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے تو ادب کے پیش نظر ہم میں سے کوئی بھی بات نہ کرتا گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوتے۔

حضرت انس فرماتے ہیں۔

[(حوالہ ۵۱۰) مسلم الایمان حدیث: ۱۹۲]

[(حوالہ ۵۱۱) یہ حدیث مجھے نہ ملی]

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المهاجرین والانصار وهم جلوس فیهم ابوبکر وعمر فلا یرجع الیه احد منهم بصره الا ابوبکر وعمر فانهما کانا یظران الیه وینظر الیهما ویتبسمان الیه ویتبسم الیهما (۵۱۲)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے مجمع میں تشریف لاتے تو کوئی بھی ان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جسارت نہ کرتا البتہ ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما (حضور کی نہایت شفقت و مہربانی کے باعث) آپ کو دیکھ لیا کرتے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف دیکھتے۔ اور وہ دونوں آپ کی مجلس میں تبسم کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تبسم فرماتے۔

المعصوم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (۵۱۳)

اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔

المعطی

اس اسم پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ (اس کا معنی عطا فرمانے والا ہے)

المعقب

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔ یہ عین کے فتح اور قاف مشدد کے کسرۃ کے ساتھ عاقب کے معنی میں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے بعد تشریف لائے۔

[(حوالہ ۵۱۲) الترمذی حدیث: ۳۶۶۸]

[(حوالہ ۵۱۳) المائدہ: ۶۷]

المعلم

اسم مبارک کو ابن دحیہ اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

انما بعثت معلما (۵۱۴)

مجھے معلم بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔

المعلن

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے بیان کیا ہے اور اس پر مزید کوئی بات نہیں کی۔ ممکن ہے کہ انہوں نے یہ اسم پاک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے اخذ کیا ہو جو اسم الدامغ کے تحت گزرا ہے کہ المعلن الحق بالحق (حق کا حق کے ذریعے اعلان فرمانے والے)

المفضال المفضل

ان دونوں اسماء مبارکہ کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے دونوں پر کوئی مزید بات نہیں کی۔

پہلا اسم مبارک افضال سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور افضال کا معنی جود و کرم ہے۔

اور دوسرے اسم پاک میں یہ احتمال بھی ہے کہ اسم فاعل کا صیغہ ہو باب افعال سے تو یہ مکرم کے معنی میں ہوگا۔ یعنی کرم فرمانے والے اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہو۔ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا جنہیں تمام مخلوق پر فضیلت دی گئی ہے۔

المقدس

اس نام مبارک کو قاضی عیاض، عزفی اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انبیاء کرام کی کتابوں میں اس اسم سے

[(حوالہ ۵۱۴) ابن ماجہ حدیث: ۲۲۹]

موسوم فرمایا تھا۔ اور اس کا معنی ہے گناہوں اور ہر آلودگی سے پاک ذات، تقدیس کا معنی تطہیر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر اس عیب و نقص سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہ حدوث کی علامات و آثار سے پاک ہے۔

المقفی

یہ حضرت حذیفہ کی اس حدیث میں وارد ہے جو مقدمہ کتاب میں مذکور ہوئی ہے۔

یہ میم کے ضمہ اور قاف کے فتحہ اور فاء مشددہ کے کسرۃ کے ساتھ ہے۔ یہ عاقب کی مانند ہے اور اس کا معنی ہے وہ ذات جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے وہ ذات جو اپنے سے پہلے انبیاء کرام کے آثار کی اتباع کرے۔

مقیم السنة

اس اسم پاک کو قاضی عیاض، عزفی اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اسم پاک زبور میں مذکور تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں یوں دعا کی تھی۔

اللهم ابعث لنا محمدا مقيم السنة بعد الفترة

اے اللہ ہمارے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرما جو سنت کو انقطاع کے بعد قائم فرمانے والے ہیں۔

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں تورات میں یوں تھا۔

ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملة العوجاء بان يقولوا لا اله الا الله

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک ان کے سبب کج رو ملت کو سیدھا نہ فرمادے۔ بایں طور کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیں۔

اور ایک روایت میں ملت کے لفظ کی بجائے السنۃ العوجاء کا لفظ وارد ہے اور اسی سے اسم مذکور کو اخذ کیا جائے گا۔

سنت سے مراد طریقہ اور ملت سے مراد دین ہے اور دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

اقامت ملت اور اقامت سنت سے مراد اظہار اسلام ہے۔

ابن دحیہ کہتے ہیں۔

ملت عوجاء سے مراد ملت ابراہیمی ہے جس میں اہل عرب نے تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں۔

المکرم

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے ذکر فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نام سے اس لئے موسوم ہیں کہ آپ اپنے ہم مجلس کی سب سے زیادہ عزت فرمانے والے تھے۔

المکین

اس نام پاک کو علماء کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ سے اخذ کر کے ذکر کیا ہے۔

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ (۵۱۶)

یہ مکانۃ سے فعیل کے وزن پر ہے اور اس کا معنیٰ ہے وہ ذات جو اپنے خالق و مالک کے ہاں عظیم مرتبہ والی ہے۔

المکی المدنی

ان دونوں اسماء مبارکہ کو ابن خالویہ اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔

مکی مکہ کی طرف منسوب ہے کیونکہ مکہ مکرمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش و پرورش اور مقام بعثت ہے۔

[(حوالہ ۵۱۶) التکویر: ۲۰]

اور مدنی مدینہ کی طرف منسوب ہے کیونکہ مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار ہجرت اور دار وصال ہے اور تورات میں تھا۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہو گا۔

المنادی

یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے۔

اننا سمعنا منا دیا ینادی للایمان (۵۱۷)

ہم نے سنا منادی کرنے والا باآواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے۔

ابن جریج فرماتے ہیں۔

یہاں منادی سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اس قول کو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔

المنتخب

اس نام پاک کو عزفی نے ذکر کیا ہے۔

اس کا ورود المتمکن کے تحت مذکور ہو چکا ہے۔

اس کا معنی المختار کی مانند ہے۔

المنتصر

اس اسم مبارک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور انہوں نے اس پر کوئی مزید بات نہیں کی۔

المنحمنا

اس نام پاک کو قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر کیا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سریانی زبان میں اسم ہے۔ ابن اسحاق نے فرمایا یہ اسم پاک تورات میں مذکور تھا اور

[(حوالہ (۵۱۷) آل عمران: ۱۹۳]

سریانی زبان میں اس کا معنی محمد ہے اور ہمارے شیخ امام شمنی نے اس کا ضبط میم کے ضمہ نون کے سکون اور حاء مھملہ کے فتحہ اور میم کے کسرۃ اور اس کے بعد نون مشددۃ مفتوحہ اور الف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ابن دحیہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے البتہ انہوں نے دونوں میموں کو مفتوحہ بتایا ہے۔

المنذر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ (۵۱۸)

تم تو ڈر سنانے والے ہو۔

یہ انذار سے آپ کا وصف ہے اور انذار سے مراد ابلاغ ہے اور ابلاغ تخویف علی حد بشارت کے ساتھ ہوتی ہے۔

المنصف

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے زیادہ انصاف فرمانے والے تھے۔

المنصور

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ان آیات سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (۵۱۹)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ (۵۲۰)

جو یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ اپنے نبی کی مدد نہ فرمائے گا۔

[(حوالہ ۵۱۸) الرعد: ۷]

[(حوالہ ۵۱۹) التوبہ: ۴۰]

[(حوالہ ۵۲۰) الحج: ۱۵]

المنیب

اس اسم پاک کا ورود ابن ماجہ کی الاواہ المتمکن کے تحت مذکور حدیث میں واقع ہے
اور یہ انابۃ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور انابۃ کا معنی اطاعت کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

المهاجر

اس نام پاک کو ابن العربی، العزفی، ابن سید الناس اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے۔
کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

المهدی

اس نام پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شامل ہے۔ ابن دحیہ نے اس نام پاک پر حضرت حسان کے مرثیہ کے یہ اشعار پیش کئے ہیں۔

ما بال عينك لا تنام كانما — كحلت ما قيها بسم الاسود
جزعى على المهدى اصبح ثاويا — يا خير من وطى الحصى لا تبعد

تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے نیند ان سے اڑ گئی ہے گویا کہ سانپ کے زہر کا سرمہ ان پر لگایا گیا ہے۔
میری بے قراری ہدایت دینے والی اس ذات پر ہے جو قیام اختیار فرما چکی ہے۔
اے روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل شخصیت دوری اختیار نہ فرمائیے۔

المهیمن

اس اسم پاک کو قاضی عیاض وغیرہ علماء کرام نے ذکر کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں۔
اس اسم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موسوم کیا ہے۔ غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقع پر حضرت عباس نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ کر سنایا اور اس قصیدے میں انہوں نے آپ کو المهیمن کہا ہے۔
اس قصیدے کے اشعار درج ذیل ہیں۔

من قبلها طبت فى الظلال — و فى مستودع حيث يخصف الورق

ثــم هبــطــت البـلاد لابشــر	انــت ولا مــضــعة ولا عــلــق
بـل نـطـفة تـركـب السفين وقد	الــجــم نسـرا واهـلــه الـغرق
تـنـقـل مـن صــالــب الـى رحم.	اذا مـضـــى عــالـم بـدا طبـق
حتـى احتـوى بينك المهيمن من	خـنـدق عـلـيـاء تـحتهـا النطق
وانــت لــمــا ولـدت اشـرقـت	الارض وضــاء ت بـنـورك الافق
فـنـحـن فـى ذلك الضياء وفـى	الــنــور سبـل الرشـاد نـخـرق

۱- دنیا میں تشریف لانے سے قبل آپ جنت کے سایوں میں حضرت آدم کی پشت میں طیب تھے۔

جہاں حضرت آدم پتوں کو اپنے جسم سے چپکاتے تھے (لباس بہشتی ان کے جسم سے الگ ہو چکا تھا)

۲- پھر آدم کی پشت میں زمین پر اترے اس وقت آپ نہ بشر تھے نہ مضغہ نہ علقہ تھے۔

۳- بلکہ اس وقت آپ نطفہ تھے کہ وہ نطفہ (سام بن نوح کی پشت میں) کشتی نوح پر سوار تھا۔

ایسے حال میں کشتی پر سوار تھا کہ پانی نسر بت تک پہنچ گیا تھا اور اس کے اہل یعنی بت پرست غرق ہونے کے قریب تھے۔

۴- اور وہ نطفہ پشت آباء سے ارحام امہات کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

جب ایک عالم گزرتا تو دوسرا عالم ظاہر ہوتا تھا۔

۵- حتیٰ کہ آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں جلوہ افروز ہو گئے۔

اے مہیمن!

آپ کا وہ شرف جو آپ کے فضل پر شاہد ہے وہ اعلیٰ مکان خندق[1] کے نسب سے

[1] خندق الیاس بن مضر کی بیوی کا نام ہے جو شرف نسب میں معروف تھیں۔ یہ لفظ ضرب المثل کے طور پر نسب عالی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

نطق نطاق کی جمع ہے نطاق کمربند کو کہا جاتا ہے اور یہاں پر بنی ہاشم کے علاوہ دیگر خاندان مراد ہیں جن کو کمر بند سے تشبیہ دی ہے۔ جو انسان کے وسط جسم میں باندھا جاتا ہے۔ (مترجم)

ہے باقی سب خاندان آپ کے خاندان کے تحت ہیں۔

۶- اے اللہ کے محبوب جب آپ کی ولادت با سعادت ہوئی تو ساری زمین کا چپہ چپہ روشن ہو گیا اور آسمان کے کنارے بھی آپ کے نور سے جگمگانے لگے۔

۷- اور ہم آپ کے اس ضیاء ونور میں ہدایت کے رستوں کو طے کر رہے ہیں۔

ان اشعار کو ابوبکر شافعی نے غیلانیات میں نقل کیا ہے۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں۔ احتوی بیتك المھیمن میں حرف نداء محذوف ہے۔ اصل میں یا ایھا المھیمن تھا۔

(مصنف فرماتے ہیں)

میں کہتا ہوں کہ مہیمن کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تسمیہ خود قرآن مجید میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (۵۲۱)

ابن جریر نے حضرت مجاہد سے نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ مھیمنا علیه سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اس کا معنی ہے کہ آپ قرآن کے امین ہیں۔

ابن جریر فرماتے ہیں۔

اس قول کے مطابق آیت کریمہ کی تاویل یوں ہوگی۔

وَاَنْزَلْنَا الْكِتَابَ مُصَدِّقًا الْكتب قبله اليك مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

(اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جو اپنے سے قبل کی کتب کی تصدیق کرنے والی ہے۔ درآں حالیکہ آپ اس کتاب پر امین ہیں۔)

مصدقاً الکتاب سے حال ہوگا اور مھیمنا الیک کے کاف خطاب سے حال ہوگا اور

[(حوالہ ۵۲۱) المائدہ:۴۸]

کاف خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کنایہ ہے اور علیہ کی ضمیر الکتاب کی طرف راجع ہے۔ (انتہی)

(مصنف فرماتے ہیں)

اس تاویل کے مطابق آیہ کریمہ میں لف نشر غیر مرتب ہوگا۔ مصدقاً حال اول راجع ہے الکتاب کی طرف اور مہیمنا حال ثانی راجع ہے الیک کے کاف خطاب کی طرف۔

تنبیہ

المھیمن اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے اور اس کا معنی شاہد، حافظ بقول بعض رقیب اور بقول بعض القائم علی خلقہ اور بقول بعض امین ہے۔

یہ لفظ اصل میں مؤیمن تھا۔ ھمزہ کو ھا سے بدلا گیا ہے اور بعض نے کہا یہ اصل میں مؤمن تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے اور چوتھے اور پانچویں معنی کے اعتبار سے مہیمن ہیں۔

فائدہ

حضرت عباس کے قول وانت لما ولدت اشرقت الارض کی تائید حضرت عکرمہ کی وہ روایت بھی کرتی ہے جسے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سورۂ الزمر کے تحت نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت با سعادت ہوئی تو پوری زمین جگمگا اٹھی۔ ابلیس نے کہا آج کی رات ایسے بچے کی ولادت ہوئی ہے جس نے ہمارے امر کو فاسد کر دیا ہے۔ شیطان کے چیلوں نے شیطان سے کہا تم اس بچے کے پاس جا کر اس کو دیوانگی میں مبتلا کر دو تو ابلیس (ان کے مشورے کے مطابق) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو بھیجا جبریل امین نے ابلیس کو ایسا دھکا دیا کہ وہ منہ کے بل گر پڑا۔

المؤتمن

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔

موصل

اس اسم پاک کا تذکرہ عزفی نے کیا ہے اور فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اسم پاک تورات میں تھا اور اس کا معنی مرحوم ہے۔

المولیٰ

قاضی عیاض اور ابن ماجہ نے اس اسم پاک کو اس آیت کریمہ سے اخذ کرکے بیان کیا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۵۲۲)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔ (کنز الایمان)

بخاری کی حدیث میں ہے۔

و ما من مومن الا انا اولی به في الدنيا والاخرة فمن ترك مالا فليرثه عصبته من كانوا فان ترك دينا او ضياعا فلياتني فانا مولاه (۵۲۳)

میں ہر مومن کا دنیا و آخرت میں مولا ہوں۔ پس جو کوئی مال چھوڑ کر (وفات پا جائے) تو اس کے رشتہ دار اس کے مال کے وارث ہوں گے اور اگر وہ قرض یا عیال چھوڑ کر وفات پا جائے تو وہ (قرض خواہ اور یتیم بچے) میرے پاس آئیں پس میں اس کا مولیٰ ہوں۔

ابن اثیر فرماتے ہیں۔

مولیٰ کا لفظ سترہ معانی میں استعمال ہوتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

اقرب، مالک، سید، معتق (آزاد کرنے والا) منعم، ناصر محب، تابع، پڑوسی، چچا کا بیٹا، حلیف، عقد، سسر، غلام، منعم علیہ (جس پر احسان کیا گیا ہو) معتق (آزاد شدہ) اور ہر وہ شخص جو کسی چیز کا ذمہ دار ہو یا اس کا نظام چلائے وہ اس کا ولی اور مولیٰ کہلاتا ہے۔

[(حوالہ ۵۲۲) الاحزاب: ۶]

[(حوالہ ۵۲۳) البخاری: ۳/۱۵۵، ۷/۱۴۵]

مولیٰ کے مذکورہ معانی میں سے اکثر معانی احادیث میں استعمال ہوئے ہیں۔ لہٰذا مقام ومحل کے اعتبار سے مولیٰ کا جو معنی مناسب ہوگا وہی مراد ہوگا۔ اس محل کے مناسب مولیٰ کے یہ معانی ہیں۔

سید، منعم، ناصر، محب

مولیٰ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ مولیٰ ان تمام معانی میں سب سے زیادہ مالک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

المؤید

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے اس آیت سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۵۲۴)

اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔

ایدہ کا معنی قواہ ہے یعنی اللہ نے ان کو تقویت دی۔

المیزان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ (۵۲۵)

اللہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری اور انصاف کی ترازو۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ المیزان سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جو کتاب کے ذریعے لوگوں کے درمیان فیصلے فرماتے ہیں۔

اس قول کو محمود بن حمزہ الکرمانی نے کتاب غرائب التفسیر میں نقل کیا ہے۔

اس قول پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ الکتاب انزل کی وجہ سے منصوب ہے اور المیزان مجرور ہے۔ مجرور کا منصوب پر عطف کیسے درست ہوگا؟

[(حوالہ ۵۲۴) التوبہ: ۴۰]

[(حوالہ ۵۲۵) الشوریٰ: ۱۷]

(مصنف نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے) کہ یہ قد انزل اللہ الیکم ذکرا رســــولا کی طرح ہے یعنی جس طرح رسولا سے قبل انزل محذوف ہے اسی طرح المیزان سے قبل بھی انزل محذوف ہے۔ اس تقدیر پر المیز ان کا کلمہ منصوب ہوگا۔

ماذ ماذ، موذ موذ، میذ میذ

پہلے اسم پاک کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یہ اسم پاک کتب قدیمہ میں مذکور تھا اور اس کا معنی طیب طیب ہے اور اس کا ضبط ہمارے شیخ امام شمنی نے میم کے فتحہ اور الف غیر مہموزہ اور ذال معجمہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

دوسرے اور تیسرے اسم پاک کو عزفی نے بیان کیا ہے اور دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ نام مبارک صحف ابراہیم میں مذکور تھا اور تیسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ تورات میں موجود تھا۔

حرف نون سے شروع ہونے والے اسمائے گرامی

النّاس

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے اس آیہ کریمہ سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (۵۲۷)

یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

علماء کی ایک جماعت نے فرمایا یہاں خصوصیت کے طور پر الناس سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ کیونکہ الناس (انسانوں) میں پائے جانے والے تمام خصائل حمیدہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہیں جیسا کہ قشیری نے فرمایا ہے۔

النّاسخ

ایک غیر معتبر حدیث جس کو ابو مروان الطبی نے نقل کیا ہے میں وارد ہے۔

انا الذی اسمی فی السماء احمد وفی الارض محمد وفی البحار الماحی وفی القیامة الحاشر وفی الجنة الناسخ وفی النار العاقب (۵۲۸)

مجھے آسمان میں احمد، زمین میں محمد، سمندروں میں ماحی، قیامت میں حاشر، جنت میں ناسخ، جہنم میں عاقب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ناسخ کا معنی واضح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت سے تمام شریعتوں کو منسوخ فرما دیا ہے۔ علم اصول میں مختار مذہب یہی ہے کہ سابقہ شریعتوں میں سے کوئی شریعت بھی مطلقاً ہمارے حق میں شریعت نہیں رہی۔ خواہ اس کے لئے کوئی ناسخ

[(حوالہ ۵۲۷) النساء: ۵۴]

[(حوالہ ۵۲۸) یہ حدیث مجھے نہیں ملی]

وارد نہ بھی ہوا ہو۔

بعض کا قول ہے کہ اگر ہماری شریعت میں سابقہ شریعت کے کسی امر میں ناسخ وارد نہیں تو وہ بھی ہمارے لئے شریعت ہے۔

(مصنف فرماتے ہیں)

اس قول کے بارے میں ہمیں جو عقیدہ رکھنا واجب ہے اس کی میں نے حضرت شیخ الاسلام ذکریا المنادی کو یہ تشریح کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے فرمایا ہمیں یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے مطلقاً سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ سابقہ شریعتوں کے کسی امر کے بارے میں ہماری شریعت میں ناسخ وارد نہیں تو وہ بھی ہمارے لئے شریعت ہے۔ ان کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ سابقہ شریعتوں کے کسی امر کو ہماری شریعت نے اگر ثابت رکھا ہے تو وہ بھی ہمارے لئے شریعت ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سابقہ شریعتوں کے بھی مکلف ہیں۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ (۵۲۹)

الناشر

اس اسم پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور کعب احبار نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے دین کو پھیلایا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا۔ النشر اصل میں تازہ اور نرم ہوا کو کہا جاتا ہے۔

الناصب

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں

[(حوالہ ۵۲۹) البقرۃ:۱۰۶]

کی۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ نصب سے ماخوذ ہو اور نصب راستوں کی ان علامات کو کہا جاتا ہے جن سے چلنے والے رہنمائی حاصل کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دین کی علامات مقرر فرمائی ہیں۔

لہٰذا اس کا معنی علامات دین مقرر کرنے والا ہوگا یا دین کو قائم کرنے والا ہوگا کیونکہ جب کوئی چیز کھڑی کی جاتی ہے تو نصبت الشیء کہا جاتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ اس آیت سے ماخوذ ہو فاذا فرغت فانصب یعنی دعا اور تضرع میں مشغول ہو جاؤ۔

الناصح

یہ اسم پاک ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے کوئی مزید بات نہیں کی۔ یہ اسم انبیاء کرام کے اس قول سے ماخوذ ہے جو حدیث اسراء میں مروی ہے۔

مرحبا بالنبی الامی الذی بلغ رسالۃ ربہ ونصح لامتہ (۵۳۰)

اس نبی اُمی کو خوش آمدید جس نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچایا اور اپنی امت کی خیر خواہی فرمائی۔

خطابی فرماتے ہیں۔

نصیحت ایک ایسا جامع کلمہ ہے جس کے ذریعے خیر خواہی کیے جانے والے کے لئے وہ جمیع بھلائیاں مراد لئے جانے سے تعبیر کیا جاتا ہے جن کی کسی ایک کلمے کے ساتھ تعبیر ممکن نہ ہو۔ لغت میں نصیحت کا معنی اخلاص ہے۔

اور بعض نے کہا

نصیحت کا معنی ایسا کام کرنا ہے جس کے ذریعے موافقت اور درستگی پیدا ہو جائے اور یہ نصاح سے ماخوذ ہے اور نصاح اس دھاگے کو کہا اتا ہے جس کے ساتھ کپڑے کی سلائی کی جاتی ہے۔

الناصر

اس اسم پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور اس پر انہوں نے کوئی کلام نہیں

کیا۔اس کا معنی واضح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی مدد فرمائی اور اسلام کو تقویت بخشی۔

النبی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ (۵۳۱)

اے نبی اللہ تمہیں کافی ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (۵۳۲)

اے نبی! جہاد فرماؤ کافروں پر

ان کے علاوہ بہت ساری آیات میں یہ اسم پاک وارد ہے۔رسول اور نبی کے معنی میں سابقاً فرق بیان ہو چکا ہے۔

لفظ نبی کی تحقیق

لفظ نبی میں دو لغتیں ہیں۔

۱- ھمزہ کے ساتھ نباء سے ماخوذ ہے اور نباء خبر کو کہا جاتا ہے اور نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی خبر دیتا ہے اور بعض نے کہا نبی واضح راستے کو کہا جاتا ہے۔ انبیاء کرام بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے راستے ہیں۔بعض نے کہا کہ نبی کا معنی پہاڑ ہے۔ نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کی حفاظت اور ان کے لئے جائے نجات ہیں۔جن کے طفیل وہ ہلاکت سے محفوظ رہتے ہیں۔جس طرح پہاڑ کی پناہ لیکر لوگ اپنی حفاظت کرتے ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے نبی کو نبی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبی تمام لوگوں سے بلند و بالا مرتبہ کا مالک ہوتا ہے جس طرح کے پہاڑ باقی زمین کی نسبت بلند ہوتا ہے۔

۲- لفظ نبی میں دوسری لغت یہ ہے کہ اس کی یاء مشدد ہے اور اکثر علماء کا یہی قول

[(حوالہ ۵۳۱) الانفال: ۶۴]

[(حوالہ ۵۳۲) التوبہ: ۷۳]

ہے۔ بعض نے کہا مشدد نہیں بلکہ مہموز مخفف ہے۔ ہمزہ کو یاء سے بدلا گیا ہے اور بعض نے کہا اس کی یاء واؤ سے بدلی ہوئی ہے اور یہ نبوۃ سے ماخوذ ہے اور نبوۃ زمین کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو باقی زمین سے بلند ہو اور نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبی کا رتبہ اللہ کی جمیع مخلوق سے بلند ہوتا ہے۔ نافع نے پورے قرآن میں نبی کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ

ایک شخص نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یا نبی اللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لست بنبیٔ اللّٰہ ولکنی نبی اللّٰہ (۵۴۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ ذھبی نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اگر اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابوزید نے نقل کیا ہے کہ عربی لغت میں نبات من ارض الی اخری کا معنی ہے میں نے ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل کیا یعنی یہ جلاوطن کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

یا نبی اللہ میں یہ احتمال تھا کہ کہیں وہ شخص اس سے یہ مراد لے رہا ہو اے اللہ تعالیٰ کے جلاوطن کئے ہوئے جن کو ایک شہر سے نکال کر دوسرے شہر میں بھیجا گیا ہے۔

اس لئے لفظ نبی کے ساتھ نداء کرنے سے منع فرمایا گیا جیسا کہ مومنوں کو راعنا کہنے سے اس لئے منع فرمایا گیا کہ یہود اس کے ذریعے آپ کو سب کرنے کا راستہ تلاش کرتے تھے۔

مسئلہ

اسنوی نے التمہید میں فرمایا ہے کہ

اگر کوئی نمازی نماز کے تشہد میں السلام علیك ایھا النبی کی بجائے السلام علیك یا محمد یا ایا احمد پڑھے اور اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ میں رسولہ کی بجائے صرف اشھد ان محمدا عبدہ پڑھے تو یہ ناکافی ہوگا کیونکہ اس

[(حوالہ ۵۴۳) مستدرک الحاکم: ۲/۲۳۱]

صورت میں نبوت ورسالت کی شہادت موجود نہیں اور اگر نبی کی جگہ رسول اور رسول کی جگہ نبی پڑھ لے تو علماء کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی نا کافی ہے کیونکہ اذکار کے الفاظ توقیفیہ ہیں جیسا کہ سوتے وقت کی دعا میں وارد حضرت براء سے مروی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذکار کے الفاظ توقیفیہ ہیں جن میں اپنی جانب سے کمی زیادتی نہیں کرنی چاہیۓ۔

نبي التوبة، نبي الرحمة، نبي المرحمة، نبي الملحمة، نبي الملاحم

پہلا دوسرا اور پانچواں نام حضرت حذیفہ کی اس حدیث میں وارد ہیں جو مقدمہ کتاب میں مذکور ہوئی اور تیسرا وچوتھا بھی حضرت ابوموسیٰ اشعری کی حدیث میں وارد ہے جو کتاب کے مقدمہ میں مذکور ہو چکی ہے۔ مرحمۃ کا معنی رحمت ہے اور ملاحم ملحمۃ کی جمع ہے۔ ان اسماء کی شرح حرف راء کے تحت ہو چکی ہے۔

النجم الثاقب

اس اسم پاک کو قاضی عیاض اور ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے اور وہ دونوں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد النجم الثاقب (۵۳۴) (سورہ طارق) کی تفسیر میں سلمی نے فرمایا اس سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور حضرت امام جعفر صادق نے والنجم اذا ھوٰی کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اور فرمایا نجم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب انور ہے اور ھوٰی کا معنی ہے کہ انوار الٰہی سے قلب انور میں کشادگی پیدا ہوئی اور غیر خدا سے انقطاع واقع ہو اور ثاقب کا معنی ہے پسندیدہ۔

النذير

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنِّیٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ (۵۳۵)

[(حوالہ ۵۳۴) الشفاء: ۱/۴۴۵] [(حوالہ ۵۳۵) الحجر: ۸۹]

اور فرماؤ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات میں یہ اسم مبارک وارد ہے۔

صحاح میں فرمایا۔

النذير والمنذر واحد (۵۳۶)

(نذیر اور منذر ایک ہیں)

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما مثلي ومثل ما بعثني الله به كمثل رجل اتى قوما فقال يا قوم اني رأيت الجيش واني انا النذير العريان فالنجاة فاطاعه طائفة من قومه فادلجوا وانطلقوا على مهلهم فنجوا وكذبت طائفة منهم فاصبحوا مكانهم فصبحهم الجيش فاهلكهم واجتاحهم فذالك مثل من اطاعني واتّبع ما جئت به ومثل من عصاني وكذب ماجئت به من الحق (۵۳۷)

میری اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیکر مبعوث کیا ہے اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو کسی قوم کے پاس جا کر کہے۔

اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے (دشمنوں کے) حملہ آور لشکر کو دیکھا ہے اور میں کھلا ڈرانے والا ہوں اپنی نجات کا سوچو۔ پس اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات تسلیم کی اور وہ رات کو ہی چلنے اور پیش قدمی کرنے لگا۔ پس وہ نجات پا گیا اور ان میں سے ایک گروہ نے اس کی تکذیب کی اور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ پس لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی بیخ کنی کر دی۔ پس ایسے ہی ہے مثال اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس کی اتباع کی اور اس

[(حوالہ ۵۳۶) الصحاح: ۲/۸۲۶]

[(حوالہ ۵۳۷) البخاری: ۹/۱۱۵]

شخص کی مثال جس نے میری نافرمانی کی اور میرے ہمراہ لائے ہوئے حق کی تکذیب کی۔

النذیر العریان

اس کا معنی بعض لوگوں نے بہت زیادہ کوشش سے ڈرانے والا کیا ہے۔ یہ کلمہ صداقت انذار کے مبالغہ میں بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔

بعض نے کہا کہ اہل عرب میں جب کوئی ڈرانے میں تاکید کرنا چاہتا تو وہ اپنے جسم سے لباس اتار کر چیختا تھا۔

النسیب

اس نام پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے۔ اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔ اس کا معنی اعلیٰ نسب والا ہے۔

شیخین نے حدیث ہرقل میں روایت کیا ہے۔

ہرقل نے ابوسفیان سے سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو ابوسفیان نے کہا وہ ہم میں اعلیٰ نسب والے ہیں۔ ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہو کہ میں نے ان کے نسب کے بارے میں سوال کیا تھا اور تم نے کہا وہ ہم میں اعلیٰ نسب والے ہیں۔ انبیاء کرام اپنی قوم میں واقعی اعلیٰ نسب ہی بھیجے جاتے ہیں۔

عدانی نے اپنی مسند میں حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی ولدتنی امی ولم یصبنی شیء من سفاح الجاھلیة (۵۳۸)

میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں سفاح سے نہیں۔

[(حوالہ ۵۳۸) البیہقی: ۱۹۰/۷۔ مجمع الزوائد: ۲۱۴/۸]

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنی والدہ ماجدہ کے مجھے جننے تک اور مجھے سفاح جاہلیت میں سے کوئی چیز نہیں پہنچی

کلبی فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو ماؤں (دادیوں، نانیوں) کے حالات کو لکھا۔ میں نے ان میں سے کسی ایک کے اندر بھی نہ سفاح پایا اور نہ زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز پائی۔

نعمة اللّٰه

امام بخاری نے اپنی صحیح میں فرمایا۔

حدثنا الحمیدی، حدثنا سفیان، حدثنا عمرو بن عطاء عن ابن عباس الذین بدلوا نعمة اللّٰه (۵۳۹)

واللّٰه کفار قریش

ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ کی نعمت کو بدلنے والے اللہ کی قسم کفار قریش ہیں۔

اور حضرت عمر نے فرمایا۔

اللہ کی نعمت کو بدلنے والے قریش ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔

اور يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا کی تفسیر میں سدی نے فرمایا کہ یہاں نعمت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے بارے میں کفار جانتے تھے کہ وہ نبی مرسل ہیں۔ (۵۴۰)

اس قول کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔

النقی

اس نام پاک کا تذکرہ ابن دحیہ نے فرمایا ہے اور اس پر انہوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔

[(حوالہ ۵۳۹) سورہ ابراہیم: ۲۸]

[(حوالہ ۵۴۰) تفسیر طبری: ۴/۱۰۶]

صحاح میں ہے۔

النقي النضيف (۵۴۱)

یعنی نقی کا معنی نظیف ہے۔

النقیب

اس اسم پاک کو اہل سیر وغیرہم نے اس حدیث سے اخذ کر کے بیان کیا ہے جسے ابن اسحاق نے السیرۃ میں نقل کیا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادۃ انصاری نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوامامۃ بن اسعد بن زرارۃ جو بنی نجار پر نقیب مقرر تھے کا وصال ہوا تو بنی نجار حضور کی خدمت میں جمع ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں جانتے تھے کہ ان کا ہمارے ہاں کیا مقام تھا؟ اب ان کی جگہ ہم میں سے کسی کو نقیب مقرر فرمائیے تاکہ وہ وہی فرائض انجام دے جو ابوامامہ اسعد انجام دیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

انتم اخوالي وانا نقيبكم (۵۴۲)

تم میرے ننھیال ہو میں خود تمہارا نقیب ہوں۔

ابن دحیہ فرماتے ہیں نقیب کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔

۱۔ قوم پر نگہبان

۲۔ امین

۳۔ ضامن وکفیل

لغت میں نقیب کا معنی واسع ہے اور نقیب قوم سے مراد وہ شخص ہے جو قوم کے احوال کی کھوج لگا کر ان کے مخفی احوال معلوم کرے۔

[(حوالہ ۵۴۱) الصحاح: ۶/۲۵۱۴]

[(حوالہ ۵۴۲) مستدرک الحاکم: ۳/۱۸۶]

النور

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ (۵۴۳)

(بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب)

علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ یہاں نور سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ

ابن جبیر اور کعب احبار نے فرمایا۔

یہاں نور ثانی (کمشکوۃ) سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کیونکہ آپ مرسل، مبین اور اللہ کی جانب سے نیر بین (واضح نور) کو نقل فرمانے والے ہیں۔

کعب احبار فرماتے ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے۔ روشندان (طاق) تو حضور کا سینہ شریف ہے اور فانوس قلب مبارک اور چراغ نبوت ہے جو شجر نبوت سے روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی اس مرتبہ کمال ظہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نبی ہونے کا بیان نہ بھی کریں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائیں۔

جیسا کہ عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مدح میں کہتے ہیں۔

لَوْ لم تکن فیہ آیات مبینۃ

لکان منظرہ ینبئك بالخبر

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں واضح نشانیاں موجود نہ بھی ہوتیں تو تب بھی ان کو دیکھنا ہی تمہیں ان کے نبی ہونے کی خبر دیتا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

آپ کو نور سے موسوم کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا امر واضح اور آپ کی

نبوت روشن وممتاز ہے اور آپ نے مومنین وعارفین کے قلوب کو قرآن کے ذریعہ روشن فرمایا۔

نور اللہ کے اسماء میں سے ہے اور اللہ کے حق میں اس کا معنی ہے۔ نور والا یعنی نور کا خالق اور انوار سے آسمانوں اور زمینوں کو روشن فرمانے والا اور مومنین کے قلوب کو ہدایت سے ضیا بخشنے والا۔

نون

ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ مبھمات القرآن میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے (ن والقلم) کی تفسیر میں فرمایا کہ نون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ نون اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

حرف ھاء سے شروع ہونے والے اسمائے گرامی

الھادی

اس اسم پاک کو علماء کی ایک جماعت نے اس فرمان الٰہی سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۵۴۴)

ہادی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور ہدایت کا اطلاق خلق اھتداء پر بھی ہوتا ہے اور اھتداء کی تخلیق صرف اللہ تعالیٰ کا وصف ہے۔ اسی لئے

وَاِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (۵۴۵)

(بے شک یہ نہیں تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کرو)

میں اسی ہدایت کی نفی ہے اور ہدایت کا اطلاق لطف ومہربانی کے ساتھ رہبری کرنے پر بھی ہوتا ہے۔ ہدایت کے اس معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی متصف ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی متصف ہیں۔ اور ہدایت کا اطلاق پکارنے پر بھی ہوتا ہے۔ ولکل قوم ہاد میں یہی معنی مراد ہے۔

یعنی ہر قوم کا ایک پکارنے والا ہوگا۔

الھدیٰ

اس اسم پاک کو علامہ نسفی نے بیان کیا ہے اور اس پر یہ آیہ کریمہ پیش کی۔

(حوالہ ۵۴۴) الشوریٰ: ۵۲

(حوالہ ۵۴۵) القصص: ۵۶

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى (۵۴۶)

بے شک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آئی۔

ہدیٰ مصدر ہے اور اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبالغہ کے طور پر موسوم کیا گیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ بعثنی رحمۃ للعلمین وھدی للعلمین (۵۴۷)

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى (۵۴۸)

(پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے)

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اس آیہ کریمہ کے تحت مقاتل بن حیان سے نقل کیا ہے کہ ہدیٰ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (۵۴۹)

الھاشمی

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے بیان کیا ہے۔ یہ ہاشم کی طرف منسوب ہے اور ہاشم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے والد گرامی تھے۔ ان کا نام عمرو تھا۔ ان کو ہاشم اس لئے کہا جاتا ہے عربی لغت میں ہاشم کا معنی ہے روٹیاں توڑ توڑ کر

[(حوالہ ۵۴۶) النجم: ۲۳]

[(حوالہ ۵۴۷) مسند احمد: ۲۶۸/۵ - طبرانی کبیر: ۲۳۲/۸ - مجمع الزوائد: ۶۹/۵ و ۳۰۵ - ہیثمی نے فرمایا کہ اس حدیث کو امام احمد و امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں علی بن یزید ضعیف ہے۔]

[(حوالہ ۵۴۸) البقرۃ: ۳۸]

[(حوالہ ۵۴۹) درمنثور ۶۳/۱ میں علامہ سیوطی کہتے ہیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں ہدیٰ سے مراد انبیاء و رسل اور بیان ہے۔]

شوربے میں ملانے والا۔ عرب میں ایک دفعہ قحط سالی کی وجہ سے شدید فاقہ کی نوبت پہنچی تو ہاشم اونٹ ذبح کر کے ان کے گوشت کو پکا کر سالن کے شوربے میں روٹیاں کوٹ کوٹ کر ثرید بنا کر لوگوں کو کھلاتے تھے۔ اس لئے ان کو ہاشم کہا گیا جیسا کہ ابن الزبعری ہاشم کی مدح میں کہتا ہے۔

عمرو العلی هشم الثرید لقومه

قوم بمكة مسنين عجاف

سنت اليه الرملتان كلاهما

سفر الشتاء ورحلة الاصياف

عمرو علی (عالی مرتبت ہاشم) نے اپنی قوم کے لئے ثرید بنایا۔

قوم مکہ مکرمہ میں قحط زدہ لاغر تھی

انہی کی ایجاد کردہ ہیں دونوں سفر

یعنی موسم سرما میں سفر کرنا اور موسم گرما میں کوچ کرنا۔

ہاشم ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قریش کے لئے تجارت کے دو سفر ایجاد کئے تھے۔

حرف واؤ سے شروع ہونے والے اسمائے گرامی

الواسط

اس نام مبارک کو شیخ ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اور اس پر انہوں نے کوئی مزید بات نہیں کی۔

صحاح میں ہے کہ

فلان وسیط فی قومه (فلاں شخص قوم میں وسیط ہے)

اس شخص کو کہا جاتا ہے جو نسب کے اعتبار سے اعلیٰ وافضل اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے بلند وارفع ہو اور الواسط الجوہر اس موتی کو کہا جاتا ہے جو ہار کے موتیوں کے وسط (درمیان) میں ہوتا ہے۔ (۵۵۰)

ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واسط النسب فی قریش لم یکن حیی من احیاء قریش الا وقد ولدوہ (۵۵۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں واسط النسب تھے۔ قریش کے ہر قبیلہ نے آپ کو جنا ہے یعنی قریش کے تمام خاندانوں سے آپ کا رشتہ تھا۔

الواعد

اس نام مبارک کا تذکرہ ابن دحیہ نے کیا ہے اور انہوں نے اس پر کوئی مزید بات

[(حوالہ ۵۵۰) الصحاح: ۳/ ۱۱۹۷]

[(حوالہ ۵۵۱) طبقات ابن سعد: ۱/ ۷/ ۴]

نہیں کی۔ یہ وعید سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ وعید کا کلمہ جب مطلق بولا جاتا ہے تو خبر میں استعمال ہوتا ہے۔ شرکی وعید کے لئے قرینہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

الواعظ

اس اسم پاک کو ابن دحیہ نے اس فرمان الٰہی سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ (۵۵۲)

تم فرماؤ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔

ابن فارس کہتے ہیں وعظ کا معنی خوف دلانا ہے اور خلیل کہتے ہیں وعظ سے مراد خیر اور ہر اس چیز کا ذکر کرنا ہے جس کی وجہ سے دل میں رقت طاری ہو جائے۔

الوسیلۃ

جوہری کہتے ہیں کہ وسیلہ سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے صاحب مرتبہ کا تقرب حاصل کیا جا سکے اور اس تک رسائی حاصل کی جا سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کے لئے رب تک پہنچنے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کا وسیلہ ہیں۔

الوفی

اس نام پاک کو ابن دحیہ نے بیان کیا ہے اور اس پر کوئی مزید بات نہیں کی۔ یہ وفاء سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ ایفاء عہد فرمانے والے اور سب سے زیادہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے والے تھے۔

خاتمی فرماتے ہیں:

اہل ادب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عرب شعراء کے اشعار میں سب سے زیادہ سچا شعر وہ ہے جس کو ابوایاس الدؤلی نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے۔

[(حوالہ ۵۵۲) السباء:۴۶]

وما حملت من ناقة فوق رحلها
ابر و اوفی فی ذمة من محمد

کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کسی سچے اور کسی وعدہ وفا کرنے والے کو نہیں اٹھایا۔

حدیث ہرقل میں ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے دریافت کیا کہ کیا وہ عہد کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ابوسفیان نے کہا نہیں۔ (۵۵۳)

اخبرنی ابوعبداللّٰہ الحلبی اجازۃ مکاتبۃ عن الصلاح بن ابی عمر عن ابی الحسن السعدی، اخبرنا ابوطاھر الخشوعی اجازۃ، اخبرنا الحسین بن محمد البلخی اجازۃ، اخبرنا ابوالفضل بن خیرون، اخبرنا خالی ابوعلی قراء ۃ، اخبرنا ابوعبداللہ بن العلاف، اخبرنا القاضی عمر بن الحسن الاشنانی، اخبرنا جعفر بن محمد بن مروان، حدثنا ابی، حدثنا عبید اللہ بن الزبیر عن ابی حنیفۃ عن ابی حمزۃ عن رجل من محارب انھم نزلوا الی جنب المدینۃ فاشتری منھم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جزورا بوسق من تمر فلما زھب بھا وتواری فی بیوت المدینۃ قالوا اعطینا رجلا لا نھرفوہ فقالت عجوز منھم لقد رأیت وجہ رجلٍ ما کان اللّٰہ لیلبسہ غدرًا فما کان اِلا ان ارسل اِلیھم فدعاھم ثم امر بالثمر فبسط علی تطع ثم قال کلوا فاکلوا حتی شبعوا ثم اوفاھم تمرھم فقالوا ما رائیناك الیوم فی الوفاء (۵۵۴)

ابوحمزہ نے محارب کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا ہم نے دوران

[(حوالہ ۵۵۳) البخاری، فتح الباری: ۱/۴۲]

[(حوالہ ۵۵۴) یہ حدیث مجھے نہیں ملی]

سفر مدینہ منورہ کے ایک کنارے پر پڑاؤ ڈالا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک اونٹ کھجوروں کے ایک وسق (ایک مقدار ہے) کے بدلے خریدا۔ آپ جب اونٹ لیکر واپس ہو گئے اور مدینہ منورہ کے مکانات میں اوجھل ہو گئے تو ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ ہم نے اونٹ ایک ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا جسے ہم جانتے تک نہیں ہیں تو ان میں سے ایک بڑھیا بولی میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مبارک چہرے کو دھوکہ دہی کا لباس پہنانے والا نہیں۔ پس تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اس قافلے والوں کے پاس آدمی بھیجا اور انہیں بلایا۔ (جب وہ لوگ آپ کی خدمت میں پہنچے) تو آپ نے ان کے لئے دستر خوان پر کھجوریں چننے کا حکم دیا اور پھر فرمایا کھاؤ۔ پس انہوں نے سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔ اس کے بعد آپ نے ان کے اونٹ کے ثمن کی پوری کھجوریں ادا فرما دیں۔ تو وہ بولے ہم نے آج تک آپ جیسا ایفاء عہد کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

تنبیہ

یہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء میں سے ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمایا ہے۔

الولی

اس اسم پاک کا تذکرہ قاضی عیاض اور ابن دحیہ وغیرہما علماء نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ (۵۵۵)

تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے۔

ولی معنی کے اعتبار سے مولیٰ کے قریب ہے اور یہاں پر ولی بمعنی ناصر، والی، متوالی، امت کی مصلحت فرمانے والے اور ان کی کفالت فرمانے والے ہے۔

[(حوالہ ۵۵۵) سورہ المائدہ: ۵۵]

یہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ (۵۵۶)

وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا (۵۵۷)

یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کی نصرت و مدد اور ان کی کفایت و مصالح کا متولی ہے۔

[حوالہ ۵۵۶) الشوریٰ: ۲۸]

[(حوالہ ۵۵۷) البقرۃ: ۲۵۷]

حرف یاء سے شروع ہونے والے اسمائے گرامی

الیتیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (۵۵۸)

کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

عزفی نے اپنی مولد میں بیان کیا ہے کہ عبد بن وہب بن منبہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سابقہ کتب میں پائے جانے والے اسماء میں سے محمود، امین، صادق اور یتیم تھے اور ایسے ہی قاضی عیاض نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسم یتیم سے کتب قدیمہ میں موصوف تھے۔

یٰس

اس اسم پاک کو ایک مخلوق نے بیان کیا ہے اور ابوطفیل کی مقدمہ کتاب میں مذکور حدیث میں بھی اس نام پاک کا تذکرہ موجود ہے۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ، حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب، حدثنا احمد بن عبدالجبار، حدثنا وکیع عن اسماعیل الازرق عن ابن عمر عن محمد بن الحنفیة قال یٰس محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۵۵۹)

[(حوالہ ۵۵۸) والضحیٰ:۶]

[(حوالہ ۵۵۹) دلائل النبوۃ:۱/۱۷۵]

محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ یٰسین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لیکن سھیلی فرماتے ہیں۔

اگر یٰس اسم ہوتا تو ضمہ کے ساتھ یاسینُ ہونا چاہئے تھا جیسا کہ یُوْسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ (۵۶۰) میں ہے۔

ابن دحیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسا ہونا ضروری نہیں کیونکہ کلبی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور حرف نداء محذوف ہے۔

[(حوالہ ۵۶۰) سورۂ یوسف: ۴۶]

(فصل)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیّتوں کا بیان

ابو القاسم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور ترین کنیت ابوالقاسم ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

قال رسول اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لسقوا باسمی ولا تکنوا بکنیتی فانّی انا ابو القاسم اقم بینکم (۵۶۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے نام کے مطابق نام رکھو اور میری کنیت کے مطابق کنیت مت رکھو میں ابوالقاسم ہوں تمہارے درمیان (اللہ کی نعمتیں) تقسیم کرتا ہوں۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے ابوالقاسم کی کنیت اس لئے اختیار فرمائی کہ آپ امت میں اللہ کی نعمتیں تقسیم فرماتے ہیں۔

قاسم جنت

عزفی کہتے ہیں وزیر ابوالحسن سلام بن عبداللہ باھلی نے اپنی کتاب ''الذخائر والاعلاق فی آداب النفوس ومکارم الاخلاق'' میں فرمایا۔

لانہ یقسم الجنۃ بین اھلھا یوم القیامۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالقاسم اس لئے ہیں کہ آپ قیامت کے دن جنتیوں

[(حوالہ ۵۶۱) مسلم کتاب الاداب حدیث:۳]

کے درمیان جنت تقسیم فرمائیں گے۔

اور جمہور علماء جن میں اہل سیر بھی شامل ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کنیت اپنے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اختیار فرمائی تھی۔ حضرت قاسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اولاد بھی ہیں اور آپ کی اولاد میں سب سے پہلے وفات پانے والے بھی حضرت قاسم ہی ہیں۔

مذکورہ حدیث کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی کنیت کے مطابق کنیت اختیار کرنا مطلقاً حرام ہے اور ہمارے مذہب کی صحیح ترین روایت بھی یہی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ حضور کے وصال کے بعد یہ کنیت اختیار کرنا جائز ہے۔ نہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے خاص تھی۔ اس قول کو امام نووی نے مسلم کی حضرت انس سے مروی حدیث کی بناء پر پسندیدہ قرار دیا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں ایک شخص نے دوسرے شخص کو ''یا ابا القاسم'' کہہ کر پکارا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پکارنے والے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری مراد آپ نہیں۔ میں تو فلاں شخص کو پکار رہا تھا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔

تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی (۵۶۲)

میرے نام کے مطابق نام رکھو اور میری کنیت کے مطابق کنیت نہ رکھو۔

امام ترمذی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا۔

یا رسول اللہ ارایت ان ولدلی بعدك اسمیه محمدا واکنیه بکنیتك ؟ قال نعم (۵۶۳)

یا رسول اللہ آپ کی کیا رائے ہے اگر آپ کے بعد میرے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد رکھوں اور اس کی کنیت آپ کی کنیت کے مطابق رکھوں؟

حضور نے فرمایا: ہاں۔

[(حوالہ ۵۶۲) مسلم کتاب الاداب حدیث:۱]

[(حوالہ ۵۶۳) ترمذی حدیث:۲۸۴۳]

اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔
آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی نہی اس لئے تھی کہ کسی دوسرے کو بلائے جانے کی صورت میں آپ کو بلاوے کا جواب دینے کی اذیت نہ اٹھانی پڑے اور اس سبب سے منافقین آپ کو اذیت دینے کی راہ پاتے اور یہ سبب آپ کے وصال کے بعد باقی نہیں رہا۔ اس لئے آپ نے اپنے نام پر نام رکھنے کی نہی نہیں فرمائی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کے ساتھ آپ کو نداء دینے سے منع فرمایا اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کے صرف اسم محمد اور آپ کی کنیت دونوں کو جمع کرنا حرام ہے۔
علامہ رافعی نے مسند امام احمد کی حدیث کے مطابق اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔
مسند امام احمد میں حضرت جابر سے مرفوعاً روایت ہے۔
من تسمی باسمی فلا یتکنی بکنیتی (۵۶۴)
میرے نام پر نام جس نے رکھا تو وہ میری کنیت پر کنیت نہ رکھے۔
علامہ سبکی کہتے ہیں۔
ہم آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کو حرام سمجھتے ہیں۔
اس سے تکنیت اور تکنی دونوں کا حرام ہونا مراد ہے۔ تکنیت سے مراد لفظ کا ذات کے لئے وضع کرنا ہے اور تکنی سے مراد ذات کا اس لفظ کو اپنے لئے قبول کرنا ہے۔ لٰہذا انسان پر ابوالقاسم کنیت رکھنا بھی حرام اور اگر دوسرا کوئی شخص اس کی کنیت ابوالقاسم رکھے تو اس کو قبول کرنا بھی حرام ہے۔

اشکال

امام نووی اکثر ابوالقاسم الرافعی کا اطلاق فرماتے ہیں۔

جواب

ان کا یہ اطلاق نہ وضع اسم کے قبیل سے ہے اور نہ اسم کو قبول کرنے کے قبیل سے ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ضرور اس سے رکتے بلکہ یہاں پر ایک تیسری وجہ ہے یا تو یہ

تکذیت کے معنی میں ہے اور وہ اس کے جواز کے قائل تھے یا یہ تقریر منکر کے قبیل سے ہے (ناپسندیدہ امر کو پسندیدہ سمجھتے ہوئے ثابت رکھنا)

اور یہ بھی ممکن ہے جس شخص پر ابوالقاسم کا اطلاق کیا جا رہا ہے وہ لوگوں کے ہاں اسی کنیت سے معروف ہو تو اس صورت میں یہ اطلاق عذر کی بنیاد پر ہوگا۔

ابوابراہیم

اس کنیت کو علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔ حضور کی یہ کنیت جبریل امین نے حضرت ابراہیم کی ولادت کے وقت رکھی تھی۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی تو جبریل نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

السلام علیك یا ابا ابراهیم (٥٦٥)

ابوالمومنین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ (٥٦٦)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

ابی ابن کعب کی قراءت میں "وھواب لہم" ہے (وہ مومنوں کے باپ ہیں) یعنی مومنوں کے لئے شفقت مہربانی اور پیار فرمانے میں باپ کی مانند ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔

انما لکم مثل الوالد

میں تمہارے لئے والد کی مثل ہوں۔

[(حوالہ ۵۶۵) مستدرک الحاکم: ۳/۱۵۱ ذھبی نے اس بارے میں سکوت کیا ہے]

[(حوالہ ۵۶۶) الاحاب: ٦]

ابوالارامل

اس کنیت کا تذکرہ حضرت شیخ ابن دحیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ فرماتے ہیں اس کنیت کو کتاب الذخائر والاعلاق کے مصنف نے بیان کیا ہے۔ شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہ وہ آخری حصہ ہے جو ہم تک پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں نفع پہنچائے۔ آمین

الحمد للّٰہ اولا وآخرا حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللہ علی صاحب الشفاعۃ العظمی نبی الرحمۃ محمد وآلہ وصحبہ وسلم الی یوم الدین

اس کتاب کی تعلیق محرم ۹۸۲ھ کو بندہ فقیر حصیر محمد ارکماس کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے مشائخ احباب والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔

حضرت شیخ علامہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی (اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت ورضا میں ڈھانپ لے اور انہیں جنتوں کے وسط میں سکونت عطا فرمائے) کی کتاب الریاض الانیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ مکمل ہوگئی۔

الحمد للّٰہ رب العالمین اس عمدہ کتاب کا اردو ترجمہ آج بتاریخ ۵ جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ بمطابق ۱۶ جولائی ۲۰۰۲ء بروز منگل بوقت دن ایک بج کر پندرہ منٹ پر مکمل ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مترجم کی اس ادنیٰ سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور اللہ تعالیٰ مترجم اور اس کے والدین اساتذہ کرام احباب اور اس کے بھائی بہن اور سب مسلمانوں کو قیامت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین

نفیس الواعظین
انیس الواعظین

ترجمہ: علامہ محمد مشتاق

تنبیہ الغافلین
2 جلدیں مکمل
مصنف: ابو اللیث سمرقندی
مترجم: ابو ثوبان سید محمد اسد اللہ اسد

تذکرہ الواعظین
ترجمہ: محمد عبد الستار طاہر مسعودی